روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج

بد نگاہی وعشقِ مجازی کی تباہ کاریاں

جہالت کی بیماری

عُجب اور تکبر

غیبت اور بدگمانی

حُبِ جاہ اور خود پسندی

دنیا کی محبت کی برائی

حسد

بد نگاہی وعشقِ مجازی کا علاج

بے جا غیظ وغضب کا علاج

ریا اور دکھاوے کا علاج

مقامِ عاشقانِ حق

اصلاحِ نفس کے طریقے

حلاوتِ ایمان

توبہ واستغفار

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم
محمد اختر صاحب دامت برکاتہم



کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷
پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۴۹۹۲۱۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روح کی بیماریاں

اور

اُن کا علاج

مع

دستور تزکیۂ نفس۔ تکمیل الاجر بتحصیل الصبر۔ مذاکرات دکن

منتخب کلام

بدنظری۔ عشق مجازی۔ تکبر۔ غصہ۔ حسد جیسے تمام جاہی

اور باہی امراض کے نقصانات اور اُن کا مکمل علاج

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

وخادم خاص حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجاز بیعت

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

ناشر: کتب خانہ مظہری۔ بلاک ۲ گلشن اقبال کراچی

"یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے"

(نظم بہ عنوان)

زبانِ عشق

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

در رازِ شریعت کھولتی ہے
زبانِ عشق جب کچھ بولتی ہے

خرد ہے محوِ حیرت اس زباں سے
بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے

جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی
وہ پا سکتے نہیں دردِ نہانی

لغت تعبیر کرتی ہے معانی
محبت دل کی کہتی ہے کہانی

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

مگر دولت یہ ملتی ہے کہاں سے
بتاؤں میں ملے گی یہ جہاں سے

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے
دُعاؤں سے اور ان کی صحبتوں سے

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نورِ قمر کا

نہ لذّت پوچھ پھر ذکرِ خدا کی
حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی

بگویدزیں سبب ایں عشقِ بے باک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

یہ دولت دردِ اہلِ دل کی اختر
خدا بخشے جسے اس کا مقدّر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ

اما بعد، فقال اللہ تعالیٰ

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ الآیۃ پ ۲۲ سورہ فاطر رکوع ۲

یہ آیت دلالت کرتی ہے عشق مجازی اور بدنگاہی جیسے افعال کی برائی اور قباحت پر جن کو شعرائے عشق مجاز اور ان کے گمراہ متبعین اور جاہل صوفیوں نے بوجہ حسن پرستی اور شہوت پرستی جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن اور بعض نے تو اس فعل حرام کو کار ثواب اور وسیلہ عشق حقیقی قرار دے کر اس حرام اور باطل کے زہر کو شہد میں ملا کر اپنے مریدوں اور شاگردوں کو فسق و فجور میں مبتلا کر دیا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ تمییز العشق من الفسق تحریر فرمایا تھا جس میں عشق مجازی کے فسق ہونے پر اور ردح کے لئے عشق مجازی کا عذاب الیم ہونے پر مضمون مفصل شائع ہوا تھا لیکن احقر کی نظر سے یہ رسالہ نہیں گذرا البتہ احقر نے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ کے ان مطبوعہ ارشادات کو خود پڑھا جس کی نقل یہ ہے۔

"ارشاد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (اقتباس از جزاء الاعمال)

غیر محرم عورت یا امرد (خوبصورت لڑکے) سے کسی قسم کا

علاقہ (تعلق) رکھنا خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کے لئے ہم کلام ہونا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اسکے پسند طبع (طبیعت کی پسند) کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ (سنوارنا) و نرم کرنا (یعنی آواز میں عورتوں کی سی لچک و نزاکت اس کے دل کو پھسلانے کے لئے اور مائل کرنے کے لئے پیدا کرنا)۔

میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطۂ تحریر سے خارج ہیں (یعنی اسقدر زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے) انشاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں ضمناً اس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا ارادہ ہے (انتھیٰ کلامہ)

احقر مؤلف رسالہ ھٰذا عرض کرتا ہے کہ سطور بالا پڑھنے کے بعد احقر کے قلب میں عرصہ سے یہ تقاضا تھا کہ حضرت اقدس کی یہ تمنا پوری ہو جائے اور حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس نااہل و ناکارہ کو اس کام کی توفیق نصیب فرمائیں الحمد للہ کہ اس رسالہ کی تالیف کا داعیہ قلب میں شدت سے محسوس ہو رہا ہے اور توکلاً علی اللہ اسکے مسودہ کا آغاز کر رہا ہوں حق تعالیٰ اپنی رحمت سے تکمیل فرما کر قبول و نافع فرمائیں۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ بِحَقِّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ ○

احقر: محمد اختر عفا اللہ عنہ

۴ - جی $\frac{1}{12}$ ناظم آباد - کراچی نمبر ۱۸

بدنگاہی وعشق مجازی کی

تباہ کاریاں اور ان کا روحانی علاج

ارشادات باری تعالیٰ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ (پ سورۂ نور)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل وکرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک وصاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک وصاف کر دیتا ہے۔

فائدہ:۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اصلاح نفس کی فکر وکوشش کے ساتھ حق تعالیٰ سے اس کا فضل وکرم اور اس کی رحمت کی بھی الحاح و تضرع کے ساتھ درخواست کرتا رہے تاکہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو من یشاء میں داخل فرمالیں اور ہماری اصلاح وتزکیہ کا اپنے فضل سے ارادہ فرمالیں۔ اور جب حق تعالیٰ ارادہ فرمالیں گے تو ان کے ارادہ کو کون توڑ سکتا ہے ؎

گر ہزاراں دام باشد بر قدم ۔۔۔ چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

مولانا رومیؒ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا اگر ہمارے قدموں پر ہزاروں نفسانی اور شیطانی مکر وفریب کے جال ہوں لیکن آپ کی عنایت اور مدد کے ہوتے ہوئے ہمیں کچھ بھی غم اور اندیشہ نہیں۔

احقر مولف عرض کرتا ہے کہ میرے محسن شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب

دامت الطافہم نے احقر کو ایک عریضے کے جواب میں از راہ کرم یہ ارقام فرمایا

کہ حق تعالیٰ آپ کو نفس و شیطان کے مکر و فریب سے مامون
فرمائیں اور آپ کو نفس و شیطان کے مکر و فریب کے توڑنے
میں کمال عطا فرمائیں۔ آمین

حضرت اقدسؒ کے ان دعائیہ کلمات کو پڑھ کر جس قدر احقر کو مسرت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس ناکارہ کے لئے حضرت اقدس کی جملہ دعاؤں کو قبول فرمادیں۔ آمین۔

دراصل یہ دعا اسقدر جامع دعا ہے جو ہر سالک کے لئے ابتدا تا انتہا اشد ضروری ہے۔

۲۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

پ ۱۸۔ سورۂ نور رکوع ۴ (اقتباس)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمان مردوں سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں اور مسلمان عورتوں سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

فائدہ: حق تعالیٰ نے اس آیت میں آنکھوں کی حفاظت اور شرمگاہ کی حفاظت کو ساتھ ساتھ بیان فرما کر یہ سبق بھی دیدیا کہ شرمگاہ کی حفاظت آنکھوں کی حفاظت پر موقوف ہے۔ جس نے آنکھوں کی حفاظت کا اہتمام نہ کیا اس کی شرمگاہ کی حفاظت خطرہ میں ہے۔

۳۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ۝ الاٰیۃ

(پارہ ۱۵۔ سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۴)

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلا شبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُری راہ ہے۔

فائدہ: حق تعالیٰ نے اس آیت میں زنا کے قریب جانے کو بھی حرام فرما کر یہ سبق دیدیا کہ جو اسباب زنا سے قریب کرنے والے ہیں اُن سے بھی بچو کہ مقدمہ حرام کا حرام ہوتا ہے۔ اور انسان کی فطرت بھی یہی ہے کہ زنا کا فعل ہمیشہ انھیں مواقع میں ہوتا ہے جہاں اجنبی مرد کسی اجنبیہ عورت سے اختلاط مجالست اور ہمکلامی کرتا ہے ــ پھر نفس سے مقابلہ دشوار ہوجاتا ہے پس حق تعالیٰ نے لاتقربوا فرما کر تقوی کی راہ کو ہم پر آسان فرمادیا۔

۴۔ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝

پ سورۃ الاعراف رکوع ۱۰

ترجمہ: اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔ تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد ہی سے گذر گئے ہو۔

فائدہ:۔ ان آیات سے حق تعالیٰ نے لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کو حرام فرمایا اور دوسرے مقامات پر ان کی سزا کا تذکرہ بھی کر اس بستی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تحت الثریٰ سے اُکھاڑا اور آسمان تک لیگئے پھر وہاں سے اس طرح گرایا کہ بالائی سطح زمین کی نیچے ہوگئی

اور نچلا حصہ اوپر ہوگیا اور پھر پتھروں کی بارش ہوئی اور ان پتھروں پر خدا کی طرف سے ایک خاص مہر لگی تھی جس سے وہ دنیا کے پتھروں سے الگ پہچانے جاتے تھے۔ اور جس کنکری پر جس مجرم کا نام لکھا تھا وہ کنکری اس مجرم کا تعاقب کرتی تھی پس پہلے بستی کو اُلٹ دیا گیا پھر پتھراؤ کیا گیا۔ حضرت مرشدی کچھوچھوی ؒ نے فرمایا تھا کہ چونکہ یہ عمل اُلٹا کرتے تھے (یعنی غیر فطری عمل) پس اسی مناسبت سے ان کی بستی الٹ دی گئی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر یہ ماننے کے بجائے اپنے نبی کو ایذا دینے لگے بالآخر یہ ۴ لاکھ آدمی ایک دم میں ہلاک کر دیے گئے۔ اس فعل کے مرتکبین کو سورہ ذاریات پ۲۷ میں مجرمین فرمایا گیا ہے۔ جب عذاب کے فرشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اے فرشتو! تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے تو فرشتوں نے جواب دیا اِنَّآ اُرۡسِلۡنَآ اِلٰی قَوۡمٍ مُّجۡرِمِیۡنَ ۙ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں ہم ان پر سنگ باری کر کے ان کو تہس نہس کرنے پر متعین ہوئے ہیں جو مجرم جس پتھر سے ہلاک ہونے والا ہے اس پر اس کا نام بھی لکھا ہے۔ الغرض رب شدید العقاب نے ان کی سخت ناشائستہ حرکت کی پاداش جو ننگ انسانیت تھی ان پر پتھر برسائے جس سے وہ ہلاک ہو گئے اور قوم لوط کی بستی تہہ و بالا کر دی گئی اور وَتَرَكْنَا فِيهَآ اٰيَةً اور ہم نے اس واقعہ میں ہمیشہ کے واسطے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی چنانچہ اس سرزمین میں دفعتہً ایک بحیرہ نمودار ہوگیا جو اسی ہولناک حادثہ کی یادگار اور بحیرۂ لوط کے نام سے اب تک مشہور ہے اس بحیرہ کا

پانی اس قدر تلخ اور بدبودار ہے کہ کوئی ذی روح اس کو استعمال نہیں کر سکتا اور اس کے کنارے کوئی درخت بھی نہیں اُگتا۔

(از تفسیر بیان القرآن و دیگر تفاسیر)

۵۔ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ط اَلْاٰیَة

پارہ ۱۸ سورۃ النور۔ رکوع ۴

عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے پاؤں اتنی زور سے نہ رکھیں جس سے زیور کی آواز نکلے اور مخفی زینت مردوں پر ظاہر ہو۔ اس آیت سے قبل عورتوں کو مواضع زینت سر اور سینہ وغیرہ کو چھپانا واجب بیان فرما کر اس آیت میں حق تعالیٰ نے مزید احتیاط کا حکم ارشاد فرمایا کہ بہت سے فقہا نے اسی سبب سے عورتوں کی آواز کو ستر میں داخل کیا ہے۔ بالخصوص جبکہ فتنہ کا اندیشہ ہو تو بالکل ممنوع ہے۔ اسی طرح خوشبو لگا کر یا مزین برقعہ پہن کر نکلنا بھی ممنوع ہے۔

۶۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب)

اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم نامحرم مرد سے بولنے میں جبکہ بہ ضرورت بولنا پڑے نزاکت مت کرو اس سے ایسے شخص کو طبعاً خیال فاسد پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ عفت کے موافق بات کہو یعنی صرف نسبت بلا تقویٰ ہیچ ہے (اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ) جیسے عورتوں کے کلام کا فطری انداز ہوتا ہے کہ کلام میں نرمی ہوتی

ہے تم سادہ مزاجی سے اس انداز کو مت استعمال کرو۔ بلکہ ایسے موقع پر تکلف اور اہتمام سے اس فطری انداز کو بدل کر گفتگو کرو یعنی ایسے انداز سے جس میں خشکی اور روکھا پن ہو کہ یہ طرز عفت کا محافظ ہے۔

(تفسیر بیان القرآن)

فائدہ: ان آیات سے حسب ذیل سبق ملتا ہے۔

(۱) عورتوں کو بوقت شدید ضرورت اگر غیر محرم مرد سے بات کرنی ہو تو پردہ کے باوجود آواز کو بھی نرم نہ ہونے دیں تکلف اور اہتمام سے آواز کو ذرا سخت کریں جس میں لچک اور نزاکت کی ذرا بھی آمیزش نہ ہو۔

(۲) جب عورتوں کے لئے یہ حکم ہے تو مردوں کو غیر محرم عورتوں سے نزاکت والی آواز سے بولنا کب جائز ہوگا۔ لہٰذا بوقت ضرورت غیر محرم عورتوں سے بات کرتے وقت اپنی آواز کو سخت رکھنا چاہئے۔

(۳) جس شخص کو عورتوں کی آواز کی نرمی اور نزاکت سے خیالات فاسد پیدا ہوں یا عورتوں کی طرف میلان پیدا ہو تو قرآن نے اس طمع و کشش، میلان و رغبت کو قلب کی بیماری قرار دیا ہے۔ اس سے دور حاضر کے ان دوستوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو ٹیلیفون ایکسچینج پر عورتوں کو محض اس وجہ سے ملازم رکھتے ہیں کہ ان کی آواز سے کانوں کو لطف ملتا ہے۔ اور مردوں کی آواز سے سمع خراشی ہوتی ہے۔

تنبیہ: خوب یاد رکھنا چاہئے بالخصوص سالکین طریق اور عاشقین حق کو کہ حظ نفس کا نقطۂ آغاز حق تعالیٰ سے بُعد و فراق کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے لہٰذا اس دشمن ایمان و دین یعنی نفس کو خوش کرنے سے ہوشیار رہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس مرد سے (اگرچہ وہ اَمرَد یعنی لڑکا نہ ہو) گفتگو میں اُس کی آواز اور اس کے نقشہ اور چہرہ اور آنکھوں سے نفس کو لطف ملنا شروع ہو فوراً اس سے ہٹ جاوے۔ (انتھی کلامہ) کیونکہ بعض حسین لڑکے داڑھی مونچھ کے کچھ کچھ نکلنے تک بھی اپنے اندر حُسن کا اثر رکھتے ہیں اور عشق مجاز کے بیماروں کو بیمار کرتے ہیں۔ پس نفس کے بیمار کو حُسن رفتہ کے آثار تک دیکھنے سے احتیاط چاہیئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس کو جس سے بھی مزہ ملے اس سے فوراً الگ ہو جاوے کیونکہ نفس کو ذرا بھی مزہ ملنا خطرہ سے خالی نہیں۔ دشمن کو تھوڑا خوش دیکھنا بھی گوارا نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تھوڑی خوشی سے بھی نفس کو طاقت آجاتی ہے اور پھر وہ کسی بڑی معصیت میں کھینچ لے جاوے گا۔

جس طرح غیر محسوس ہلکی حرارت زیادہ خطرناک ہوتی ہے کہ آدمی اس کے علاج سے غافل رہتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کی طرف نفس کا ہلکا سا میلان ہو اس کی صحبت بھی نہایت خطرناک ہوتی ہے کیونکہ شدید میلان اور شدید رغبت والی صورتوں سے تو سالک بھاگتا ہے مگر یہاں ہلکے میلان کے سبب اسے احتیاط کی توفیق نہیں ہوتی اس طرح ہلکے ہلکے زہر کو شیطان اس کی روح میں اتارتا رہتا ہے یہاں تک کہ نفس قوی ہو کر سالک کو بڑے بڑے گناہوں کی طرف نہایت آسانی سے کھینچ لے جاتا ہے ؎

گوشۂ چشم سے بھی ان کو نہ دیکھا کرنا

نفس کا اژدہا دیکھا ابھی مرا نہیں

غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ڈسا نہیں

؎ بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

یاد رکھنا چاہیئے کہ حظ نفس کا نقطۂ آغاز بُعد عن الحق کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے یعنی نفس کا کسی گناہ سے ابتدائی مرحلہ میں اگر ایک اعشاریہ سے بھی کم ہو لطف لینا حق تعالیٰ سے کسی درجہ میں دوری کا سبب ہوتا ہے۔

حضرات مشائخ کرام کا ارشاد

سالک کے لئے عورتوں اور لڑکوں سے اختلاط میل جول نہایت زہر قاتل ہے کیونکہ ذکر کی برکت سے ان کا دل نرم ہو جاتا ہے اور طبیعت میں لطافت بھی بڑھ جاتی ہے پس انھیں حسن کا ادراک اور احساس زیادہ ہوتا ہے اس لئے اکثر شیطان جب گمراہی کے ہر راستے سے مایوس ہو جاتا ہے تو صوفیوں کو حسین لڑکوں اور عورتوں کے چکر میں لانے کی کوشش کرتا ہے اس لئے سالکین کو لڑکوں اور عورتوں سے بہت ہی احتیاط اور بہت ہی دوری کا اہتمام رکھنا چاہیئے۔ اور اگر لڑکوں کی طرف یا عورتوں کی طرف بدنگاہی یا میلان شدید محسوس ہو فوراً مرشد سے رجوع کریں۔

حکایت: ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے خدا تجھ سے ملاقات کی کیا صورت ہے ارشاد ہوا۔

دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ۔

؎ تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز
اے حافظ تو خود ہی حجاب ہے تو ہی درمیان سے اٹھ جا

۷۔ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ۝ (پ۲۴ سورہ مؤمن)
اور حق تعالیٰ جانتے ہیں آنکھوں کی چوریوں کو اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

فائدہ: اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ بدنگاہی کرتے وقت یا دل میں گناہوں کے تصورات اور خیالات سے پوشیدہ لطف لیتے وقت یہ دھیان بھی ہونا چاہیئے کہ حق تعالیٰ ہماری ان بیہودہ اور ذلیل حرکتوں سے آگاہ ہیں ؎

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

اس استحضار اور دھیان سے ندامت و شرمندگی ہوگی اور فوراً توبہ و استغفار کی توفیق ہوگی پس یہ آیت دراصل خیانت عین اور خیانت صدر (آنکھ اور سینہ کی خیانت) سے حفاظت کا اکسیر نسخہ ہے مگر نسخہ جبھی مفید ہوتا ہے جب اس کا استعمال بھی ہو پس اس مضمون کا مراقبہ اور دھیان دل میں بار بار جمانا چاہیئے کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں اور وہ ہماری بدنگاہی کی اس ذلیل حرکت سے آگاہ ہیں اور اسی طرح دل میں جو بے ہودہ شہوت کے خیالات سے اور حسینوں کے تصورات سے خیالی پلاؤ کا حرام لطف لیا جا رہا ہے اس سے بھی حق تعالیٰ مطلع اور آگاہ ہیں۔ اور پھر حق تعالیٰ کے غضب اور قدرۃ قہر و انتقام کو سوچا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ اس استحضار کی مشق سے اور ہمت و دعا سے دونوں خیانتوں کا ترک آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

صرف مراقبہ اور ذکر اور وظیفوں سے یہ بیماری نہیں جاتی۔ یہ چیزیں تو معین ہیں اصل کام ہمت اور ارادہ سے ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں دُعائے حاصل ہوتی ہیں۔

حکایت: ایک طالب نے حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں حسن سے بے حد متاثر ہوتا ہوں اور اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور مجھے حسینوں سے نگاہ بچانے کی طاقت نہیں۔

جواب ارشاد فرمایا کہ یہ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ قدرۃ ضدین سے متعلق ہوتی ہے پس اگر حسینوں کو دیکھنے کی آپ کو طاقت ہے تو لامحالہ آپ کو نہ دیکھنے کی بھی طاقت حاصل ہے۔ یعنی جس فعل کو آدمی کرسکتا ہے وہ اس فعل کے نہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ یہ عقلی مسلمات سے ہے۔

۸ - اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ (پارہ ۱۵ سورۃ الاسراء رکوع ۴)

ترجمہ: حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک کان۔ آنکھ اور دل ہر ایک شخص سے ان کے افعال کے بارے میں پوچھ کچھ ہوگی۔

۹ - اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ○

(پارہ ۳۰۔ سورۃ الفجر)

ترجمہ: بے شک آپ کا رب نافرمانوں کی گھات میں ہے۔

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم
(اقتباس اور اختصار کے ساتھ)

۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں غیر عورت کی طرف دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور شہوت انگیز باتیں سننا جو زنا کی رغبت پیدا کریں یہ کان کا زنا ہے اور زبان سے غیر محرم عورتوں سے گفتگو کرکے خوش ہونا یہ زبان کا زنا ہے اور ہاتھوں سے نامحرم عورتوں یا خوبصورت لڑکوں کو چھونا یہ ہاتھ کا زنا ہے اور پاؤں سے ان کی طرف چل کر جانا پاؤں کا زنا ہے اور دل، تو وہ حرام کاری کی آرزو اور چاہ کرتا ہے اور شرمگاہ اس چیز کی تکذیب یا تصدیق کرتی ہے۔ (مسلم) اعضا کی سرحدوں کی حفاظت ہی سے دل کا دارالخلافہ بھی محفوظ ہوگا جس ملک کا باڈر محفوظ نہیں اس کا ہیڈ کوارٹر بھی محفوظ نہیں۔

۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ راستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو اور اگر بضرورت بیٹھنا ہی ہو تو راستہ کا حق ادا کرو صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے کا کیا حق ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نظریں نیچی رکھنا۔ کسی کو ایذا نہ دینا۔ سلام کا جواب دینا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی بھلی بات کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا۔

۱۲۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک نظر کا کیا حکم ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اِصْرِفْ بَصَرَكَ اپنی نگاہ کو پھیر لو (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اچانک نظر معاف تو ہو مگر اس نظر کو جمانا حرام

ہے فوراً اس اجنبیہ یا لڑکے سے نظر کو پھیر لینا چاہئے۔

۱۳۔ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا صحابی رضی اللہ عنہ آئے ان کو آتے دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں پردہ کرو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں کہ نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہم کو پہچان سکتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو اور کیا تم ان کو دیکھ نہیں رہی ہو۔ (ترمذی)

۱۴۔ امام زہری کہتے ہیں کہ اگر نابالغ اور کمسن لڑکی ہو لیکن اس کی طرف دیکھنے سے خواہش پیدا ہوتی ہو تو اس کے کسی عضو کو دیکھنا جائز نہیں۔

۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اجنبی عورتوں سے بچو ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے بارے میں کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔ (بخاری و مسلم)

شوہر کے حقیقی بھائی کو دیور کہتے ہیں اور شوہر کے ہر قریبی رشتہ دار کا بھی یہی حکم ہے جیسے شوہر کے چچازاد بھائی وغیرہ ان لوگوں سے سخت احتیاط کا حکم ہے۔

۱۶۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے مگر یہ کہ اس کا وہاں محرم بھی موجود ہو۔ (بخاری و مسلم)

مسئلہ: کسی نامحرم عورت یا کسی خوبصورت لڑکے کے پاس تنہائی میں بیٹھنا جائز نہیں اور بالخصوص اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت کرنا

بالاتفاق حرام ہے۔

۱۷۔ لَا تَنْظُرُوْا اِلَى الْمُرْدَانِ فَاِنَّ فِيْهِمْ لَمْعَةً مِّنَ الْحُوْرِ (حدیث)

(التشرف فی احادیث التصوف للامام احمد فی مسند)

ترجمہ: بے ریش لڑکوں کی طرف نظر مت کرو کیونکہ ان کے حسن میں حوروں کی جھلک ہے (جس سے قلب کو کشش ہوتی ہے اور اس سے اندیشہ فتنہ کا ہوتا ہے)

فائدہ: بعض بے علم یا بددین صوفیوں اور نقلی درویشوں نے بے ریش لڑکوں سے محبت اور شہوت پرستی کو شغل عیش بنا رکھا ہے اور بعض نے ذریعۂ قرب الٰہی سمجھ رکھا ہے۔ صرف شہوت پرستی لڑکوں سے گناہ کبیرہ ہے لیکن حرام فعل کو ذریعۂ قرب الٰہی سمجھنا تو سخت ضلالت اور کفر ہے۔

۱۸۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ سب سے زیادہ خوف جو میں اپنی امت پر کرتا ہوں وہ قوم لوط کا عمل ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۲ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ)

۱۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ جس شخص نے قوم لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے۔ (خدا کی رحمت سے دوری کو عربی میں لعنت کہتے ہیں) (مشکوٰۃ ص ۳۱۳)

۲۰۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم لوط والے عمل کے فاعل و مفعول پر دیوار گرا کر ہلاک کر دیا۔

۲۱۔ حق تعالیٰ نظرِ رحمت سے نہ دیکھے گا ایسے شخص کی طرف جس نے کسی مرد کے ساتھ بدفعلی کی یا اپنی بیوی کے پائخانہ کئے مقام سے شہوت پوری کی (مشکوٰۃ ص۳۱۳ بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

۲۲۔ ایک جوان شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دی جاوے۔

آپؐ نے سوال فرمایا کیا تمہاری ماں زندہ ہے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا کہ اگر تمہاری ماں سے کوئی زنا کرے تو کیا معلوم ہوگا۔ عرض کیا نہایت مکروہ وناگوار ہوگا اور سخت غیرت آئے گی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہاری خالہ زندہ ہے، کیا تمہاری پھوپھی زندہ ہے، کیا تمہاری ہمشیرہ زندہ ہے اور ہر ایک کے ساتھ آپ نے اس کی والدہ والا معاملہ پیش فرمایا اور اس نے ہر ایک کے معاملہ میں اظہار ناگواری اور اظہار غیرت کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ساتھ بھی تم زنا کی خواہش کروگے وہ کسی کی ماں ہوگی یا کسی کی خالہ یا پھوپھی یا بہن ہوگی پھر آپؐ نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَاَحْصِنْ فَرْجَہٗ
(ابن کثیر از مسند امام احمد بروایت حضرت ابوامامہؓ)
یا اللہ اس کے گناہ معاف فرما اور اس کے قلب کو پاک فرما۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اس کے بعد مرتے دم تک زنا کا وسوسہ بھی کبھی نہ آیا۔

۲۳۔ حضرت عکافؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کرفس ایک عبادت گذار شخص تھا کسی سمندر کے کنارے تین سو سال تک اس طرح عبادت کی کہ دن کو روزہ رکھتا رات کو نماز میں قیام کرتا۔ پھر ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہوجانے کے سبب حق تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور سب عبادت ترک کردیا۔ پھر حق تعالیٰ نے ان کو خلاصی

عطا فرمائی اس بلا سے ان کے بعض عمل کی برکت سے اور توجہ فرمائی اور معاف فرمادیا۔ پھر مخاطب سے فرمایا اے عکاف رضؓ تم نکاح کر لو۔۔۔۔ وَاِلَّا فَاَنْتَ مِنَ الْمُذَبْذَبِیْنَ ○ ورنہ تو خسارہ میں ہوگا۔ اسی حدیث کے شروع میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ شِرَارُکُمْ عُزَّابُکُمْ وَاَرَاذِلُ مَوْتَاکُمْ عُزَّابُکُمْ تم میں سب سے بُرے وہ لوگ ہیں جو بدون بیوی کے ہیں اور تمہارے مرنے والوں میں بُرے لوگ وہ ہیں جو بدون بیوی کے تھے اور عُکاف رضؓ کو نکاح نہ ہوتے کے سبب شیطان کا بھائی فرمایا نیز ارشاد فرمایا کہ صالحین پر شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار عورتیں ہیں (پھر عُکاف نے نکاح کر لیا) جمع الفوائد ج۱ ص۲۵

فائدہ: اس حدیث میں نکاح کی ترغیب ہے اور نکاح نہ کرنے کے فتنوں کا ذکر ہے۔ لیکن نکاح سے مجبور لوگوں کیلئے دوسری روایت میں علاج روزہ مذکور ہے۔

۲۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مسکین ہے، وہ شخص مسکین ہے جس کے بیوی نہ ہو لوگوں نے عرض کیا کہ وَاِنْ کَانَ کَثِیْرَ الْمَالِ اگرچہ مال کثیر رکھتا ہو آپؐ نے فرمایا اگرچہ مال کثیر رکھتا ہو پھر فرمایا وہ عورت مسکینہ ہے مسکینہ ہے جس کے شوہر نہ ہو لوگوں نے عرض کیا وَاِنْ کَانَتْ کَثِیْرَۃَ الْمَالِ اگرچہ مال کثیر رکھتی ہو ارشاد فرمایا اگرچہ مال کثیر رکھتی ہو

۲۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا پونجی ہے اور بہترین دولت دنیا کی نیک عورت ہے۔

۲۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے صرف حسن کو دیکھ کر یا صرف مال دیکھ کر نکاح نہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے

حسن اس کو برائی کی طرف لے جاوے اور مال اس کو سرکش اور بدتمیز کردے۔ پس نکاح میں دین کو مقدم رکھو۔ یعنی عورت دیندار سے نکاح کرو۔ (جمع الفوائد ص۱۵۷)

۲۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الْإِيْمَانِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِيْ نِصْفِ الْبَاقِيْ جس شخص نے نکاح کرلیا اس نے بے شک نصف ایمان مکمل کرلیا اور نصف باقی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ (جمع الفوائد ص۵۲)

فائدہ: نکاح سے دل کو سکون رہتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت آسان ہوجاتی ہے بس ہمت اور تقویٰ کا اہتمام رکھے تو انشاء اللہ تعالیٰ محفوظ رہے گا۔

۲۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں (یعنی اس کا سامنا اور اس کا پیچھا دونوں دل کو اور ایمان کو خراب کرتا ہے) پس جب کسی شخص کی نظر کسی عورت پر پڑجاوے (اور اس کا خیال آئے) تو اپنی اہلیہ سے صحبت کرلے اس عمل سے اس کے نفس کا برا تقاضا دفع ہوجاوے گا۔ (جمع الفوائد صفحہ ۱۵۷)

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں اِنَّ الَّذِيْ مَعَهَا مِثْلُ الَّذِيْ مَعَهَا یعنی جو تمہاری بیوی کے پاس ہے وہ بھی مثل اسی چیز کے ہے جو اس اجنبیہ کے پاس ہے۔

۲۹۔ مَنْ عَشِقَ وَكَتَمَ وَعَفَّ ثُمَّ مَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ (حدیث)

جو شخص عاشق ہوا اور اپنے عشق کو چھپایا اور عفیف رہا (یعنی نہ آنکھ سے دیکھتا ہے نہ ہاتھ سے خط لکھتا ہے نہ پاؤں سے جاتا ہے اس کی

لگی میں، نہ دل میں قصداً اس کا خیال لاتا ہے) اور اس ضبط اور گھٹن سے مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (از تصانیف حکیم الامت تھانویؒ)

۳۰۔ اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّیْطٰنِ (رزین) (لِاَنَّہٗ یَصْطَادُ بِہِنَّ الرِّجَالَ وَیَجْعَلُہُنَّ اَسْبَابًا لِّاِغْوَائِہِمْ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں شیطان کی جال ہیں (حبائل کے معنی پھندا اور جال) یعنی شیطان عورتوں کے ذریعہ سے مردوں کا شکار کرتا ہے۔

۳۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اِنَّ النَّظْرَ سَہْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ مَّنْ تَرَکَہَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَانًا یَّجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ (کنز العمال ج ۵ ص ۳۲۸)

ترجمہ:۔ حدیث قدسی ہے حق تعالیٰ کا ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل فرمایا نظر شیطان کے تیروں سے زہریلا تیر ہے جو شخص میرے خوف سے باوجود دل کے تقاضے کے اپنی نظر پھیر لے میں اسکے بدلے اس کو ایسا پختہ ایمان دیدوں گا جس کی لذت کو وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔

۳۲۔ **حدیث:** جب تم میں کوئی دیکھے کسی حسین عورت کو اور وہ اس کو اچھی معلوم ہو پس اس کو چاہئے اپنی بیوی کے پاس چلا آوے یعنی اس سے صحبت کرے فَاِنَّ الْبُضْعَ وَاحِدٌ وَّمَعَہَا مِثْلُ الَّذِیْ مَعَہَا کیونکہ شرمگاہ دونوں جگہ ایک ہی سی ہے اور بی بی کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اس اجنبی عورت کے پاس ہے

ارشاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دیوبندیؒ اپنی نظر کو

ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک منحصر رکھنا چاہئے اور لذت کے درجے کے درپے نہ ہو کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں پس جو اس کے درپے ہوگا اس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہوگی اور جو شخص نفس حاجت پر کفایت کرے گا جس وقت حاجت پوری ہو جاوے گی اس کو سکون ہو جاوے گا۔ پس اجنبیہ کی فرج کو اپنی بی بی کی فرج پر کوئی افزونی نہیں اور دونوں میں فرق کرنا محض شیطان کا تلمع ہے یہ تقریر حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس کو حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے التشرف جلد ثالث میں نقل فرمایا ہے۔

بلعم بن باعورا کی عبرتناک حکایت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ایک عالم مقتدا جس کا نام بلعم بن باعورا ملک شام بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا۔ بعض روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ جب غرق فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کا حکم ملا تو جبارین خائف ہوئے اور جمع ہو کر بلعم بن باعورا کے پاس آئے اور دعا کی درخواست کی کہ ہمارے مقابلہ سے حق تعالیٰ ان کو واپس فرمادیں۔

بلعم بن باعورا کو اسم اعظم معلوم تھا اس کے ذریعہ جو دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔ بلعم نے کہا کہ افسوس کہ وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں میں ان کے خلاف کیسے بد دعا کر سکتا ہوں اس سے تو میرا دین اور میری دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ ان لوگوں نے جب

بے حد اصرار کیا تو بلعم نے کہا اچھا میں حق تعالیٰ سے اس نوع کی دعا کی اجازت لیتا ہوں۔ اس نے کوئی عمل یا استخارہ کیا جواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے اس نے قوم کو بتلایا کہ مجھے بد دعا کرنے سے روک دیا گیا کہ اس وقت قوم جبارین نے بلعم کو بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی اس نے ہدیہ قبول کر لیا۔ پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس کی بیوی نے بھی مشورہ دیا کہ رشوت قبول کر لو پس وہ بیوی اور مال کی محبت میں اندھا ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بد دعا کرنا شروع کی۔

اس وقت قدرت الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ جو کچھ وہ کلمات بدعا نکالتا تھا وہ کلمات جبارین کے لئے نکلتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے نکلتا ہی نہ تھا پس قوم جبارین کے لوگ گھبرا گئے اور چلا اٹھے کہ تو ہمارے خلاف بدعا کر رہا ہے۔

بلعم نے کہا میں کیا کروں میری زبان میرے اختیار سے باہر ہو گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر تباہی آئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی اسی عذاب کا قرآن حکیم میں ذکر ہے۔ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ (پارہ ۹۔ سورۃ الاعراف رکوع ۲۲)

پس بلعم کا حال ایسا ہے جیسے کتا کہ اس پر بوجھ لادو تو ہانپنے لگے اور اگر چھوڑ دو تو بھی ہانپے۔ پھر بلعم نے کہا کہ اے میری قوم! اب تو میری دنیا اور آخرت تباہ ہو گئی مگر ہم تمہیں ایک چال بتاتے ہیں جس کے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر پر غالب آ سکتے ہو۔ وہ

چال یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجدو یہ لوگ مسافر ہیں گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں اس تدبیر سے اگر یہ حرام کاری میں مبتلا ہو گئے تو ان پر قہر و عذاب نازل ہوگا اور پھر یہ قوم فاتح نہیں ہو سکتی۔ بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آگئی اور اس تدبیر سے بنی اسرائیل کا ایک شخص فتنہ میں بتلا ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت روکا مگر نہ مانا جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل پر طاعون کا سخت عذاب آیا اور ستر ہزار اسرائیل مر گئے بعد ازاں جس شخص نے بُرا کام کیا تھا اس جوڑے کو قتل کر کے منظر عام پر ٹانگ دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور سب نے توبہ کی اس وقت یہ عذاب رفع ہوا۔

عشق مجازی کے متعلق حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ کے چند اہم اور نہایت نافع ارشادات

مع تشریحات از مؤلف

ملفوظ ۱ عشق مجازی عذاب الٰہی ہے۔ روح دنیا ہی میں نہایت بے سکون پریشان ہو جاتی ہے۔ نیند حرام ہو جاتی ہے ہر وقت اسی معشوق کا خیال ستاتا ہے نہ موت نہ زندگی اہل دوزخ کے بارے میں ارشاد ہے لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ (پ ۳۰ اعلیٰ) نہ مرے گا نہ زندہ رہے گا

موت اور حیات کے درمیان کیا ہی بڑی کشمکش کی زندگی ہوگی۔ دوزخ جو مجرمین کی جگہ ہے اس کے آثار و علامات دنیا ہی میں اُن مجرمین اور گنہگاروں پر کرب و تکلیف روحانی اور امراض جسمانی کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ احقر کا ایک شعر ہے۔

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

اس شعر کی تشریح یہ ہے کہ اگر اس حسین سے وصال ہوا تو عاشق حرص سے اس قدر مادۂ منویہ ضائع کر دیتا ہے کہ اکثر بالکل نامرد ہو جاتا ہے پھر حکیموں کی خوشامد کرتا ہے اور کشتۂ سنکھیا کھانا پڑتا ہے اور اگر نہ اچھا ہوا تو سنکھیا کھا کر خودکشی کرتا ہے اور اگر فراق ہی ہمیشہ رہا تو بھی تڑپ تڑپ کر کتے کی موت مرتا ہے۔ اسی سبب سے حضرت خواجہ مجذوبؒ نے فرمایا کہ جب ان آتشی رخوں پر نظر اچانک پڑ جاوے تو ان کے رخساروں کی سرخی کو آگ سمجھ کر رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ○ پڑھو۔

دیکھ مت ان آتشی رخوں کو تو زنہار
پڑھ رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ○ (مجذوبؒ)

چشم دید عبرتناک حکایت

احقر نے ایک شاعر خوش گلو دوکاندار کو دیکھا کہ نہایت پریشان اور دوکان پر خاک برس رہی ہے نہ صفائی ہے نہ مال کا اسٹاک ہے۔ بال پاگلوں جیسے بکھرے آنکھیں زیادہ جاگنے سے خشک بے رونق اور اندر کو دھنسی ہوئی۔ احقر کو دیکھ کر اس نے دوکان کے اندر بلایا اور کہا کہ میں بہت پریشان ہوں، دوکان ختم ہو رہی ہے کسی کام میں

جی نہیں لگتا ہے

کیا جی لگے گا اس کا کسی کاروبار میں

دل پھنس گیا ہو جس کا کبھی زلف یار میں (اختر)

رات بھر نیند نہیں آتی دوکان کی تباہی سے بال بچوں پر فاقے کی نوبت ہے خدا کے لئے کسی اللہ والے کے پاس لے چلو جہاں سکون حاصل ہو احقر نے عرض کیا آخر بات کیا ہے سبب پریشانی تو بتاؤ کہا کہ عشق مجازی میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ پھر احقر کا پاکستان آنا ہو گیا معلوم نہیں اس غریب کا کیا حشر ہوا۔

ہر عشق مجازی کا آغاز برا دیکھا

انجام کا یا اللہ کیا حال ہوا ہو گا

حکایت ۲ ایک زمیندار کا لڑکا بہت خوش صورت۔ جھاڑو پھرا چہرہ ذلت کے ساتھ ایک دواخانہ میں دوا کوٹ رہا تھا۔ اس کے باپ کو دیکھا کہ بھنگی کی طرح میلے پھٹے کپڑے میں بھیک مانگ رہا ہے مقامی دوستوں نے بتایا کہ یہ باپ نہایت امیر تھا۔ سنگاپور ملایا کی آمدنی سے لاکھوں روپیہ اس کے پاس موجود تھا لیکن اس کا یہ نالائق لڑکا جو دوا کوٹنے کی ملازمت کر رہا ہے عشق مجازی کا شکار ہوا۔ پکڑا گیا۔ خوب جوتے لگے جیل میں گیا۔ تمام آمدنی اور زمینداری اس لڑکے کو جیل سے چھڑانے میں ختم ہو گئی اب دونوں باپ بیٹے اور اس کے گھر والے ذلت اور محتاجی کی زندگی گذارتے ہیں۔

حکایت ۳ ایک ڈاکٹر کا لڑکا انجینئرنگ کی ڈگری لندن سے لیکر احقر کے پاس آیا اور بتایا کہ میں لندن میں عشق مجازی کا شکار ہوا اور

بالکل نامرد ہوچکا ہوں علاج کیا مگر نفع نہ ہوا۔ باپ نے شادی کی عورت نے ایک ہفتہ کے اندر میری نامردی سے مایوس ہوکر طلاق لے لیا اور اب منہ چھپائے گھر کے اندر رہتا ہوں ہر طرف سے موت نظر آرہی ہے مگر موت بھی نہیں آتی۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دوزخی کو ہر طرف سے موت آتی نظر آئے گی مگر وہ مرنے نہیں پائے گا۔

ملفوظ ۲: لڑکوں کے عشق میں عورتوں کے عشق سے زیادہ شدید ظلمت ہوتی ہے کیونکہ عورت کسی وقت میں بعد نکاح حلال ہوسکتی ہے۔ اور مرد کسی مرد کے لئے کبھی بھی حلال نہیں ہوسکتا اس وجہ سے اس کی ظلمت نہایت شدید ہوتی ہے۔

ملفوظ ۳: کسی چھوٹے بچے یا کسی چھوٹی بچی کی طرف بھی اگر نفس کا میلان ہوا ور جس کی پہچان یہ ہے کہ اگر گود میں لیکر اسے پیار کرے تو شہوت محسوس ہو پس اس کو دیکھنا اور چھونا بھی حرام ہے۔

ملفوظ ۴: فاعل اور مفعول دونوں ایک دوسرے کی نگاہوں میں ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو جاتے ہیں۔

ملفوظ ۵: جس شخص کے چہرہ اور آنکھوں کی بناوٹ سے اور گفتگو سے نفس کو لذت ملے اور میلان خفیف بھی محسوس ہو اس سے فوراً ہٹ جانا چاہیئے۔

ملفوظ ۶: جب کسی صورت سے شغف اور عشق میں ابتلا ہوتا ہے تو اس قہر و عذاب الٰہی کو موبہ کہتے ہیں

اور شیطان اس صورت کو حقیقت سے کئی گناہ زیادہ کرکے اس کو حسین دکھاتا ہے حتیٰ کے اس کی آنکھوں میں سو تیر و کمان نظر آتے ہیں لیکن جب گناہ کرلیتا ہے تو وہی حسین صورت مکروہ اور بدصورت اور ذلیل معلوم ہوتی ہے یعنی گناہ سے قبل جو معیار حسن کا اس میں نظر آرہا تھا وہ باقی نہیں رہتا ہے اسی سے معلوم ہوا کہ وہ شیطان کی طرف سے تصرف اور شعاع انعکاسیہ شیطانیہ کا تجمّل تھا ؎

صد کمان و تیر در جے ناوکے (رومی)

جب کسی صورت کے ساتھ شغف و ابتلا سے نجات حاصل ہو جاوے تو اس کو تنبیہ کہتے ہیں ؎

گر نماید غیر ہم تمویہ اوست | در رود غیر از نظر تنبیہ اوست

ترجمہ وتشریح | جب غیر اللہ کی محبت کا غلبہ ہو تو یہ امتحان ہے اور جب غیر سے نجات حاصل ہو جاوے اور غیر نظر سے جاتا رہے تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے۔

حضرت اقدس تھانویؒ اس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جب انسان کو کسی صورت کی طرف میلان ہو جاتا ہے اور وہ صورت دل میں اُتر جاتی ہے تو وہ زبان سے اگرچہ لاحول اور سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرتا ہے لیکن چونکہ یہ عاشق دل کو اس صورت کے حصول کی حدیث نفس سے خالی نہیں کرتا اور عزم وہمت کے ساتھ خالی کرنا بھی نہیں چاہتا بس اس کا وہ حال ہوتا ہے

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پراز ذوق گناہ

معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

پس یہ عدم خلوص سبب ہوجاتا ہے عدم تاثیر استعاذہ کا (یعنی اخلاص کے ساتھ اس صورت کو چھوڑنا نہیں چاہتا پس وظیفہ کا اثر اس عدم اخلاص سے اس پر نہیں ہوتا) ورنہ حق تعالیٰ کی شان تو یہ ہے یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ اور وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی مضطر کی دعا کو قبول فرماتے ہیں جب وہ دعا مانگے اور جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرے گا ضرور ضرور ہم اپنے راستے اس کے لئے کھول دیتے ہیں۔

پس کسی صورت کے استحسان کا ضرورت سے زائد مستحسن معلوم ہونا کہ عقل اور دین میں نقصان اور اختلال پیدا ہونے لگے تمویہ کہلاتا ہے اور اس سے نجات حاصل ہونا حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کہلاتا ہے۔ حضرت اقدس تھانویؒ اس مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ احقر کو بھی اس وقت ایک تمویہ میں ابتلا ہے اور ایک تنبیہ کی استدعا ہے اے اللہ رحم وکرم فرما اور اے ناظرین آپ بھی میرے لئے دعا کریں کہ کہ ہر تمویہ سے نجات حاصل ہو اور نجات کے بعد حفاظت اور موت کے بعد مغفرت کی دعا کریں۔

اَللّٰهُمَّ نَجِّ اَشْرَفَ عَلِیْ وَاحْفَظْ اَشْرَفَ عَلِیْ وَاغْفِرْ لِاَشْرَفَ عَلِیْ۔ اٰمِیْن

(صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶ دفتر ششم کلید مثنوی)

نوٹ:۔ اللہ والوں کا امتحان اور انکی تمویہ کو ہرگز اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہئے ۔ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ البتہ عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور خدائے تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اپنے تقویٰ و تقدس پر کبھی ناز نہ کرے اور حق تعالیٰ سے حفاظت اور پناہ مانگتا رہے۔

عشق مجازی کے متعلق

حضرت مولانا عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات

از مثنوی رومی

ارشاد ۱ کودکے از حسن شد مولائے خلق
بعد پیری شد خرف رسوائے خلق

ترجمہ: جو لڑکا کم سنی میں اپنے حسن کے سبب سردار خلق بنا ہوا ہے یعنی ہر شخص اس کو دیکھ کر کہتا ہے آؤ بادشاہ۔ آؤ میرے چاند اے میرے دل و جان کے مالک وغیرہ وغیرہ جب یہی لڑکا بوڑھا ہو کر آوے گا تو یہی مخلوق اس کو ذلیل اور کھونسٹ سمجھے گی۔ احقر کا شعر ہے

اس کے عارض کو لغت میں دیکھو کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

ارشاد ۲ ہمچو امرد کز خدا نامش دہند
تا بدیں سالوس در دامش کنند

ارشاد ۳ چوں بہ بدنامی بر آید ریش او
ننگ دارد دیو از تفتیش او

ترجمہ و تشریح شعر ۲ مثل حسین لڑکے کے کہ عاشق مجاز اس کے حسن سے متاثر ہو کر اس کو اپنا آقا کہتے ہیں اور بعض خدائے حسن کہتے ہیں تاکہ اس تعریف اور خوشامد سے اس کو اپنے مکر و فریب کے جال میں پھانس لیں۔

شعر ۳ لیکن جب وہ حسین [illegible] کا اسی بد نامی اور معشوقیت کی رسوائی کے ساتھ کچھ دن میں داڑھی مونچھ والا ہو جاتا ہے تو اسکے تمام عشاق اس کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کھسک جاتے ہیں اور اس کی کم سنی میں جو آگے پیچھے اس کی خدمت میں پھرتے تھے اب شیطان کو بھی اس کی خیریت اور مزاج پرسی سے شرم آتی ہے۔

ارشاد ۴ چوں رود نور و شود پیدا دُخاں
بفسرد عشق مجازی آں زماں

جب داڑھی مونچھ آجانے سے چہرہ کا حُسن جاتا رہا اور دھواں ظاہر ہوا (جیسا کہ داڑھی منڈانے کے باوجود رُخساروں پر ہلکی سیاہی سی ظاہر رہتی ہے) تو عشق مجازی کا بازار وہیں ٹھنڈا اور سرد ہو کر رہ جاتا ہے۔

ارشاد ۵ وعدہا باشد حقیقی دلپذیر
وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر

ترجمہ و تشریح | حق تعالیٰ کے وہ وعدے جو مومنین کے لیے دیدار اور جنت کے ہیں ان سے اولیائے کرام اور مومنین کاملین کے ارواح اور قلوب کس درجہ پرسکون اور اطمینان کی لذت سے سرشار ہیں لیکن جن کو شیطان عشق مجازی اور حسن فانی پر جو کچھ ملمع سازی کرکے عارضی چمک دمک دکھا کر جن کو بے وقوف بنا لیتا ہے ان کے دلوں کا غم اور ان کی پریشانیاں اسقدر واضح ہیں کہ خود عاشق مجاز اس سے نالاں ہیں۔

حکایت | ایک سیاہ فام عاشق مجاز ڈاکٹر میرے مرشد پھولپوری

کے پاس کانپور میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت رات بھر نیند نہیں آتی ایک عالم اضطراب طاری ہے۔ احقر نے دل میں سوچا کہ عشق مجازی قہر الٰہی ہے دیکھو بیچارہ کس طرح تڑپ رہا ہے۔ اور اللہ والے کیسے مطمئن اور خوش ہیں کہ ان کو اپنے محبوب حقیقی سے کبھی فراق ہی نہیں۔

ارشاد ۶ زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر

باشد ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر

ترجمہ وتشریح | اسی سبب سے کہ دنیا کے معشوقوں کا حسن عارضی ہوتا ہے کچھ ہی دن میں ان کے عاشقوں کے بازار کا ہنگامہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اور اپنی آنکھوں سے حسن رفتہ کے کھنڈرات اور ویرانیوں کو دیکھ کر ایام رفتہ کے رائگاں جانے پر آہ سرد کھینچتے اور کفِ افسوس ملتے ہیں اور برعکس عشاق حق چونکہ غیر فانی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ذات کی محبت میں سرگرم ہیں اس لئے ان کے بازار محبت کا ہنگامہ گرم تر رہتا ہے۔

ارشاد ۷ رنگ تقویٰ رنگ طاعت رنگ دیں

تا ابد باقی بُوَد برعابدیں

اہل اللہ کے تقویٰ اور طاعت اور دین کا رنگ ہمیشہ ان کی روح پر باقی رہے گا اور ہمیشہ حق تعالیٰ کی محبت کی لذت سے ان کی روح سرشار اور پرکیف رہے گی حتیٰ کہ جنت میں پہنچ کر ہمیشہ کے لئے لطف وعیش کی زندگی پائیں گے۔

ارشاد ۸ رنگ شک رنگ کفران ونفاق

تا ابد باقی بُوَد برجان عاق

ترجمہ وتشریح | اسی طرح شک اور کفر اور نفاق کا رنگ بھی ہمیشہ

ے تاب نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں

اُن کی جھلک بھی تھی مری چشم پرآب میں

ے جو نکلی آہیں تو حور بن کر جو نکلے آنسو تو بن کے گوہر

یہ کون بیٹھا ہے میرے دل میں یہ کون چشم پرآب میں ہے

پس عاشقان حق ہر وقت غنچہ سے بھی زیادہ تازہ و تر اور خوش ہیں۔ عشق باقی کی خوشی باقی اور عشق فانی کی خوشی فانی۔

ارشاد ۱۲ عشقہائے کز پئے رنگے بُوَد

عشق نبود عاقبت ننگے بُوَد

جو عشق رنگ و صورت پر ہوتا ہے تو صورت و رنگ کے فنا کے بعد صرف شرمندگی باقی رہ جاتی ہے اور عشق ختم ہو جاتا ہے۔

ے گیا حُسن خوبان دلخواہ کا

ہمیشہ رہے نام اللہ کا

حکایت: ایک مرید کسی بزرگ کے یہاں خدا کی محبت سیکھنے گئے شیخ کی ایک خادمہ پر ان کی نظر پڑ گئی۔ شیطان کو صوفیوں کی بڑی فکر ہوتی ہے کہ ان کا راستہ خراب کرو ورنہ یہ اللہ والا ہو گیا تو ایک جہاں کو اللہ والا بنائے گا۔ پس شیطان نے زہر عشق والی تیر کو اس خادمہ کی آنکھوں سے اس مرید کے دل میں پیوست کر دیا۔ وہ خادمہ اللہ والی تھی تقوی کی برکت سے اس مرید کے آنکھوں کی ظلمت کو اس نے محسوس کر لیا۔

حضرت اقدس تھانویؒ نے فرمایا کہ جو لڑکا حسین متقی ہو گا اس کو اگر بری نظر سے کوئی دیکھتا ہے تو اس کی ظلمت بدنگاہی کو اس کا نور

باطن ادراک کر لیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس خادمہ نے اس کی خیانت چشم کی ظلمت کو محسوس کر لیا اور اس کی بدنگاہی کا قصہ شیخ سے نقل کیا۔ اللہ والے کسی کو رسوا نہیں فرماتے۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص بدنگاہی کر کے آیا۔ آپؓ نے نور باطن سے اس کی آنکھوں کی ظلمت محسوس کر کے فرمایا کہ کیا حال ہوگا ایسے لوگوں کا جنکی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے پس وہ سمجھ گیا اور اس نے توبہ کی اور تمام اہل مجلس پر اس مسلمان کی پردہ پوشی بھی رہی۔

پس اس شیخ کامل نے اس مرید کو کچھ نہیں کہا اور خفیہ تدبیر سے اس کے علاج کی کوشش شروع کر دی دُعا بھی کی اور تدبیر کے طور پر اس خادمہ کو مسہل دے دیا اور جس قدر دست آئے سب کو ایک طشت میں جمع کراتے رہے جب دستوں کی کثرت سے اس خادمہ کی شکل خوفناک اور بدصورت ہو گئی تو اس کو اس مرید کے سامنے پیش کیا اس مرید نے حُسن کی ویرانیاں دیکھ کر منہ پھیر لیا پھر شیخ نے فرمایا اے شخص تو اگر اس پر عاشق تھا تو اب کیوں منہ پھیر تا ہے اور اس کے بدن سے تو صرف دستوں کا یہ مجموعہ جو اس طشت میں ہے کم ہوا ہے صرف اسی پاخانہ کے بدن سے نکل جانے کے سبب تیرا عشق ٹھنڈا پڑ گیا تو معلوم ہوا کہ تو اسی پاخانہ پر عاشق تھا کیونکہ اس خادمہ کے جسم سے تو اور کوئی چیز نہیں نکلی سوائے پاخانے کے۔ پس مرید شرمندہ ہوا اور اپنی غلطی کا احساس ہوا تو یہ کی توفیق ہوئی اور کام میں لگ گیا اور جن کو توبہ نصیب نہیں ہوتی وہ مرتے وقت یہ کہتے ہیں ؎

آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے　　تہمتیں چند اپنے سر پر دھر چلے
واں سے ہر چند بھی تو لائے ساتھ میں　　یاں سے بھی تو جھلانے کو ذخیرے چلے

اس کے دستوں سے حسن کے زوال پر احقر کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

حُسن جب مسہل سے پھیکا پڑ گیا　　عشق کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا
شیخ نے طالب کی پھر اصلاح کی　　اور کہا کہ کیا ہوئی وہ عاشقی
خادمہ کے جسم سے کیا کم ہوا　　دیکھ کر کیوں آج تجھکو غم ہوا
جسم سے کیا چیز رخصت ہو گئی　　جس سے تجھکو اتنی نفرت ہو گئی
شیخ نے پھر طشت دکھلایا اسے　　جمع جس میں خادمہ کے دست تھے
اور کہا کہ دیکھ اے طالب اسے　　صرف یہ نکلا ہے اسکے جسم سے
پس ترا معشوق یہ پاخانہ تھا　　تو اسی کا آہ بس دیوانہ تھا
خادمہ سے عشق تجھکو تھا اگر　　اب وہ کیوں بھاتا رہا اے بے خبر
طالب حق ہو گیا بس منفعل　　اپنی غلطی سے ہوا بے حد خجل
رستگاری نفس کی زنجیر سے　　پا گیا مرشد کی اک تدبیر سے

ارشاد ۱۳　این نہ عشق است آنکہ در مردم بُوَد
این فساد از خوردن گندم بُوَد

ترجمہ و تشریح | حضرت رومیؒ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کا رنگ وصورت سے عشق کرنا دراصل عشق نہیں بلکہ فسق ہے اور یہ سب فساد گندم کھانے کا ہے، یعنی خدائے پاک کھانے کو دے رہے ہیں اس لئے یہ بدمستی سوجھ رہی ہے اگر خدائے پاک کھانے کو نہ دیں تو سب عاشقی ناک کے راستے نکل جاوے۔

حکایت: حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے دمشق کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ دمشق میں عشق بازی اور حسن پرستی کی بیماری عام ہوگئی تو حق تعالیٰ کی طرف سے قحط کا عذاب آیا اور بھوک کی تکلیف سے لوگ مرنے کے قریب ہونے لگے۔ تو بعض لوگوں نے ان عشق بازوں سے کہا کہ بتاؤ روٹی لاؤں یا آپ کا معشوق لاؤں تو ان عاشقوں نے کہا کہ معشوق کو ڈالو چولہے بھاڑ میں، ہمیں تو روٹی لادو کہ زندگی خطرہ میں ہے

چناں قحط سالی شد اندر دمشق

کہ یاراں فراموش کردند عشق (سعدیؒ)

حضرت سعدیؒ اس واقعہ کو اس شعر میں بیان فرماتے ہیں کہ دمشق میں ایسی قحط سالی ہوئی کہ یار لوگ بس روٹی کے غم میں عشق ہی بھول گئے۔

حکایت: حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص کو بدنگاہی کی عادت تھی ایک عالم بزرگ نے اس فعل خبیث سے منع فرمایا۔ کہنے لگا اجی حضرت میں تو حسینوں میں خدا کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہوں۔ ان بزرگ نے ایسا جواب دیا کہ دن میں تارے نظر آگئے۔ فرمایا کہ اپنی ماں کی شرمگاہ میں خدا کی قدرۃ کا تماشا دیکھ کہ تو کس قدر طول و عرض کے ساتھ ایسے تنگ راستے سے برآمد ہوا ہے۔ بس ایسا لاجواب ہوا کہ دم بخود رہ گیا۔

بعض شاعروں کا دھوکہ

بدنگاہی کے خبیث اور نص قطعی سے حرام فعل کو شیطان نے بعض شاعروں کو یہ پٹی پڑھائی کہ پاک نظر سے دیکھنا جائز ہے جب تک نظر ناپاک نہ ہو حسینوں کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں اور

اپنی اس حسن پرستی کے جواز میں یہ شعر پڑھا کرتے ہیں۔

ہر بوالہوس نے حُسن پرستی شعار کی

اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

اس شعر سے بدنظری کی گنجائش نکالنا دراصل خود اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک عرصہ تک کسی حسین کو دیکھتے رہنے سے اگرچہ اس کے وصال کی صورت کبھی نہ ہو۔ بعض لوگوں کو گندے خیالات نہیں آتے لیکن ان کی آنکھوں کو زنا کا لطف آتا رہتا ہے اور یہ نادان سمجھتا ہے کہ میری یہ نظر پاک ہے اور اس کی محبت کو بھی پاک سمجھتا ہے لیکن شیطان دراصل اس کو بدھو اور بیوقوف بنائے ہوئے ہے اور اسی طرح آہستہ آہستہ اس کی محبت کا (سلوپائزن) ہلکا زہر اس کے دل میں غیر شعوری طور پر پیوست کرتا رہتا ہے اور جب زہر عشق پورا اتر جاتا ہے تب اس کے بغیر چین نہیں آتا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے تھے کہ بعض لوگوں کو اس قدر مخفی عشق مجازی ہوتا ہے کہ خود اس عاشق کو بھی احساس نہیں ہوتا اور زندگی بھر پتہ نہیں چلتے۔ لیکن جب وہ معشوق مرجاتا ہے تب قلب میں سوزش اس کی جدائی کی محسوس ہوتی ہے ایک محقق شیخ ایسے شخص کو اس وقت تنبیہ کرتا ہے کہ توبہ کرو یہ تعلق غیر شعوری طور پر اس اجنبیہ یا امرد سے تھا جس کے انتقال کے بعد اس کا ظہور اور انکشاف ہوا۔ اسی طرح بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ میری نظر پاک ہے یا میری محبت پاک ہے میں اس حسین سے کوئی بُرا ارادہ نہیں رکھتا۔ بس اس کے ساتھ وقت گذارتا ہوں تو واضح رہے کہ یہی حسین اگر تنہائی میں

اس کے پاس رات گذارے پھر دیکھے اپنے نفس کے ہنگاموں اور زلزلوں کو کہ کس طرح اس کے ساتھ منٹوں میں نیت بُری ہوتی ہے نیت خراب ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔

ابلیس نے حضرت رابعہ بصریہؒ اور حسن بصریؒ کے متعلق کہا تھا کہ ایسے جلیل القدر ولی بھی اگر تنہائی میں کچھ وقت گذاریں تو میں ان دونوں کا تقوی توڑ دوں۔ اسی سبب سے اجنبیہ اور امرد کے ساتھ تنہائی حرام ہے۔

حکایت : ایک بوڑھے آدمی نے جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے اور ذاکر شاغل تھے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ مجھے ایک حسین لڑکے سے محبت ہے۔ آج کل وہ ناراض ہے کوئی وظیفہ بتایئے کہ وہ راضی ہو بعض لوگ ایسے بھولے اور سادے ہوتے ہیں کہ انھیں اپنی بیماری کا بھی علم نہیں ہوتا۔

حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ نے جواب تحریر فرمایا کہ خدا کے لئے اپنے حال پر رحم کیجئے اور توبہ کیجئے یہ عشق و تعلق تو حرام ہے غیر خدا سے دل کا لگانا اور تصوف و سلوک طے کرنا یہ دونوں متضاد ہیں ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

بس بڑے میاں کی آنکھیں کھل گئیں اور توبہ کی۔

ایک اہم انتباہ : پیری میں شہوت تو کمزور ہو جاتی ہے لیکن حرص

بڑھ جاتی ہے اور نفس سے مقابلہ کی طاقت بھی کمزور ہو جاتی ہے اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے اور حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے بھی لکھا ہے کہ بوڑھے آدمی کو زیادہ احتیاط سے رہنا چاہئے اور لوگوں کو بھی چاہیئے کہ بوڑھا سمجھ کر اپنی بیٹی یا لڑکا ان کے پاس تنہائی میں نہ بننے دیں جیسے نادان لوگ جاہل پیروں کے سامنے اپنی جوان لڑکی کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ یہ تو آپ کی لڑکی ہے اس سے کیا پردہ۔ خدا بچائے ایسے شیاطین پیروں سے جو نامحرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں تک دبواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا نفس تو فنا ہو چکا احتیاط کی ضرورت اسے ہے جس کا نفس زندہ ہو۔ ان جاہلوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو نابینا صحابی سے پردہ کا حکم فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نامحرم عورتوں سے پردہ سے بات چیت فرماتے اور عورتوں کو بیعت کے وقت ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑنے کے بجائے کوئی چادر ہاتھوں میں پکڑوا کر بیعت فرماتے، تو ان جاہلوں کا نفس کیا صحابہؓ اور ازواج مطہراتؓ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ پاک ہو گیا ہے۔ استغفر اللہ یہ زندقہ اور الحاد و گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

بعض لوگ خدا اور رسول سے تو محبت کرنا چاہتے ہیں مگر آزادی کے ساتھ اتباع قانون شریعت سے گھبراتے ہیں یہ عجیب محبت کا دعویٰ ہے کہ محبوب کے دستور سے گھبراتے ہیں ایک بزرگ خوب فرماتے ہیں۔

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

احقر نے شعرائے عشق مجاز کی اصلاح سے متعلق کچھ اشعار اپنی کتاب محبت الٰہیہ میں شائع کئے تھے اس کا اقتباس یہاں بھی تحریر کرتا ہوں۔

دنیائے دوں ہے خواب پریشاں لئے ہوئے
سرمست عشق ہے غم جاناں لئے ہوئے
برباد زندگی جو تھی عشق مجاز میں
آئی ہے موت مژدۂ حرماں لئے ہوئے
معلوم ہو گی عارض و گیسو کی حقیقت
ناداں مگن ہے خار مغیلاں لئے ہوئے
غافل ہے آخرت سے اگر خبط شاعری
بیکار خوش ہیں داد کا ساماں لئے ہوئے
قرآں میں اجازت ہے اگر شعر و سخن کی
اعمال نیک ذکر اور ایماں لئے ہوئے
کوئی بھی ہو جو سیرت نبویؐ سے دور ہو
اک جانور ہے صورت انساں لئے ہوئے
دھوکہ نہ دے مجھے کہیں دنیائے بے ثبات
آئی خزاں ہے رنگ بہاراں لئے ہوئے
اظہار سخت کوشی الفاظ ہیچ ہے
جب تک نہ ہو عمل کا بھی پیماں لئے ہوئے
مدّ نظر تو شاعری اخترؔ نہیں مجھے
کہتا ہوں میں ہدایت قرآں لئے ہوئے

بدنگاہی و عشق مجازی کا علاج

(منظوم از مؤلف)

اے خداوند جہان حُسن و عشق
سخت فتنہ ہے مجازی حسن و عشق
غیر سے تیرے اگر ہو جائے عشق
عشق کیا ہے درحقیقت ہے یہ فسق
عشق با مردہ ہے تیرا اک عذاب
راستے کا ہے ترے یہ سدّ باب
حکم ہے اس واسطے غضِّ بصر
تا ہو زہرِ عشق سے دل بے خطر
بدنگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ
دل کو اک دم میں یہ کرتی ہے تباہ
بدنگاہی تیر ہے ابلیس کا
زہر میں ڈوبا ہوا تلبیس کا
ہو گئے کتنے ہلاک اس راہ میں
کھو کے منزل گر گئے وہ چاہ میں
چند دن کا حسن ہے حسنِ مجاز
چند روزہ ہیں فقط یہ ساز باز
عاشق و معشوق کل روزِ شمار
رو سیہ ہونگے یہ پیشِ کردگار
غیرِ حق کا دل سے جب نکلے گا خار
دل میں ہوگی چین و لذت کی بہار
عشقِ حق سے میں رہوں بس جامہ چاک
درد دل سے لوں میں اسکا نام پاک

عشق سے اپنے تو دل کو طور کر
نور سے اختؔر کا دل معمور کر

کلام عبرتناک برائے عشق ہوسناک

از مؤلف

وہ زلف فتنہ گر جو فتنہ ساماں تھی جوانی میں
دُمِ خر بن گئی پیری سے وہ اس دارِ فانی میں

جو غمزہ شہرۂ آفاق تھا کل خونفشانی میں
وہی عاجز ہے پیری سے خود اپنی پاسبانی میں
سنبھل کر رکھ قدم اے دل بہارِ حسنِ فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خون ہے بحرِ جوانی میں
ہماری موت روحانی ہے عشقِ حسنِ فانی میں
حیاتِ جاوداں مضمر ہے دل کی نگہبانی میں
جو عارض آہ رشکِ صد گلستاں تھا جوانی میں
وہ پیری سے ہے ننگِ صد خزاں اس باغِ فانی میں
جو ابرو اور مژگاں قتل گاہِ عاشقاں تھے کل
وہ پیری سے ہیں اب مژگان خنجر کچھ طروانی میں
محبت بندۂ بے دام تھی جس روئے تاباں کی
زوالِ حسن سے نادم ہے اپنی جانفشانی میں
وہ نازِ حسن جو تھا زینتِ شعر و سخن کل تک
وہ اب پیری سے ہے محصور کیوں ریشہ دوانی میں
کہاں کا پردہ محمل کہاں کی آہ مجبوری
وہ بت پیری سے رسوا ہے غبارِ شتربانی میں
شبابِ حسن کی رعنائیاں صبحِ گلستاں ہے
مگر انجامِ گلشن دیکھ شامِ باغبانی میں
وہ جانِ نغمۂ عشاق اور جانِ غزل گوئی
ہے پیری سے گل افسردہ بہارِ شعرخوانی میں

کے ساتھ یا کثرت احتلام کی صورت میں ضائع ہونے لگتی ہے جس سے دماغ کی کمزوری۔ دل کا کمزور ہونا اور گھبرانا۔ کمر میں درد۔ پنڈلی میں درد سر میں چکر۔ آنکھ کے سامنے اندھیرا آنے لگتا، سبق نہ یاد ہونا یا یاد ہو کر جلد بھول جانا۔ کسی کام میں دل کا نہ لگنا۔ غصہ کا بڑھ جانا۔ نیند کا کم آنا۔ ہمت اور ارادہ کا پست ہو جانا۔ چونکہ منی ایک قیمتی سرمایہ ہے اس کے ضائع ہونے سے ان علامات مذکورہ کا ظاہر ہونا ایک فطری اور ضروری امر ہے۔ لہٰذا طالب علموں کو نوجوانی میں بہت ہی اہتمام سے بُری صحبت اور بدنگاہی سے بچنا چاہیئے ؎

مرقد میں ہم نے دیکھا اختر ہزار کیڑے
چپٹے ہوئے تھے ان کو کل تک جو مہ جبیں تھے

حسن فانی کے عاشقوں کی بہار چند روزہ ہوتی ہے۔

؎ بہار حسن صورت سے جو عاشق زندہ ہوتا ہے
وہ تبدیلِ بہار رنگ سے شرمندہ ہوتا ہے
جمال سیرت و معنیٰ سے جو تابندہ ہوتا ہے
تو لطف زندگی بھی اس کا پھر پائندہ ہوتا ہے

؎ شب زفاف کی لذت کا شور سنتے تھے
گذر کے تھی وہ شب منتظر بھی افسانہ
بزیر سایۂ عشق بصر ہے چین اسے
نگاہ عشق حسینوں سے اور مضطر ہے

نظم بے ثباتی حسن مجاز

(از مؤلف)

سوائے تیرے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یارب جدھر بھی جاؤں
کے غم جان ودل سناؤں کسے میں زخم جگر دکھاؤں
یہ دنیا والے تو بے وفا ہیں وفا کی قیمت سے بے خبر ہیں
پھر ان کو دل دے کے زندگی کو جفا سے آہنگ کیوں بناؤں
جو خود ہی محتاج ہیں سراپا غلام ان کا بنوں تو کیوں کر
غلام کا بھی غلام بن کر میں اپنی قیمت کو کیوں گھٹاؤں
اگر چمن میں ہے مست بلبل بہار فانی سے ہے وہ ناداں
بھلا نشیمن جو عارضی ہو تو اس کو مسکن میں کیوں بناؤں
مجھے تو اختر سکون دل گر ملا تو بس اہل دل کے در پر
تو ان کے در کو میں اپنا مسکن صمیم دل سے نہ کیوں بناؤں

راہ چلتے ہوئے اگر بد نگاہی ہوئی تو دل کے نور نکلنے اور دل کے پریشان رہنے کا وبال آتا ہے۔ لیکن اگر کسی نامحرم عورت یا حسین لڑکے پر ایسی جگہ بد نگاہی ہوتی ہے جس کا رات دن آنا جانا اور قریب رہنے کا اتفاق ہوتا ہے تو پھر اس کے عشق کے فتنے میں مبتلا ہو کر گناہ کبیرہ کا خطرہ بڑھ جاتا ہے لہٰذا ایسی جگہ سے فوراً دور ہو جانا واجب ہے یا احتیاط سخت کرنا لازم ہے ۔

ع سوائے ذکر خدا اور اولیاء کے تئیں
کسی نے چین نہ پایا کبھی زمانے میں

ع تم جس کو دیکھتے ہو گناہوں سے شادماں
زیر لب خنداں ہیں ہزاروں الم نہاں

ع یاد کرنا تھا کسے کس کو کیا
کام تیرے قبر میں آئے گا کون؟ (اختر)

فنائیت حسن مجاز اور ابتری رنگ عشاق

جہاں رنگ و بو میں رنگ گوناگوں کا منظر تھا
مگر ہر اہل رنگ و بو کا حال رنگ ابتر تھا
نظام رنگ و بو سے ہو کے جو مافوق رہتا تھا
اسی مست خدا کا رنگ ہر دم رنگ خوشتر تھا

بعض عاشقین مجاز نے احقر سے اپنی پریشانی اور نیند کی کمی، دل کی بے سکونی کا ذکر کیا۔ احقر نے انھیں ذکر اللہ بتا دیا اور اس معشوق سے ملنے جلنے کو منع کر دیا چند دن کے بعد آکر کہا کہ اب تو خوب نیند آتی ہے اور نہایت سکون کی زندگی ہے ذاکر حق کی شان یہی ہوتی ہے ؎

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کر سُلا دیا (اختر)

عشق مجاز کا علاج دراصل یہی ہے کہ اسے عشق حقیقی سے تبدیل کر دیا

جاوے اور خدا کا عشق۔ ذکر اللہ کے التزام اور اہل اللہ کی صحبت کے اہتمام سے عطا ہوتا ہے ؎

دوستو دردِ دل کی مسجد میں درد، دل کا امام ہوتا ہے (اختر)

دردِ محبت کا مبتلا جب کسی اللہ والے کی صحبت پاتا ہے تو پھر اس کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے اور اس کی شان یہ ہوجاتی ہے اشعار مؤلف

لہ پا کے صحبت تیری اے مست جمالِ ذوالجلال
ہوگیا روشن مرا استقبل و ماضی و حال

ٹہ روح را با ذاتِ حق آویختہ
درد دل اندر دُعا آمیختہ

ترجمہ:۔ اللہ والے اپنی روح کو حق تعالیٰ کی ذات سے لٹکائے ہوئے ہیں اور اپنے دردِ دل کو اپنی دعاؤں میں شامل کئے ہوئے ہیں

تارکِ لذاتِ حرام کو عام مخلوق محروم لذت سمجھتی ہے مگر ان کی شان یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے تعلق سے عظیم راحت دل میں محسوس کرتے ہیں ؎

قطرہ کا بھی محتاج سمجھتی ہے جسے خلق
دل میں ہے وہی عیش کا دریا لئے ہوئے (اختر)

کوئی عاشق مجاز جب کسی اللہ والے کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اور سلوک طے کرتا ہے تو اس کا دل نہایت درد بھرا دل ہوتا ہے اور بہت جلد اللہ تعالیٰ کے راستے کو طے کرلیتا ہے اور حفاظتِ نظر و حفاظتِ قلب کے مجاہدہ کی برداشت کو بزبانِ حال یوں کہتا ہے۔

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

فنائیت و بے ثباتی حسن مجاز

رات دن کے مشاہدات ہیں کہ بعض طبائع اور بعض قلوب حسن سے بے حد متاثر ہوتے ہیں اور فطری طور پر ایک عاشقانہ مزاج لیکر پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ قیمتی امانت محبت کی اور یہ قیمتی سرمایہ عشق کا اور یہ درد بھرا دل بڑے کام کا ہوتا ہے جب یہ اپنے مالک اور خالق حقیقی پر کسی اللہ والے سے فدا ہونا سیکھ لیتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا شعر ہے

دلے دارم جواہر پارۂ عشق ست تحویلش

کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

ترجمہ: میں سینے میں ایسا دل رکھتا ہوں جو عشق الٰہی کے جواہر پاروں کا خزانہ ہے تو آسمان کے نیچے مجھ سے زیادہ صاحب دولت کون ہوگا۔ اور اس قیمتی سرمایۂ محبت کو ان فانی حسینوں پر قربان کرکے دراصل دونوں جہاں کی زندگی کو تباہ کرنا ہے کیونکہ دنیا میں عاشق مجاز کو تمام عمر تڑپ تڑپ کر جینا ہوتا ہے ؎

نہ نکلی نہ اندر رہی جان عاشق

بڑی کشمکش میں رہی جان عاشق (اختر)

؎ چمن میں تاب رُخِ گل اگر دیکھا تو کیا دیکھا

اگر تھا دیکھنا تو دیکھتے بلبل کی بے تابی (اختر)

اور آخرت یوں تباہ ہوئی کہ غیر اللہ سے دل لگانے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ سے دل غافل ہو جاتا ہے اور عبادت کی حلاوت سلب ہو جاتی ہے

دل تباہ ہو جاتا ہے

ع دل گیا رونق حیات گئی

بیان مذمت عشق مجازی

از حضرت سعدی شیرازیؒ

(۱) جہاں اے برادر نماند بکس دل اندر جہاں آفریں بند و بس

ترجمہ:۔ اے بھائی دنیا کسی کا ساتھ نہیں دیتی مرتے ہی سب چھوٹ جاتے ہیں پس دل کو جہاں کے خالق سے باندھ لے

چوں آہنگ رفتن کند جان پاک

چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

ترجمہ:۔ جب روح دنیا سے رخصت ہوتی ہے تو کیا تخت شاہی پہ مرنا اور کیا خاک پر مرنا سب برابر ہو جاتا ہے۔

(۲) ہر کہ دل پیش دلبرے دارد

ریش در دست دیگرے دارد

ترجمہ:۔ جو شخص اپنا دل کسی دلبر کو دیتا ہے دراصل اپنی داڑھی کی عزت دوسرے کے ہاتھ میں دیتا ہے۔

حکایت:۔ حضرت سعدی شیرازیؒ نے کسی حسین کے چہرہ پر داڑھی نکلنے کے بعد دریافت کیا اے بھائی چاند پر چیونٹیاں کیوں جمع ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میرے حسن کے زوال پر ماتمی لباس میں ہے ؎

مگر بماتم حسنم سیاہ پوشیدست (گلستاں)

حکایت: ایک بزرگ عالم دین نے فرمایا ــــ کہ کسی حسین کے ساتھ خلوت پرہیزگاری کے باوجود بھی حرام ہے۔ نیز اگر اُس حسین کے فتنے سے بچ بھی جاوے گا تو بدگویوں اور بدگمانیوں سے نہ بچ سکے گا یعنی لوگ تہمت سے بدنام کرتے رہیں گے۔

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِہٖ

فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمُ

ترجمہ: اگر انسان اپنے نفس کی شرارت سے بچ بھی جاوے تو مخلوق کے بُرے گمان سے نہیں سلامت رہ سکتا۔

حدیث میں وارد ہے کہ موضع تہمت سے بچو۔ (گلستاں)

حکایت: ایک بزرگ کسی دامن کوہ میں مقیم تھے دوستوں نے کہا شہر کیوں نہیں آتے؟ فرمایا کہ شہر میں پری رو کثرت سے رہتے ہیں اور جہاں کیچڑ زیادہ ہوتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت سعدی شیرازیؒ نے جامع مسجد دمشق میں ایک حسین طالب علم سے بیان فرمایا اور اس سے رخصت ہوگئے۔ جبکہ اس نے درخواست کی تھی کہ آپ چندے قیام فرمائیں کہ ہم آپ کے علوم سے مستفید ہوں۔ آپ نے اس جگہ قیام کو اپنے دین کے لئے مضرخیال فرماکر ہجرت فرمائی۔ پس یہ عاشقانِ مجاز کے لئے نہایت اہم سبق ہے کہ اتنے بڑے شیخ کامل ہوکر کسقدر احتیاط فرماتے تھے (گلستان)

حکایت: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھاتے تھے تو ان کے حسین ہونے کے سبب ان کو پیچھے پشت کی جانب بٹھاتے تھے۔ جب داڑھی نکل آئی اور چراغ کی

روشنی کے سائے میں ان کی داڑھی نظر آئی تو حکم دیا اب سامنے آجاؤ۔ اللہ اکبر۔ اولیاء اللہ کی کیا شان ہوتی ہے اور کس درجہ وہ نفس کے شر سے محتاط ہوتے ہیں۔

حکایت : حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اپنے حجرہ تصنیف میں جب تفسیر بیان القرآن تحریر فرما رہے تھے کہ مولانا شبیر علی صاحب نے ایک لڑکے کو کسی کام سے بھیجا۔ حضرت والا اس لڑکے کو دیکھتے ہی حجرہ کے باہر آگئے اور اپنے بھتیجے مولانا شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ خبردار میرے پاس تنہائی میں کسی لڑکے کو مت بھیجا کرو۔ اور ارشاد فرمایا کہ اب میرے اس عمل سے ان لوگوں کو سبق مل جاوے گا جو مجھے بزرگ اور حکیم الامت اور کیا کیا سمجھتے ہیں (یعنی جب میں اس قدر احتیاط کرتا ہوں تو ان کو کس قدر محتاط ہونا چاہیئے)

قلب کی حفاظت کیلئے

حضرت سعدی شیرازی کا ارشاد

این دیدہ شوخ میبرد دل بکمند

خواہی کہ بکس دل ندہی دیدہ بہ بند

ترجمہ :۔ ان شوخ نگاہوں سے دل سینے سے نکل جاتا ہے پس اے سالکین طریقت اگر تم چاہتے ہو کہ دل سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی مخلوق کو نہ دو تو ان حسینوں سے آنکھیں بند رکھو۔ یعنی نگاہ نیچی رکھو۔

حدیث : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچانک نظر کے بعد دوسری نظر سے مت دیکھو کہ پہلی اچانک نظر معاف ہے اور دوسری جائز نہیں ہے

که سعدی راه و رسم عشق بازی | چناں داند که در بغداد تازی
اگر مجنوں و لیلیٰ زنده گشتے | حدیث عشق زیں دفتر نوشتے
دلا آرمے که داری دل دروبند | دگر چشم از همه عالم فرو بند

نصیحت حضرت سعدی شیرازیؒ

فرماتے ہیں کہ سعدی عشق بازی کی راہ و رسم سے اس طرح واقف ہے جیسا کہ بغداد کے لوگ عربی گھوڑوں کو پہچانتے ہیں حتیٰ کہ اگر مجنوں و لیلیٰ زندہ ہوتے تو بیان عشق میرے دفتر عشق سے کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب خواب ہے دل کا چین و آرام اسی میں ہے کہ دل کو خدائے پاک کے ساتھ وابستہ کر لو اور تمام عالم سے آنکھیں بند کر لو۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ فرماتے ہیں

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

لطف دنیا کے ہیں کے دن کیلئے | کھو نہ جنت کے مزے انکے لیے
یہ کیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ | تو نے ناداں گل دیئے تنکے لیے

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

؎ عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

احقر مولف عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ یہ عالم متغیر ہے پس جس کا کل متغیر ہے اس کا ہر جزء بھی متغیر ہے لہٰذا حسینوں کا حسن میں تغیر اور زوال ایک یقینی امر ہے پس ایسی فانی لذت بلکہ ایک خواب کی خاطر ہمیشہ والی آخرت کی زندگی کیوں خراب کی جاوے۔ نیز دنیا کی زندگی بھی گناہوں سے خراب اور بے سکون ہو جاتی ہے ؎

شب زفاف کی لذت کا شور سنتے تھے
مگر گذر کے شبِ منتظر تھی افسانہ (اختر)

ان حسینوں کے بارے میں یہ جذبہ ہونا چاہیئے ؎

جان جائے یا رہے ہرگز نہ دیکھیں گے انھیں
آخرت برباد ہوگی دیکھ کر اختر جنھیں

؎ اگر مجنوں حدیثِ ما بخواندے
تو دست از عشق لیلیٰ برفشاندے (اختر)

ترجمہ:۔ اگر مجنوں میری یہ باتیں سن لیتا تو عشق لیلیٰ سے ہاتھ جھاڑ لیتا۔

غیر حق را ہر کہ دارد در نظر شد یکے محتاج محتاج دگر

ترجمہ:۔ جو شخص کہ غیر حق کو محبوب بناتا ہے وہ در اصل خود تو محتاج

تھا ہی اب ایک محتاج کا غلام ہو کر محتاج در محتاج ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے اپنی خواہشات کا سر جھکا دیکھ پھر دیکھ کیا لطف و حلاوت دل کو عطا فرماتے ہیں۔ احقر مؤلف کے اشعار

منکشف راہ تسلیم جس پر ہوئی — اس کا غم راز دار مسرت ہوا
راہ تسلیم میں جس نے سر دیدیا — اس کا سر تاجدار محبت ہوا

مدت سے تھی جو آرزو دل میں دبی ہوئی
بس وہ بھی میں نے تیری رضا کے سپرد کی

اپنی غلط آرزو کا خون کرنے سے حسرت تو پیدا ہوتی ہے مگر قرب خاص بھی عطا ہوتا ہے۔

(۱) دلِ نامراد ہی میں وہ مراد بن کے آئے
مری نامرادیوں پر مری ہر مراد قرباں

(۲) خونِ حسرت رات دن پینے کا لطف
اس کے جلووں کی فراوانی سے پوچھ

(۳) لذتِ زخمِ شکستِ آرزو
اس کی آنکھوں کی نگہبانی سے پوچھ

(۴) مجھکو حسرت میں بھی شادمانی ملی — غم کی اک لذتِ جاودانی ملی

(۵) اس کی رضا کی لذتِ پرکیف کیا کہوں
صد داغِ حسرتِ دلِ ویراں مٹا گئی

(۶) وہ نامراد کلی گرچہ ناشگفتہ ہے
ولے وہ محرمِ رازِ دل شکستہ ہے

(۷) ویرانۂ حیات کی تعمیر کر گئی — روئیداد زندگی کسی خانہ خراب کی

یعنی جو اپنی آرزوں کو خدا کی رضا کے لئے توڑتا ہے اسکے درد بھرے دل سے دوسروں کو نور نہایت ملتا ہے۔

حفاظت نظر کا انعام خالق نظر کی طرف سے

(۱) حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جو شخص آنکھوں کی حفاظت کرے گا (یعنی کسی اجنبیہ عورت یا حسین لڑکے سے نگاہ کو محفوظ کرے اور نہ دیکھنے سے جو تکلیف ہو اس کو برداشت کرے حق تعالیٰ کی رحمت سے) وہ قلب میں ایمان کی حلاوت پائے گا۔ سبحان اللہ کتنا عظیم انعام ہے۔ حق تعالیٰ کے تعلق کی مٹھاس و شیرینی کس قدر عظیم نعمت اور دولت ہے دراصل یہ نعمت تو دونوں جہان سے بڑھ کر ہے جو تھوڑی سی تکلیف کے بدلہ میں عطا ہوتی ہے۔

جمادے چند دادم جاں خریدم بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

ترجمہ:۔ چند پتھر دے اور جان خرید لیا شکر ہے خدا کا کہ کیا ہی ارزاں خریدا۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد

آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

ترجمہ:۔ آدھی جان مجاہدہ میں وہ محبوب حقیقی لیتا ہے اور اسکے بدلے میں سو جانیں عطا فرماتا ہے (کیا ہی اچھا داتا ہے وہ ہماری لاکھوں جانیں اس کریم مطلق پر فدا ہوں) وہ وہ نعمتیں عطا فرماتے ہیں جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی ہیں۔

نے ہم ملک جہاں دوں دہد　　　بلکہ صد ہا ملک گوناگوں دہد

ترجمہ :- نہ یہ کہ وہ صرف ایسی حقیر دنیا ہی انعام میں عطا فرماتے ہیں بلکہ سیکڑوں انواع واقسام کی باطنی سلطنتیں بھی عطا فرماتے ہیں۔

حکایت: حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ گذر رہے تھے، دیکھا کہ ایک حسین کنیز مع اپنی خادمات کے گذر رہی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس حسین لڑکی کو صرف چار درہم میں خرید سکتا ہوں۔ حالانکہ اس کنیز کو اس کے مالک نے ایک لاکھ درہم میں خریدا تھا وہ کنیز سمجھی کہ یہ کوئی دیوانہ ہے اس کو اپنے مالک کے پاس لے چلیں تاکہ کچھ دیر ہنسی کی باتیں ہوں۔ اس نے کہا کیا آپ ہمارے مالک کے پاس چل سکتے ہیں ؟

فرمایا ہاں ! اس کے مالک نے جب یہ بات سنی تو بہت ہنسا اور اس نے بھی سمجھا کہ یہ کوئی دیوانہ ہے اور خوش ہوا کہ ذرا دیر ہنسی مذاق کرکے اس سے دل بہلائیں گے اُس ناداں کو کیا خبر کہ یہ عارف باللہ بزرگ ہیں۔

کنیز کے مالک نے کہا کہ بھائی آپ نے صرف ۴ درہم دام لگایا اور میں نے اس کو کس قدر گراں خریدا ہے۔

حضرت نے جواب دیا کہ عیب دار سودے کا دام کم ہی لگتا ہے۔

دریافت کیا کہ ہماری اس کنیز میں کیا عیب ہے ؟

فرمایا اس کے بدن سے پیشاب پائخانہ نکلتا ہے اور اگر یہ ایک ماہ تک اپنے دانتوں کو نہ صاف کرے تو منہ سے ایسی بدبو آوے گی کہ تم اپنا منہ اسکے قریب نہ کر سکو گے، اور اگر ایک ماہ تک یہ غسل نہ کرے تو اس کے پاس بدبو کے سبب لیٹ نہ سکو گے اور جب یہ بوڑھی ہو جاوے گی اس کی

جوانی کا لطف ختم ہو جاوے گا پھر قبر میں جا کر تو سڑ گل جاوے گی بس مالک چپ ہو رہا اور لاجواب ہو رہا پھر کچھ دیر میں دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کوئی عورت ایسی ہے جو ان عیوب سے پاک ہو۔ فرمایا۔ ہاں! جنت میں ہماری حوروں میں اس قسم کا کوئی عیب نہیں ہے نہ پیشاب نہ پائخانہ نہ منہ سے بدبو۔ ان کے پسینوں میں مشک کی خوشبو ہوگی۔ نہ ان کو موت آوے گی، نہ بڑھاپا آوے گا۔ ہمیشہ باکرہ رہیں گی اور ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔ کسی غیر مرد پر نظر نہ ڈالیں گی۔

اس حکایت میں کیا ہی عبرت کا سبق ہے۔ یعنی چند دن دنیا میں آنکھوں کو بچانا ہے اور پھر حوروں سے ملاقات کا انعام کیا ہی اعلیٰ جزا ہے دنیا کی حسینوں کا نقشہ قبر میں کیا ہوگا۔ نذیر اکبر آبادی کی زبان سے سنیئے! ؎

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مُشیّن بدن تھا مُعطّر کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

حضرت رومیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ

زلف جعد و مشکبار و عقل بر — آخر او دم زشت پیر خر

ترجمہ: اے لوگو! جن حسینوں کے گھونگھر والے اور مشکبار اور عقل اڑانے والے بالوں سے آج تم دیوانے ہو رہے ہو آخری انجام اس کا یہ ہوگا کہ جب یہ بوڑھی ہوگی تو پھر یہی زلف بڈھے گدھے کی بُری دُم معلوم ہوگی۔

(۲) دوسرا انعام حفاظت نظر کا یہ ہے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ٹوٹے ہوئے دل سے قریب تر ہوں اور آنکھوں کو بدنگاہی سے بچانے میں دل کی آرزو ٹوٹنے سے دل ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پھر اس عمل سے اس حدیث کے مطابق حق تعالیٰ کا قرب عظیم ہوتا ہے جو ہزاروں نوافل اور اذکار سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے

جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

(۳) تیسرا انعام اور مومن کو اس مجاہدہ کی برکت سے شہادت معنوی باطنی عطا ہونے کی ہے جیسا کہ تفسیر بیان القرآن میں شہداء کے متعلق تفسیر میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء صالحین بھی اس فضیلت میں شہدا کے شریک ہیں۔ سو مجاہدہ نفس میں مرنے کو بھی معنیً شہادت میں داخل سمجھیں گے اس طور پر وہ بھی شہدا ہوئے (پ۲ صفحہ۹ بیان القرآن)

احقر کا شعر اسی نعمت کو بیان کرتا ہے

ترے حکم کی تیغ سے ہوں میں بسمل

شہادت نہیں میری ممنون خنجر

(۴) چوتھا انعام یہ ہے کہ صاحب حُزن حق تعالیٰ کا راستہ اس طرح تیز طے کرتا ہے جو غیر صاحب حزن نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت اقدس تھانوی ؒ نے حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا ہے اور جب سالک اپنی نظر کو

بار بار بچاتا ہے تو نفس کو بہت غم ہوتا ہے۔ پس اس مجاہدہ کی برکت سے یہ بہت تیز سلوک طے کرتا ہے۔

(۵) پانچواں انعام یہ ہے کہ جب کوہ طور پر حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی تو کوہ طور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں کہ

بر برون کہ چو زد نور صمد — پارہ شد تادر درونش ہم زند

ترجمہ: جب حق تعالیٰ کی تجلی کوہ طور کی سطح ظاہر پر ہوئی تو وہ غلبۂ شوق سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تاکہ نور حق اس کے باطن میں بھی داخل ہوجائے گویا اس پہاڑ نے پھٹ کر اور ٹکڑے ہو کر بزبان حال بارگاہ کبریا میں یہ عرض کیا۔

؎ آجا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

پس جب مومن اپنی آنکھوں کو بار بار اجنبیہ عورتوں سے اور حسین لڑکوں سے بچانے کی مشقت کو برداشت کرتا ہے اور قلب کو بھی ان کے تصور و خیال سے لذت لینے کو روکتا ہے یعنی قصداً ان کے تصورات اور خیالات سے اپنے قلب کو محفوظ رکھتا ہے تو نفس پر یہ امر سخت ناگوار ہوتا ہے اور دل ان مجاہدات کے صدمات سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے جس سے حق تعالیٰ کا نور اس کے قلب کے اندر گہرائی میں داخل ہوجاتا ہے اور ایسے شخص کے قرب کا مقام نہ پوچھئے۔

اشعار مؤلف

۱؎ تو نے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکست آرزو کا بھی مقام قرب دیکھ

۲؎ سرفروشی دل فروشی جاں فروشی سب سہی
پی کے خونِ آرزو پھر کیفِ جامِ قرب دیکھ

۳؎ گرچہ میں دور ہو گیا لذت کائنات سے
حاصل کائنات کو دل میں لئے ہوئے ہوں میں

۴؎ مدتوں خون جگر نے گرچہ دل بسمل کیا
مجھکو ان محرومیوں نے محرم منزل کیا

۵؎ تیرے ہاتھ سے زیر تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

(۶) چھٹا انعام یہ ہے کہ کافر کی تلوار سے تو ایک مرتبہ شہادت ہوتی ہے اور مجاہدہ ختم ہو جاتا ہے اور نفس کے ان مجاہدات میں ایک عمر بسر کرنی ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے جہاد اصغر اور نفس سے جہاد کو جہاد اکبر ارشاد فرمایا ہے۔ جہاد اصغر میں جب کافروں کی تلوار سے مومن شہید ہوتا ہے تو اس کا خون دنیا کے لوگوں کو بھی نظر آجاتا ہے لیکن خواہشات نفس کی گردن پر امر الٰہی کی تلوار سے جو عمر بھر معنوی باطنی شہادت ہوتی رہتی ہے اس خون کو سوائے خدائے پاک کے کوئی نہیں دیکھتا۔ مثال کے طور پر جب کسی حسین کا سامنا ہو اور عاشقِ حق نے اپنی آنکھیں باوجود تقاضائے شدید کے اس سے ہٹالی اور آگے بڑھ گیا اور بزبان حال آسمان کی طرف دیکھ کر بارگاہ کبریا میں یہ عرض کیا ؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

حاصل یہ کہ تمام عمر یہ اندرونی زخم اگرچہ مخلوق سے پوشیدہ ہیں مگر حق تعالیٰ کے علم میں ہیں کہ ہمارا بندہ ہماری رضا میں کس طرح ہو

پی رہا ہے اور زخم پر زخم دل پر کھا رہا ہے سینے کے یہ زخم میدان محشر میں آفتاب سے زیادہ انشاء اللہ تعالیٰ روشن ہوں گے۔

داغ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی (مجذوبؔ)

اشعار از مؤلف

جس زندگی میں غم کی کوئی داستاں نہ تھی
وہ زندگی حریم کی کبھی پاسباں نہ تھی
اے دوست مبارک ہوں تجھے دل کی حسرتیں
تجھ پر برس رہی ہیں تیرے رب کی رحمتیں

(۷) ساتواں انعام نظر کی حفاظت میں یہ ہے کہ تمام عمر کے اس مجاہدہ سے ایسے آدمی کا دل ٹوٹا ہوا رہتا ہے اور غمزدہ ٹوٹے ہوئے دل سے مناجات اور دعا میں خاص لذت عطا ہوتی ہے اور خاص اثر عطا ہوتا ہے

؎ اے ٹوٹے ہوئے دل تری فریاد کا عالم
لے ٹوٹے ہوئے دل پہ نگاہ کرم انداز (اختر)

بارگاہ حق میں قرب اعلیٰ کے ساتھ ان کی دعا نہایت درد سے نکلتی ہے جس سے حجابات عالم باقی نہیں رہتے۔

نگاہ عشق تو بے پردہ دیکھتی ہے انھیں
خرد کے سامنے اب تک حجاب عالم ہے (اصغر)

اشعار مؤلف

(۱) گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

(۲) انھیں ہر لحظہ جان نو عطا ہوتی ہے دنیا میں
جو پیش خنجر تسلیم گردن ڈال دیتے ہیں
(۳) ہائے کیا جانے وہ آہوں کی نزاکت کی لچک
جس نشیمن پر نہ ہو برق حوادث کی چمک

(۸) آٹھواں انعام مجاہدات کے غم سے دل نرم ہو جاتا ہے اور ایسے دل کی زمین میں نور ہدایت اور ولایت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں

در بعقل ادراک ایں ممکن بدے
قہر نفس از بہر چہ واجب شدے

ترجمہ:۔ اگر عقل سے معیت خاصہ اور ایمان کامل کی دولت ملتی تو حق تعالیٰ نفس پر مجاہدہ کی تکلیف کیوں واجب فرماتے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۝ الآية

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں ہم ان کے لئے اپنی راہیں کھولدیتے ہیں

(۹) نواں انعام یہ ملتا ہے کہ حضرت سلطان بلخی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے سلطنت بلخ راہ حق میں لٹا کر فقیری اختیار کی تھی اور دیگر ایسے اولیاء اللہ جنہوں نے تخت و تاج شاہی کو خدائے پاک کی محبت میں خیر باد کہکر حق تعالیٰ کی راہ میں بلند مقام حاصل کیا تھا۔

حکایت:۔ حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھمؒ نے جب سلطنت بلخ

چھوڑ کر غار نیشاپور میں عبادت و مجاہدات شروع کئے تو جنگل میں جنت سے کھانا آنے لگا جس سے سارا جنگل خوشبو سے مہک جاتا تھا اسی جنگل میں ایک گھاس کھودنے والے نے اپنا پیشہ ترک کر کے فقیری لے رکھی تھی اس کو بارہ سال سے ۲ روٹی اور چٹنی خدائے پاک کی طرف سے آیا کرتی تھی اس فقیر کو بڑا رنج ہوا اور شیطان نے اس کو بہکایا کہ دیکھ تیری کیا قدر ہے اور اس نئے فقیر کی کیا قدر۔ اللہ میاں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا یہ دل میں ایسی نامناسب باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئی کہ او بے ادب او ناشکرے! جا اپنی کھرپی اٹھا جس سے گھاس کھودا کرتا تھا اور اپنی جھولی سنبھال جس میں گھاس رکھتا تھا اور اسی طرح کھا کما جس طرح کھاتا کماتا تھا۔ تو نے میری راہ میں اپنی کھرپی اور جھولی قربان کی تھی اور اس نے سلطنت بلخ کا تخت و تاج شاہی اور مخمل کے گدے اور عزت سلطانی کو میری راہ میں قربان کیا ہے۔

ہے لباسِ فقر میں شاہِ بلخ
نذرِ ذُلِّ عشق ہے جاہِ بلخ

ترک کر کے عزت و جاہِ بلخ
گھر سے بے گھر ہو گیا شاہِ بلخ

بادشاہی نذرِ آہِ عشق ہے
ہفت دولت بذلِ راہِ عشق ہے

جسمِ شاہی آج گدڑی پوش ہے
جاہِ شاہی فقر میں روپوش ہے

عشقِ حق ٹھنڈک ہے جانِ صادقاں
ذکرِ حق ہی ہے غذائے عاشقاں

الغرض شاہِ بلخ کی جانِ پاک
ہو گئی جب ذکرِ حق سے عشق ناک

فقر کی لذت سے واقف ہو گئی
جانِ سلطاں جانِ عارف ہو گئی

(از مثنوی اختر)

پس نوان انعام جو غض بصر یعنی آنکھوں کی حفاظت اور حسینوں کی

محبت سے سچی توبہ کی بدولت ملتی ہے وہ یہی مقام ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی قلاش اور مفلس اور تہیدست نادار مومن بھی اس مجاہدہ کی برکت سے میدان محشر میں حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ جیسے اولیاء کی صف میں انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔ اور وہ اس طرح کہ بعض وقت عاشقانہ مزاج اور عاشقانہ فطرت رکھنے والے لوگ کسی حسین کے حسن سے اس قدر متاثر ہوجاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس بھی سلطنت بلخ یا اس سے بڑی سلطنت ہوتی تو یہ اس کے عشق میں اسے فدا کردیتے اور اس محبوب کو حاصل کرلیتے۔

چنانچہ برطانیہ کے ایک بادشاہ کا واقعہ سنا ہے کہ اُس نے اپنی محبوبہ کے عوض تخت شاہی کو خیرباد کہدیا تھا جبکہ وہاں کی اسمبلی نے یہ شرط رکھی تھی کہ یا تو اس حسینہ سے تعلق ختم کرو یا تخت شاہی سے دست بردار ہوجاؤ۔

پس جب مومن ایسے حسین کے عشق سے سچی توبہ کرتا ہے جس پر وہ سلطنت فدا کردیتا اگر اس کے پاس ہوتی لیکن خدا کے خوف سے اور رضائے حق کی خاطر وہ ایسے چاند و سورج جیسے حسینوں سے نگاہوں کو بچاتا ہے اور ان کے عشق سے دست بردار ہوتا ہے تو ایک سلطنت نہیں نہ جانے کتنی سلطنتیں راہ حق میں اس نے گویا قربان کردیا بس مفت میں عشاق طبع حضرات کو اس مجاہدہ کی برکت سے اتنا رفیع مقام میدان محشر میں انشاء اللہ تعالیٰ ہاتھ لگے گا ؎

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں ہم نے
جب کہیں جاکے دکھا یا رخ زیبا تو نے

حکایت:۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ میرے ایک پیر بھائی نے جو عالم نہیں ہیں ایک دن مجھ سے کہا کہ جب نامحرم عورتوں سے آنکھیں نیچی کر لیتا ہوں تو دل میں عجیب خوشی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا صدق اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت اس عمل پر دی ہے کہ ایسے شخص کو اس وقت ایمان کی حلاوت عطا ہوتی ہے آپ کو یہ خوشی اس حلاوت سے محسوس ہوئی لیکن آپ چونکہ عالم نہیں تھے اس لئے اس حلاوت کی تعبیر آپ نے خوشی سے کی ہے۔ احقر کو انکی اس بات سے بہت لطف آیا۔

حضرت عارف رومیؒ نے ارشاد فرمایا ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

ترجمہ:۔ اے دل یہ شکر زیادہ شیریں ہے یا وہ جو شکر کو پیدا کرنے والا ہے جو کھیتوں میں گنے کے اندر رس پیدا کرے اس کے نام میں بھلا رس نہ ہو اللہ اکبر ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام | شیر و شکر میشود جانم تمام

نام او چوں بر زبانم می رود | ہر بنِ مو از عسل جوئے شود

ترجمہ:۔ اللہ اللہ یہ نام پاک کس قدر شیریں ہے کہ اس نام پاک کو زبان سے لیتے ہی دودھ شکر کی طرح ہماری جان شیریں ہو جاتی ہے یعنی جس طرح دودھ میں شکر گھل کر تمام دودھ کو میٹھا کر دیتی ہے اسی طرح ذکر اسم ذات اللہ اللہ کی شیرینی نے ہماری جان کو شیریں کر دیا۔ جب اللہ پاک کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو میرے ہر بنِ مو

(بال بال) شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔

مولانا رومؒ دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اے دل یہ چاند زیادہ حسین ہے یا کہ وہ جو قمر ساز یعنی چاند کا بنانے والا ہے۔ وہ سرچشمۂ حسن اور مرکزِ حسن اور وہ آفتاب حسن و جمال اپنے فضل سے کسی چہرہ پر اور اسکی آنکھوں پر ایک شعاع ڈال دیتا ہے تو انسان اسے دیکھ کر پاگل ہونے لگتا ہے اور اس کی آنکھوں میں سیکڑوں تیر و کمان نظر آنے لگتے ہیں

احقر کا شعر ہے

چوں بہ عکس حسن تو از ہوش رفتہ می شوم

پس چہ باشد چوں ترا بے پردہ بینم روزِ حشر

اور جب وہ شعاع ہٹا لیتے ہیں تو پھر وہی چہرہ اور اسی آنکھ کو دیکھ کر (زوال حسن کے بعد) دل متنفر ہو جاتا ہے پس عکس سے عشق کرنا خسارہ اور دھوکہ ہے کہ عکس بھی بعد زوال حسن یا بعد موت چھن گیا اور اصل سے بھی محروم رہے جس طرح چاند کا عکس دریا میں نظر آوے اور کوئی نادانی سے دریا میں چاند تلاش کرنے کے لئے دریا میں گھس جاوے تو نہ عکس ملے گا اور نہ اصل۔ پس عکس سے رُخ کا پھیرنا اصل کو حاصل کرنے کے لئے عقلاً بھی واجب اور ضروری ہے۔ پس اس مثال سے دنیا کے حسینوں کے حُسن و جمال کو قیاس کر لیجئے کہ اُن سے نگاہ کی حفاظت کا حکم ہماری ہی مصلحت سے اور اپنے قرب کو اور اپنے دیدار کیلئے فرمایا ہے۔ ورنہ ہم ان مرنے والوں پر فدا ہو کر بے قیمت ہو جاتے ہیں

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے

جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

ایک مقام پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح متنبہ فرمایا ہے

حسن اوروں کے لئے حسن آفریں میرے لئے

جو خاک خاک ہی پر فدا ہو جاوے تو دونوں خاک ہو جاویں گے زندگی مٹی میں مل جاوے گی اور جو خاک اس ذات پاک سے رابطہ قائم کرتی ہے تو وہ زندہ حقیقی اس خاک کو بھی زندہ کر دیتا ہے۔

(۱۰) تقویٰ کا حمام انھیں خواہشات سے روشن ہے یعنی جب بندہ بُرے تقاضوں پر اپنے مالک حقیقی کے خوف سے صبر کرتا ہے تو اسکے دل میں تقویٰ کا نور روشن ہو جاتا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ الآیۃ (پ۳۰ سورۃ النّٰزعٰت)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ پس جو شخص اپنے نفس کو بُری خواہش سے باز رکھتا ہے اس خوف سے کہ ہم کو ایک دن حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر جوابدہ اور مسئول ہونا ہے تو ایسے شخص کا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔ حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں

شہوت دنیا مثال گلخن ست   کہ ازو حمام تقویٰ روشن ست

دنیا کی خواہشات کی مثال آگ کی بھٹی کی طرح ہے کہ تقوی کا حمام اسی سے روشن ہوتا ہے یعنی بُرے بُرے تقاضے گناہوں کے تقوی کی بھٹی کے لئے ایندھن ہیں ان کو اگر خدا کے خوف کے چولہے میں ڈال کر جلا دوگے تو اس سے تقوی کی روشنی پیدا ہوگی اور اگر اس بُری خواہش پر عمل کر لیا تو گویا ایندھن کو کھالیا ایندھن کھانے کے لئے نہیں

جلانے کے لئے ہے۔ ایندھن کھانے کا انجام بُرا ہے۔

گلخن۔ دراصل خانۂ گل تھا۔ اضافت مقلوبی ہے گُل کے معنیٰ یہاں اخگر آتش کے ہیں۔

(۱۱) بدنگاہی سے آنکھوں کے اندر بے رونقی اور ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے چہرہ بے رونق اور بے نور معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص بدنگاہی کرکے آیا آپ نے اس کی آنکھوں سے ظلمت محسوس کرکے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہے ایسے لوگوں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متقی بندوں کی آنکھوں میں ایک خاص چمک ہوتی ہے اور انکے چہروں پر خاص نور ہوتا ہے۔

(۱۲) متقی بندوں کو آنکھوں کی حفاظت کرتے کرتے ایسا ملکہ اور ایسی روحانی قوت عطا ہوجاتی ہے کہ حضرت اقدس تھانوی فرماتے ہیں کہ اگر متقی کامل ہو اور کوئی بے حیا شوخ اس کی آنکھیں زبردستی پھاڑ کر اپنے کو دکھائے تو وہ اپنی شعاع بصر پر حکومت کرے گا اور اس کو دیکھنے نہ دے گا مگر صرف دھندلا سا عکس جو اختیار سے باہر ہے یعنی حسن کے نکات سے شعاع بصر کو محفوظ رکھے گا آنکھیں کھُلی ہونگی مگر پوری طرح بینا نہ ہونگی۔ جس طرح کسی پر پھانسی کا مقدمہ ہو تو دنیا اسے دھندلی اور بے رونق نظر آتی ہے اللہ والوں کو بھی قیامت کے فیصلہ کا خوف پھانسی سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۳) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہوت اور بدنگاہی کے تقاضوں پر صبر سے ولایت خاصہ عطا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہجڑہ ولایت عامہ سے آگے نہیں ترقی کرسکتا کیونکہ اسکو

مجاہدہ کا وہ غم نہیں جو مرد کامل کو پیش آتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خصی ہونے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی نامرد ہونا گناہوں کے خوف سے جائز نہیں نفس وشیطان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہی مردانگی ہے۔

۱؂ خلق اطفالند جز مست خدا

نیست بالغ جز رہیدہ از ھوی

۲؂ تا ھوی تازہ ست ایماں تازہ نیست

کیں ھوی جز قفل آں دروازہ نیست

ترجمہ ۱؂ حضرت رومیؒ فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق طفل نابالغ ہے صرف مستان خدا کے یعنی جو لوگ خواہشات نفسانیہ پر غالب ہیں انکے علاوہ سب نابالغ ہیں۔

۲؂ جب تک خواہشات دل میں تازہ اور گرم ہیں ایمان تازہ نہیں کیونکہ خواہشات نفسانیہ خدا کے دروازہ کے لئے مثل قفل ہیں۔

(۴۴) بدنگاہی سے اہتمام کرکے بار بار بچنے میں نفس کو بار بار تکلیف ہوتی ہے اس سے روح میں بار بار نور پیدا ہوتا ہے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی راہ میں جب جسم کو تکلیف ہوتی ہے تو دل میں نور بنتا ہے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ گیند کو جتنے زور سے پٹکو زمین پر اسی قدر اوپر بلند ہوتا ہے اسی طرح نفس کو اس کے برے تقاضے کے وقت جس قدر زور سے دباؤ گے اسی قدر حق تعالیٰ کی طرف اسے بلندی وقرب عطا ہوگا۔

اقتباس از کتاب

اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم

پسند فرمودہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ

مؤلفہ

مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ اعظمیؒ

تبویب

حضرت اقدس مخدومی و مصلحی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

(۱) **خلوت بالامرد** (لڑکوں کے ساتھ تنہائی) سے بہت اجتناب کرے اور امرد، خوبصورت (خوبصورت لڑکے)، سے بہت ہی سخت اجتناب کرے ہرگز ان کے ساتھ خلوت نہ کرے اور خلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ بات نہ کرے نہ ان کی طرف قصداً دیکھے اور نہ ان کی بات نفس کے تقاضہ سے سنے کیونکہ امرد پرستی کا مرض اسی طرح پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتہ نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہوجاتی ہے تب پتہ چلتا ہے اور اس وقت کنارہ کشی امرد سے بہت دشوار ہوتی ہے کیونکہ یہ مثل مشہور ہے۔

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل   چو پر شد نہ شاید گذشتن ز پیل

ترجمہ:۔ چشمہ کا سوراخ ابتداء میں ایک سلائی سے بند کیا جا سکتا ہے لیکن جب وہ پُر ہوجائے گا پانی سے تو ہاتھی کے گذرنے سے بھی نہ بند ہوگا۔

اپنی پاکدامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اس مرض میں کہاں مبتلا ہو سکتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ الآیۃ نفس نہایت بُرائی کا حکم کرنے والا ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ نے امام محمدؒ کے رخ پر جب تک وہ امرد (بے ریش) تھے نظر نہ ڈالی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں سوائے نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ تو ہم تم پاک ہونے پر کیا ناز کر سکتے ہیں اگر ایسا خیال ہیں آوے تو سمجھیں کہ شیطان دھوکہ دے رہا ہے اور یہ مرض ان میں ایسی طرح پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اسے خبر نہ ہو اور جب خبر ہو گی تو تب اسے قدرت مقابلہ نفس پر نہ ہو گی یا بہت ہی مشکل ہو گی۔ یہ شیطان ہی کا مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادیؒ ایسا مرد اور رابعہ بصریؒ ایسی عورت خلوت میں ہو جاویں تو ہم دونوں کے خیالات بُرے پیدا کر کے دونوں کا منہ کالا کر دیں تو صاحبو یہ ایسے اولیاء کے بہکانے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہم اور آپ کب اس پھندے سے بچ سکتے ہیں رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○ (پ ۱۸ سورۂ مؤمنون)

؎ طفل جاں از شیر شیطاں باز کن
بعد از انشں بالملک انباز کن

ترجمہ:۔ طفل روح کو شیطان کا دودھ پینے سے روکو اس کے بعد فرشتوں کے ساتھ تمہاری دوستی شروع ہو گی۔

نفس و شیطان دونوں دشمنوں سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے ورنہ دنیا اور آخرت دونوں چوپٹ و تباہ ہو جاویں گی۔

؎ بگاڑا دین کو اپنے کہیں دنیا ہی بنجاوے
نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے مزے پائے
بڑی دولت ملے اس کو جو ہو اللہ کا عاشق
امید اجر عقبیٰ پر یہ دنیا اس سے چھُٹ جائے

نفس و شیطان سے ہر گھڑی مقابلہ کرنے کو تیار رہے جو کام کرنے کو یہ کہیں ہرگز نہ کرے مثلاً یہ کہے کہ اَمرُد (بے ریش لڑکے) کی باتیں سنو یا اس کی طرف دیکھو یا اس کے پاس چلو تو ہرگز نفس کا کہنا نہ مانے اور دو تین دفعہ نفس کی مخالفت کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اس کا تقاضا جاتا رہے گا یا (کمزور ہو جاوے گا)

اَلنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُہْمِلْہُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرِّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْہُ یَنْفَطِمٖ

ترجمہ: نفس مثل بچہ ہے اگر دودھ پینے کی عادت اس سے نہ چھڑاؤ گے تو یہ دودھ پیتے پیتے جوان ہو جاوے گا اور اگر چھڑا دو گے تو چھوڑ دے گا اور اپنے نفس کی نگرانی ہر وقت کرتا رہے اور اپنے ہر کام میں سوچتا رہے کہ یہ تقاضائے نفس یا وسوسہ شیطانی سے تو نہیں ہے تو فوراً مخالفت کرے ڈھیلا و سست نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ سے بصد زاری اور الحاح سے عرض کرے کہ یا اللہ ان اعداء سے تو پناہ دے اگر تو پناہ نہ دے گا تو ہم کو کوئی دوسرا پناہ دینے والا نہیں اور ہم سخت گھاٹے میں پڑیں گے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۝ (اور یہ حفاظت حق تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں) اور یہ سوچ لے کہ اگر امرد پرستی (بے ریش لڑکوں سے عشق) کروں گا تو یہ بات ضرور ظاہر ہو گی کیونکہ عشق اور

مشک کو چھپایا نہیں جا سکتا اور حرکات و سکنات اٹھنا بیٹھنا بات چیت کرنا وغیرہ ضرور کہہ دے گا کہ یہ امرد پرست ہے اور جب یہ ظاہر ہوگا تو تمام عزت خاک میں مل جاوے گی کیونکہ عزت اللہ تعالیٰ کی طاعت میں ہے سے

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت

بہر جاکہ رفت ہیچ عزت نیافت

ترجمہ:- جس عزیز نے حق تعالیٰ کی بارگاہ سے سرکشی کی تو جہاں بھی گیا کہیں عزت نہ پائی۔

پس خدمت دین کرے اور اللہ تعالےٰ سے دل لگائے اور ساری خرافات سے دل کو پاک وصاف رکھے اور جہاں تک ہوسکے قلب کو فارغ رکھے یہ بڑی دولت ہے اور بہار دل دیکھتا ہے اور خدائے پاک کے تعلق کی لذت پر جو رشک ہفت اقلیم ہے شکر گذار رہے۔

(۲) طالب علم کو عموماً اور طالب دین کو خصوصاً سب گناہوں سے بالخصوص شہوت کے گناہوں سے سخت پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ شہوت کے گناہوں سے تمام اعضا بالخصوص دل و دماغ بہت کمزور ہو جاتے ہیں اور حسن بھی جاتا رہتا ہے، چہرہ بدنما پیلا ہو جاتا ہے، دیکھنے میں خراب معلوم ہوتا ہے، دل بوجہ تردد اور خوف کے اور دماغ بوجہ مادۂ منی کے نکل جانے کے نہایت کمزور ہو جاتے ہیں کیونکہ سرمایۂ راحت وقوت وصحت منی ہی ہے اسکے ضایع کرنے سے قوت حافظہ بھی کمزور ہو جاتی ہے اور طالب علم کو صحت دل و دماغ اور قوت حافظہ کی نہایت ضرورت ہے۔ اگر یہ اعضا ضعیف ہوگئے تو نہ پڑھ سکے گا اور نہ پڑھا ہوا یاد رکھ سکے گا

حضرت امام شافعیؒ نے اپنے استاد حضرت وکیعؒ سے حافظہ کی کمزوری یعنی کثرت نسیاں کی شکایت کی۔ فرمایا گناہوں سے پرہیز کرو کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل نافرمان کو نہیں عطا ہوتا۔

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ
فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ

فَاِنَّ الْعِلْمَ فَضْلٌ مِّنَ اِلٰہٖ
وَفَضْلُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

اور یوں سوچے کہ اگر میں نے گناہ کیا تو علم سے محروم رہوں گا اور صحت وعافیت سے محروم ہو جاؤں گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ دری کر دی یعنی گناہ کو ظاہر کر دیا تو لوگوں میں ذلت ورسوائی ہوگی۔ منہ دکھلانے کے قابل نہ رہوں گا۔ اور یوں غور کرے کہ موت وبیماری کا وقت مقرر نہیں جب ہی مر جائے یا بیمار ہو جائے اور بیمار ہو کر یا مر کر تو گناہ چھوڑنا ہی پڑے گا تو جو چیز مر کر یا بیمار پڑ کر چھوٹ جانے والی ہو صحت وحیات ہی میں اسے چھوڑ دینا چاہئے تاکہ تارک معصیت ہو متروک معصیت نہ ہو اور قابل اجر ومدح تارک ہے نہ متروک اور پختہ ارادہ کرلے کہ میں شہوت کے تقاضے پر نہ عمل کروں گا نہ دیکھوں گا نہ بات کروں گا اور نہ بات سنوں گا اور لڑکوں اور عورتوں کی صحبت سے بہت سخت پرہیز کرے اگر کسی لڑکے کے ساتھ پڑھنے اور سبق میں تکرار کرنے یاد کرنے میں ہو تو بقدر ضرورت پر اکتفا کرے اور اگر اپنی طبیعت میں بُرا میلان پاوے تو فوراً بہت جلد اس کا ساتھ چھوڑ دے۔

اور تکرار وغیرہ سب بند کر دے۔ علیحدہ پڑھے اور جلد سے جلد دو رکعت توبہ کی نماز پڑھ کر خوب دل سے توبہ کرے۔ کیونکہ اگر علیحدہ ہونے میں تاخیر کرے گا تو تعلق کی جڑ مضبوط ہو جاوے گی اور الگ ہونے کی ہمت کمزور ہو جاوے گی اور پھر گناہ سے بچنا مشکل ہو جاوے گا اور اور اگر اللہ تعالیٰ نے بعد مدت کے فضل فرمایا اور توبہ نصیب ہوئی تب بھی برسوں اس کے خیالات اور وساوس نماز اور کتاب کو خراب کریں گے اور سخت الجھن ہو جاوے گی۔ دل پریشان و مغموم اور متفکر رہے گا اور جلدی الگ ہو جانے سے ان سب بلاؤں سے نجات رہے گی اور دل میں فرحت و خوشی کا خزانہ اور ایک بڑا عالم رہے گا۔ لڑکوں اور عورتوں کو دل میں جگہ دینا اور دل کو خدا کی محبت سے محروم کرنا کس قدر بری بات ہے اور خدائے عز و جل کے جمال بے مثال کو چھوڑ کر ان مردہ ناپائیدار صورتوں پر عاشق ہونا کیسی بے سمجھی کی بات ہے۔ کہاں وہ نور آفتاب اور کہاں یہ مردہ چراغ۔

(۳) طالب علم کو بڑی ضرورت فراغ قلب کی ہے پس کسی امرد لڑکے یا عورت سے ناجائز تعلق ہرگز نہ پیدا کرے ورنہ علم سے محروم رہے گا اور مدرسے سے خارج کر دیا جائے گا جس سے کتنی رسوائی ہوگی۔ کسی اللہ والے کی خدمت میں بار بار حاضری دیتا رہے۔ اور اپنے نفس کی اصلاح کا مشورہ لیتا رہے۔ احقر محمد اختر عفی عنہ کا شعر ہے

؎ خاک گر خاک ہوئی خاک پہ تو کیا حاصل

کاش یہ خاک فدائے شہہ عالم ہوتی

بدنگاہی اور عشق مجازی کے متعلق

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے ارشادات از تربیت سالک

علاج بدنگاہی صفحہ ۲۲۴

تحقیق: یہ بے شک مرض ہے اس کا علاج مجاہدہ ہے۔ یعنی بزور مخالفت کرنا نفس کی اور صدور خطا پر کوئی جرمانہ اس پر مقرر کرنا مثلاً ایک نظر پر بیس نفلیں اس سے انشاء اللہ تعالیٰ پوری اصلاح ہوجاوے گی۔

عشق کا علاج صفحہ ۲۲۵

حال سنہ ۱۹۰۱ء میں مجھ کو شملہ جانے کا اتفاق ہوا اُسی روز بوقت شام سفر میں راستے میں ایک نہایت حسین عورت گھوڑے پر سوار سیر کو نکلی جس کو دیکھ کر میں اور میرا دل قابو میں نہیں رہا۔ اپنی عمر میں ایسا حسن نہیں دیکھا۔ چھ ماہ سے ہر وقت اس عورت کا خیال ستاتا ہے۔ سینے میں سخت تکلیف دل میں درد اور گرمی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت میرا علاج فرمادیں کہ میرے سینے میں سے اس کا خیال چلا جاوے اور عشق و محبت حضور سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب ہو۔

تحقیق السلام علیکم۔ ایک وقت خلوت کا مقرر کر کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۵۰۰ بار اس طرح سے کہ لَآ اِلٰہَ کے ساتھ تصور کیا جائے کہ اُس کے تعلق کو قلب سے خارج کیا اور اِلَّا اللہ کے ساتھ یہ تصور کہ خدا اور رسول کی محبت کو قلب میں داخل کیا شروع کیجئے۔ اور اس کے بعد اپنے مرنے کا مراقبہ کہ دنیا سے رخصت ہو کر خدا کے روبرو جانا

ہے اگر وہ اِس کا سوال کریں گے تو کیا جواب دوں گا اور کیا منہ دکھاؤں گا اور اس کے مرنے کا تصوّر کہ مر کر گل سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے صورت بگڑ جاوے گی کہ دیکھنے والے کو بھی نفرت ہوگی اور وقت فرصت میں استغفار کی کثرت پھر دو ہفتہ کے بعد حالت سے اطلاع دیجئے اور ساتھ ہی یہ خط بھی بھیجئے۔

حال بعد سلام علیک کہ گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ مجھ کو حضور والا نے جب سے پڑھنے کے واسطے ارشاد فرمایا تھا جس پر میں نے عمل کیا اس کی برکت سے مجھ کو اُس عورت کی صورت سے نفرت پیدا ہوگئی اور اُس کے خیال سے طبیعت علیٰحدہ ہوگئی ہے۔

تحقیق۔ الحمدللہ۔ الف الف مرۃ (ہزار ہزار شکر خدائے پاک کا)۔

توبہ شکنی (بار بار توبہ کا ٹوٹ جانا)

حال۔ نفس غالب ہے گناہ کبیرہ بھی ہو جاتا ہے بعد میں بہت شرمندگی ہوتی ہے بار بار توبہ کرتا ہوں اور پختہ ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ اب یہ گناہ نہ کروں گا مگر توبہ ٹوٹ جاتی ہے گذشتہ ارادہ یاد نہیں رہتا تدبیر بیان فرما دیں کہ معاصی کی رغبت سے خلاصی ہو

تحقیق کوئی گراں جرمانہ نفس پر مقرر کریں انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔ میرے نزدیک جب معصیت کی طرف عود ہو (یعنی گناہ ہو جاوے) تو چالیس یا پچاس نفلیں اس کے تدارک کے لئے پڑھی جاویں اور پھر اطلاع دیں۔

عشق اجنبیہ کا علاج صفہ ۲۳

سوال: میں کسی عورت پر عاشق بھی ہوں اور اس کی محبت سے بے حد پریشان ہوں۔ دین و دنیا دونوں تباہ ہو رہے ہیں براہ کرم علاج سے مطلع فرمادیں۔

جواب:۔ جس سے عشق ہے اس کی صحبت کو فوراً چھوڑ دو اور اس سے بہت دوری اختیار کر لیجئے۔ ظاہری دوری اور باطنی دوری دونوں ضروری ہیں۔ ظاہری دوری یہ ہے کہ اس سے نہ بولو نہ اس کی آواز کان میں پڑنے دو نہ اس کو دیکھو نہ اس کا تذکرہ کرو، نہ اس کا تذکرہ کسی سے سنو اور باطنی دوری یہ ہے کہ قصداً اس کا تصور دل میں نہ لاؤ اگر تصور آجائے تو اور کسی کام میں لگ جاؤ اور حق تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہو اور ذکر اللہ میں مشغول رہو گو دل نہ لگے۔ اور موت مابعد الموت کو سوچا کرو اور پھر اطلاع دو۔

حال: الحمدللہ کہ اس عورت کی محبت میں کمی شروع ہو گئی

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ نفع ہوگا۔

حال: اس عورت کی محبت تو بہت کم ہو گئی اور اہل خانہ سے محبت بڑھ گئی مگر اس کی محبت اب تک دل سے بالکل نہ ختم ہوئی۔ جب اس کا خیال آتا ہے دل میں درد سا معلوم ہوتا ہے حضرت دعا فرمائیں کہ یہ اثر بھی ختم ہو جاوے۔

تحقیق: تدبیر صرف یہی ہے کہ اس سے اس قدر دوری ہو کہ کبھی سامنا نہ ہو پھر یہ کیفیت نہ رہے گی۔ اور اگر ہلکا میلان باقی رہا وہ مضر نہیں۔

نوٹ :۔ احقر مولف عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک جگہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر صدمۂ جدائی سے کسی کو غم برداشت کرتے کرتے موت آجاوے تو وہ شہید ہوگا۔ پھر یہ حدیث لکھی۔

مَنْ عَشِقَ وَكَتَمَ وَعَفَّ ثُمَّ مَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ

ترجمہ:۔ جو عاشق ہوا پھر اپنے عشق کو مخفی رکھا (یعنی اپنے مصلح و مرشد کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ کیا نہ اس معشوق پر ظاہر کیا) اور وہ پاک دامن رہا یعنی آنکھوں کو دیکھنے سے کانوں کو اس کی بات سننے سے دل کو اس کے خیالات لانے سے پاؤں کو اس کی طرف جانے سے ہاتھ کو اس کو خط لکھنے سے باز رکھا اور اس ضبط و صبر سے مرگیا تو فھو شہید، وہ شہید ہوا۔

حال عشق امردسے ۲۵۲ حسین لڑکوں کو دیکھتا ہوں تو دل میں ایک لذت شعلہ زن ہو جاتی ہے مگر فوراً منہ پھیر لیتا ہوں۔

جواب :۔ منہ بھی پھیرنا چاہئے اور قلب بھی یعنی توجہ بھی اُدھر سے ہٹالے جس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ فوراً خیال دوسری طرف کرے۔

نوٹ :۔ احقر مولف عرض کرتا ہے کہ وساوس سے تنگ و پریشان حال حضرات کو اس مضمون کو غور سے پڑھ کر عمل کرنا چاہئے جو احقر حضرت اقدس تھانویؒ کی کتاب التکشف صفحہ ۵۲ سے اقتباس کرکے درج ذیل کرتا ہے۔

چونکہ یہ مسئلہ بہ ہدایت عقل و بہ تسلیم حکماء و علماء ثابت ہے کہ

نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جب کسی بری چیز کا خیال دل میں آوے تو اس کے دفع

کرنے کا قصد نہ کرے نہ اس کے اسباب میں غور کرے کہ اس سے وہ خیال اور زیادہ آتا ہے مگر فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ کر دے اس سے وہ بُرا خیال خود بخود دفع ہو جاوے گا اور اگر پھر وہ خیال آوے پھر ایسا ہی کرے انشاء اللہ اس تدبیر سے اس کا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی متخیلہ سے نکل جاوے گا۔ علاج کلی اس کا یہی ہے اگر دل میں ضعف ہو تو مقوی قلب دوا کا استعمال (مثلاً مربائے آملہ و خمیرہ وغیرہ) بھی ضروری ہے۔ چونکہ بعض سالکوں کو یہ آفت پیش آتی ہے اس لئے یہ مجرب علاج تحریر کیا ہے اس علاج کو اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھیں امتحان کرکے اس کا نفع ملاحظہ کریں۔

اشرف علی

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

علاج وسوسہ دیگر صفحہ ۶۵۳

از تکشف

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ بعض لوگ ہم میں سے اپنے دل میں ایسے خیالات پاتا ہے اور ایسی چیزیں پیش آتی ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ محبوب معلوم ہوتا ہے اس سے کہ اس کو زبان پر لاوے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ کا شکر ہے کہ جس نے شیطان کے فریب اور کوشش کو وسوسہ ہی تک رکھا۔ آگے نہیں بڑھنے دیا۔ (ابوداؤد)

فائدہ اس حدیث میں جو علاج وسوسہ کا مذکور ہے محققین اسی کے موافق تعلیم دیتے ہیں حاصل اس کا یہ ہے کہ وسوسہ پر

محزون اور غمگین نہ ہو بلکہ خوش ہو کہ جو بلائیں وسوسہ سے بڑی ہیں ان سے حق تعالیٰ نے بچا لیا اور اس خوش ہونے سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ شیطان مومن کی خوشی سے ناخوش ہوتا ہے پس جب وہ دیکھے گا یہ وساوس سے خوش ہوتا ہے (جیسا کہ الفاظ حدیث میں تعلیم ہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ اَمْرَهٗ اِلَى الْوَسْوَسَةِ[1]) تو شیطان وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا اور ان بڑی بلاؤں سے بچنے میں بعض اوقات خود اس وسوسہ کو بھی دخل ہوتا ہے کیونکہ جب نفس اس طرف اضطراراً متوجہ ہوا تو بعض اوقات معاصی عظیمہ ظاہرہ یا باطنہ میں مشغول ہونے کی مہلت نہیں پاتا اور بچا رہتا ہے اسی واسطے فرمایا گیا ہے این بلا دفع بلاہائے بزرگ۔ نیز جب سرور شکر میں مشغول ہو گیا تو توجہ الی الوسوسۃ قصداً مرتفع ہو گئی۔ ایک حدیث میں استعاذہ کا حکم بھی ہے مضمون حدیث یہ ہے کہ بعض کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں کو کس نے پیدا کیا حتیٰ کہ آخر میں کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا اس وقت فوراً اللہ کی پناہ مانگے اور سوچنے سے باز رہے (بخاری ومسلم) حاصل اس علاج کا یہ ہے کہ ذکر اللہ میں مشغول ہو جاوے اور خدا سے پناہ مانگے۔ پس توجہ خدا کی طرف جب ہو جاوے گی نفس وسوسہ کی طرف متوجہ نہ رہے گا کیونکہ ایک وقت میں نفس دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں رہ سکتا۔ احقر اختر عرض کرتا ہے کہ جامع صغیر میں روایت ہے کہ جب شیطان دل میں وسوسہ ڈالے کہ خدا کو کس نے پیدا کیا تو تم کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ پس اس کے پڑھنے سے وہ وسوسہ چلا جائے گا۔

---

[1] (مشکوٰۃ باب فی الوسوسۃ صفحہ ۱۹)

ارشاداتِ مرشدی

جو بدنگاہی کے لئے عجیب النفع ہے

حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے چند مفید ارشادات جو سالکین اور طالبین کے مشعل راہ ہیں نقل کرنے کے بعد احقر مولف بدنگاہی سے متعلق عرض کرتا ہے کہ یہ بیماری باوجود ذکر و نوافل اور صحبت مرشد کامل بعض لوگوں میں بوجہ غفلت اور شرارتِ نفس کی قدیمی عادت کے ۸۰ اور ۹۰ برس کی عمر میں بھی سالک اور طالب کو پریشان کرتی ہے اور آنکھوں کے زنا میں اور دل کے اندر اس کے تصور سے دل کے زنا میں مبتلا کرتی رہتی ہے، نیز بدنگاہی سے عشق مجازی اور حسن پرستی کی بیماری میں سخت ہیجان اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے بدنگاہی کا راستہ بند کرنے کے لئے حضرت مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا ترتیب دیا ہوا حفاظت نظر کا معالجہ بھی یہاں بیان کرتا ہوں۔ جس میں ۷ نمبر ہیں ہر روز بعد نماز فجر ان نمبروں کو (بعد تلاوت و معمولات) مثل وظیفہ گہری فکر سے پڑھ لینا نہایت نافع ہے یہ سب معمولات جو اوپر درج ہیں ان پر عمل کرنے کی برکت سے نہ جانے کتنے بندگان خدا بدنگاہی اور عشق مجازی کی بلا اور عذاب سے نجات پاگئے اور نہ صرف نجات پاگئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت اللہ والے اور شیخ کامل بن گئے ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گر صد سالہ ہو فخر اولیا

عرض احقر برائے حفاظت نظر

مرتبہ: مرشدی و مولائی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ

حضرت مجدد ملت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ

امابعد۔ بدنگاہی کی مضرات اس قدر ہیں کہ بسا اوقات ان سے دنیا اور دین دونوں تباہ و برباد ہیں۔ آج کل اس مرض روحانی میں مبتلا ہونے کے اسباب بہت زیادہ پھیلتے جاتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بعض مضرات اور اس سے بچنے کا علاج مختصر طور پر تحریر کر دیا جائے تاکہ اس کی مضرات سے حفاظت کی جاسکے۔ چنانچہ حسب ذیل امور کا اہتمام کرنے سے نظر کی حفاظت بہ سہولت ہوسکے گی۔

(۱) جس وقت مستورات کا گزر ہو۔ اہتمام سے نگاہ نیچی رکھنا گو نفس کا تقاضہ دیکھنے کا ہو۔ جیساکہ اس پر عارف ہندی حضرت خواجہ عزیزالحسن صاحب مجذوبؒ نے اس طور پر متنبہ فرمایا ہے۔

دین کا دیکھ ہے خطرا ٹھنے نہ پائے ہاں نظر
کوئے بتاں میں تو اگر جائے تو سر جھکائے جا

(۲) اگر نگاہ اٹھ جاوے اور کسی پر پڑجاوے تو فوراً نگاہ کو نیچے کر لینا خواہ کتنی ہی گرانی ہو۔ خواہ دم نکل جانے کا اندیشہ ہو۔

(۳) یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں ذلت کا اندیشہ ہے طاعات کا نور سلب ہوجاتا ہے۔ آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

(۴) بدنگاہی پر کم از کم چار رکعت نفل پڑھنے کا اہتمام اور کچھ نہ کچھ

حسب گنجائش خیرات اور کثرت سے استغفار

(۵) یہ سوچنا کہ بد نگاہی کی ظلمت سے قلب ستیاناس ہو جاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر میں دُور ہوتی ہے۔ حتیٰ کے جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے باوجود تقاضے کے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا ہے۔

(۶) یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے میلان پھر میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اور ناجائز عشق سے دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے

(۷) یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے طاعات۔ ذکر شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہو جاتی جاتی ہے۔ حتیٰ کے ترک کی نوبت آتی ہے پھر نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

احقر ابرارالحق عفاعنہ

۲۶ شعبان ۱۳۸۱ھ

شہوت نفسانی و بدنگاہی سے متعلق نفس کی شرارتوں کے چند نمونے۔ مع ہدایات

۱۔ ایک حاجی صاحب نے مکہ شریف میں کہا کہ انڈونیشیا کی کم عمر لڑکیاں بڑی تعداد میں سفید برقعے پہنے ایک طرف کو بیت اللہ میں اس طرح جمع ہو کر بیٹھی ہیں جیسے بہت سی سفید کبوتریاں بیٹھی ہوں اور ان کے چہروں پر بڑا ہی نور معلوم ہوتا ہے۔ احقر نے کہا حاجی صاحب توبہ کیجئے یہ تو نفس کی بڑی خفیہ شرارت ہے۔ ان نامحرم لڑکیوں کے چہروں پر نور کا پتہ لگانے کے بہلنے سے شیطان نے آپ کو بدنگاہی کے فعل حرام میں مبتلا کر دیا۔ ان کو اتنے اہتمام سے دیکھنا انکے چہروں کی

نورانیت کا پتہ لگاتا یہ سب کب جائز ہے آپ کو کعبہ شریف میں اور لوگوں کے چہروں پر نور ہی نظر نہ آیا۔

انھوں نے فوراً توبہ کی اور نفس کے مکر کو سمجھ گئے۔

۲۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ زندگی میں جس نامحرم کی طرف میلان نفسانی کا احساس نہ ہو اور اس کے انتقال کے بعد بہت صدمہ محسوس ہو اور بار بار اس کی یاد ستائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس سے نفس کا تعلق ضرور تھا اگرچہ خفیف اور کم درجہ کا تھا جو اس کی موت اور جدائی سے تیز ہو گیا فوراً استغفار کرنا چاہئے۔

۳۔ بدنگاہی کا جس قدر شدید تقاضا ہوتا ہے اسی قدر اس کو روکنے میں نور بھی قوی قلب میں پیدا ہوتا ہے اور سالکین کا سلوک اسی مجاہدہ سے طے ہوتا ہے ورنہ حق تعالیٰ تو ہماری رگ جان سے بھی قریب تر ہیں پھر ان کا راستہ چلنے اور طے کرنے کے کیا معنی ہوں گے اکابر مشائخ نے یہی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ طے کرنا اور قرب الٰہی حاصل کرنا اسی طور پر ہے کہ اپنی خواہشات کو مجاہدات سے توڑ کر احکام الٰہی کے تابع کر دے پس اس طرح ہر وقت قرب بڑھتا رہتا ہے۔

۴۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ جب جسم کو خدا کے راستے میں تکلیف ہوتی ہے تو روح میں نور پیدا ہوتا ہے پس بدنگاہی کے تقاضوں سے رکنے میں دل کی تکلیف کے ساتھ ساتھ روح میں نور پیدا ہوتا ہے کسی صاحب ذوق کا خوب شعر ہے۔

نہ میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دل تباہ میں ہے

۵۔ کبھی سامنے چہرہ سے تو آنکھیں آدمی بچا لیتا ہے مگر پھر پیچھے سے اس کے لباس یا کسی عضو پر نظر ڈالکر لطف لیتا ہے اس سے بھی احتیاط چاہئے نامحرم کا جسم اور لباس بھی نہ دیکھنا چاہئے اور کوتاہی پر استغفار کرنا چاہئے۔

۶۔ عورتوں سے گفتگو کے وقت نفس اپنی آواز کو نرم کر کے بات کرتا ہے تاکہ اس کے دل کو خوش کرے یہ بھی گناہ ہے اسی طرح حسین لڑکوں سے بھی بات چیت میں نرم لہجہ میلان نفس سے اختیار کرنا گناہ ہے۔

۷۔ کبھی پوری نظر سے آدمی نہیں دیکھتا لیکن گوشۂ چشم سے دیکھ کر کچھ مزہ لے لیتا ہے یہ عمل بھی دل کو خراب کرتا ہے اور گناہ ہے نفس کی ان شرارتوں سے بہت ہوشیار رہنا چاہئے ذکر و فکر کا محنت سے کمایا ہوا نور ذرا سی غفلت میں ضائع ہو جاتا ہے۔

۸۔ بدنگاہی سے بچنے کے وقت بعض لوگ نگاہ تو نیچی کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں مگر دل اس کے ساتھ ہوتا ہے یعنی دل میں اس کے تصور سے لطف لے لیتے ہیں اس لئے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ نگاہ چشمی کی حفاظت کے ساتھ نگاہ قلبی کی بھی حفاظت کا اہتمام ہونا چاہئے۔ یعنی قلب کو بھی اس سے ہٹالے۔ اور کسی دوسرے خیال میں مصروف ہو جاوے اور سب سے بہتر ذکر الہٰی میں مشغول ہو جانا ہے خلاصہ یہ کہ نگاہ چشمی اور نگاہ قلبی کو بیک وقت ساتھ ہی ساتھ دور کر لے۔

۹۔ حدیث پاک میں گناہوں سے دوری اللہ تعالیٰ سے اتنی مانگی گئی ہے جتنی دوری کہ مشرق اور مغرب میں ہے بزرگوں نے فرمایا کہ عورتوں سے اور لڑکوں سے اختلاط اور بالخصوص تنہائی میں میل جول اور بات چیت

کرنے والے ان کے فتنے اور گناہ میں ایک نہ ایک دن مبتلا ہی ہو جاتے ہیں بالخصوص سالکین کو شیطان اکثر دو صورتوں سے خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے یا تو بڑائی دل میں ڈال کر تکبر کی لعنت میں مبتلا کر کے خدا سے دور کر دیتا ہے یا پھر عورتوں یا لڑکوں کے عشق میں مبتلا کر کے تباہ کر دیتا ہے اور یہ ابتلا بہت آہستہ آہستہ رفتار سے کرتا ہے یعنی پہلے غیر محسوس طور پر کسی حسین کی آنکھوں یا جسم یا کسی ادا سے متاثر کر دیتا ہے پھر آہستہ آہستہ اختلاط میل جول بڑھاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ صرف دل بہلانے میں کیا مضائقہ ہے گناہ نہ کریں گے لیکن جب زہر عشق آہستہ آہستہ دل پر چھا جاتا ہے پھر بقول حضرت سعدی شیرازیؒ کہ جب کیچڑ زیادہ ہو جاتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے پھر بدعملی کا نمبر بھی آ جاتا ہے۔

۱۰۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے حکایت لکھی ہے کہ ایک صاحب جو مرید حضرت حاجی صاحبؒ سے تھے بہت بوڑھے آدمی تھے تھانہ بھون خط لکھا کہ آپ تعویذ دیدو ایک نوجوان سے مجھے محبت ہے وہ آج کل ناراض ہے دل گھبرا رہا ہے۔ اسی سے دل بہل جاتا تھا۔ حضرت تھانویؒ نے جواب ارقام فرمایا کہ توبہ کیجئے یہ نفس کی شرارت ہے کسی حسین نوجوان سے دل بہلانا حرام ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس خوبصورت نوجوان سے گفتگو میں نفس کو لذت ملنے لگے فوراً اس سے دور ہو جانا چاہئے کہ یہ نفس کا حصہ ہوگا اور ظلمت کا سبب ہوگا۔

۱۱۔ ایک تاجر پارچہ فروش ادھیڑ عمر کا آنکھوں میں گہرا سرمہ لگائے ہوئے ہر خریدار عورت کو للچائی نظر سے دیکھتا ہوا خالہ اماں خالہ اماں کہہ کہہ کر بات کرتا تھا تو واضح ہو کہ کسی اجنبیہ اور نامحرم عورت کو خالہ اماں کہنے سے وہ نہ

خالہ ہو جاتی ہے نہ اماں ہو جاتی ہے یہ محض اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے اور شرارتِ نفس کا بہانہ ہے اسی طرح عورتیں بھی دھوکہ کھا جاتی ہے کہ اسکی نیت بُری کیا ہو سکتی ہے یہ تو خالہ اماں کہہ رہا ہے خدا کی پناہ یہ سب فسق و فجور اور گناہ کے سوا کچھ نہیں۔

۱۲- ایک نواب صاحب جو ذاکر شاغل کسی بزرگ سے بیعت بھی ہیں کہنے لگے کہ ایک رشتہ دار کے یہاں عورت کا ناچ دیکھا ہے۔ ان سے ان کے دوست نے کہا کہ آپ ذکر بھی کرتے ہیں اور یہ فعل ناجائز اور حرام بھی کرتے ہیں۔ اس سے آپ کے ذکر کا نور سب ضائع ہو جاوے گا۔ کہنے لگے واہ صاحب واہ آپ ذکر کی طاقت اور نور کی توہین کر رہے ہیں۔ ذکر کا نور اور ذکر کی طاقت کو ہمارے گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ دیکھئے کس طرح شیطان نے حسین لفظوں کے چکر میں ڈال کر گناہ میں مبتلا کر رکھا ہے اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی حکیم کسی مریض کو خمیرہ مروارید کھلائے اور کہے کہ خبردار سنکھیا کا زہر مت کھانا ورنہ خمیرہ کا اثر ختم ہو جاوے گا۔ اور دل پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہو جاوے گا بلکہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اب وہ مریض کہے کہ واہ صاحب پھر آپ کا خمیرہ ہی کیا ہوا۔ یہ سب نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے اگر گناہ مضر اور نقصان دہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم کو کیوں منع فرماتے حدیث پاک میں ہے اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ اے ابو ہریرہؓ حرام اعمال سے بچو تم سب سے زیادہ عبادت گذار ہوگے۔

دنیا کی محبت میں محبوب کی ذرا سی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی ہے پھر گناہوں سے مولائے کریم کی ناراضگی پر کیسے صبر آجاتا ہے۔

ے اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن

صبر چوں داری زربّ ذوالمنن

اے لوگو! تمہیں بیوی بچوں سے تو صبر نہیں ہوتا لیکن مولائے کریم سے کیسے صبر آجاتا ہے محبوب فانی پر شاعر فانی بدایونی کا شعر ہے کہ ے

میں نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبض کائنات

جب مزاج یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

انصاف تو کیجئے کہ یہاں تو مزاج یار کے کچھ ناراض ہونے سے عاشق صاحب کی اپنی نبض نہیں ڈوبی بلکہ کائنات کی نبض ڈوبتی معلوم ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو محبوب حقیقی ہیں ان کی محبت میں ان کی ناراضگی کی پروانہ ہو تو دراصل محبت کا یہاں محض زبانی دعویٰ ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور حضرت امام غزالیؒ ان اکابر نے تو یہاں تک لکھا کہ قلب کا نور فضول اور لغو کلام سے بھی کم ہو جاتا ہے پھر سوچیے گناہ کا ارتکاب اور نامحرم عورت کا گانا اور ناچ خدا کی پناہ یہ غضب الٰہی کا خریدنا اور پھر یہ گمان کہ ہم ذاکر ہیں اور ولی بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں ہمارے اولیا صرف متقی بندے ہیں اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ الآیۃ اسی آیت سے امت کا اجماع ہے کہ جو شخص ایک گناہ کا بھی عادی مجرم ہے ہرگز ولی نہیں ہو سکتا گناہوں کی عادت کے ساتھ صاحب نسبت ہونے کا بھی گمان کرنا محض دھوکہ ہے۔

وَقَوْمٌ یَّدَّعُوْنَ وِصَالَ لَیْلٰی ٭ وَلَیْلٰی لَا تُقِرُّ بِھِمْ بِذَاکَا

ایک قوم ہے جو وصال لیلیٰ کا دعویٰ کرتی ہے اور لیلیٰ کے رجسٹر عاشقین

میں ان کا نام تک نہیں ہے۔

داڑھی غیر شرعی، پائجامہ سے ٹخنے ڈھکے ہوئے، نماز باجماعت کا اہتمام نہیں اور وظیفوں کا نشہ چھایا ہے کہ ہم درویش اور تصوف کے امام ہیں اور اگر ان کے دم اور پھونک سے کوئی مریض اچھا ہوگیا یا کوئی دعا قبول ہوگئی تو پھر تو انھیں اپنی ولایت اور فقیری کے کمال میں پورا یقین ہوجاتا ہے حالانکہ دُعا تو حق تعالیٰ نے شیطان کی بھی قبول فرمائی جب اس نے قیامت تک کے لئے زندگی مانگی دیدی گئی۔ تو کیا وہ بھی ولی ہوگیا۔ بعض کافروں کی جھاڑ پھونک سے سانپ کا زہر اُتر جاتا ہے تو کیا وہ کافر بھی ولی ہوگئے؟ یہ سب گمراہی، علم صحیح نہ ہونے کے سبب ہے۔ ایک بزرگ نے خوب فرمایا ہے۔

گر ہوا پہ اُڑتا ہے وہ رات دن

ترک سنت جو کرے شیطان گن

حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ نے درویشی اور فقیری کو اپنے قصد السبیل رسالہ میں واضح کردیا کہ درویشی اور فقیری صرف اتباع شریعت اور اتباعِ سنت کا نام ہے اس کے بغیر سب گمراہی اور زندقہ ہے خواہ وہ کتنا ہی وظیفی اور جھاڑ پھونک اور کمالات رکھتا ہو۔ دجال کے بارے میں حدیث کے اندر ہے وہ بھی عجیب عجیب کرشمے دکھائے گا۔ لیکن اتباعِ شریعت سے محروم ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے تصوف، ذکر و مراقبہ یہ سب شریعت کے احکام پر عمل کرنے کے لئے بمنزلہ اسٹیم اور پٹرول کے ہے تاکہ محبت پیدا ہوجاوے اور پھر اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان

ہوجاتی ہے اور اپنی خواہشات مقابلہ کرکے آسانی سے گناہ کو ترک کردیتا ہے۔

۱۳۔ بعض لوگ فیشن والی لیڈیوں اور عورتوں کو خوب لذت سے دیکھتے ہوئے زبان سے لاحول ولاقوۃ بھی پڑھتے ہیں اور اپنی دینداری کی ساکھ جمانے کے لئے اپنے ساتھیوں سے زمانہ اور معاشرہ کی بُرائی پر تقریر بھی شروع کردیتے ہیں۔ گذارش ہے کہ اگر لاحول ولاقوۃ پڑھنا ہے تو انکی طرف نگاہ نہ کیجئے' آنکھوں کو محفوظ کیجئے پھر لاحول کا وظیفہ پڑھنا نہایت نافع ہے ان کی طرف دیکھتے بھی رہنا اور زبان سے لاحول پڑھتے رہنا یہ اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے اور یہ عمل دلیل نفرت نہیں بن سکتا۔

۱۴۔ اگر آنکھوں کو ایک بار غلط استعمال کیا گیا تو پھر ہر عورت کو دیکھتا ہی چلا جاوے گا کیونکہ ایک نافرمانی دوسری معصیت کے لئے سبب بن جاتی ہے۔ جیسے ایک نیکی دوسری نیکی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص گھر سے باہر نکلا اور اپنی آنکھوں کو محفوظ رکھتا ہے لیکن ایک بار دیکھ لیا تو پھر قوت رُکنے کی کمزور ہوجاتی ہے اور پھر مشکل سے بچ سکے گا اور تمام دن گناہوں میں ملوث رہے گا۔ جیسے بریک (BRAKE) فیل ہوجانے سے گاڑی ہر جگہ ٹکر کھاتی ہے۔

۱۵۔ کبھی آدمی اپنی آنکھیں تو بچالیتا ہے اور کئی روز تک آنکھیں محفوظ رکھتا ہے پھر شیطان یہ تدبیر اختیار کرتا ہے کہ اس کے پچھلے گناہوں کا لطف یاد دلاتا ہے اور سینے کی خیانت میں مبتلا کردیتا ہے اور جب ماضی کے گناہوں کا تصور اور لطف اس کے دل کو خیانت صدر کے فعل حرام کی ظلمت سے خراب کردیتا ہے تو دل کے خراب ہونے سے تمام اعضاء خراب

ہوجاتے ہیں کیونکہ دل بادشاہ ہے دوسرے تمام اعضا اس کے تابع ہیں حدیث پاک میں ہے کہ انسان کے اندر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ صالح ہوجاتا ہے تمام اعضا صالح ہوجاتے ہیں اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے تمام اعضا سے خراب اعمال صادر ہونے لگتے ہیں اور وہ قلب ہے۔ لہٰذا شیطان دل کے اندر گناہوں گے وساوس کے ذریعہ دل کو خراب کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے پھر جب دل شہوت سے مغلوب ہوجاتا ہے تو وہ اپنی آرزو کی تکمیل کے لئے آنکھوں کو، کانوں کو اور ہاتھ پاؤں سب کو اپنے کام میں استعمال کرتا ہے پس گناہ کے تصور سے اگر دل نے لطف لے لیا تو اس کا بریک (BRAKE) فیل ہوگیا اور معلوم ہو کہ دل اور آنکھوں کا آپس میں بڑا گہرا رابطہ ہے بلکہ دونوں کی بریک لائن ایک ہی ہے چنانچہ آنکھوں کے خراب ہونے سے دل خراب ہوجاتا ہے اور دل کے خراب ہوجانے سے آنکھیں خراب ہوجاتی ہیں یعنی کبھی آنکھ گناہ میں پہل کرتی ہے پھر دل بھی اس حسین کا تصور کرکے حرام لذت لیتا ہے اسی طرح کبھی دل کسی حسین کو سوچ کر مزہ حرام لیتا ہے پھر آنکھیں اس کو تلاش کرنے میں مصروف ہوجاتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دل اور آنکھوں کی حفاظت میں دونوں ہی اہم ہیں کسی ایک سے غافل ہوا تو دونوں ہی خرابی میں مبتلا ہوجاویں گے حق تعالیٰ شانہٗ اسی حقیقت کے پیش نظر اپنے ارشاد یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ ۝ میں آنکھوں کی خیانت اور سینے کی خیانت دونوں ہی پر خبردار فرمایا ہے کہ دیکھو جب تم کسی جگہ کسی نامحرم کو دیکھتے ہو یا دل میں گندے خیالات پکاتے ہو تو ہم دونوں ہی سے باخبر ہیں پس ہماری قدرت اور پکڑ سے خبردار ہوجاؤ۔ کسی بزرگ شاعر کا شعر ہے۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

۱۶۔ بعض لوگ اپنی بیوی سے صحبت کے وقت کسی دوسری حسین صورت کا تصور کر لیتے ہیں کیونکہ بدنگاہی سے وہ صورتیں دل میں گھر کر لیتی ہیں لیکن معلوم ہو کہ ایسا تصور کرنا حرام اور سخت گناہ کی بات ہے کسی اجنبیہ یا امرد کا تصور بوقت صحبت جائز نہیں۔

۱۷۔ بعض لوگ پہلی نظر اس نیت سے ڈالتے ہیں کہ دیکھ لوں اگر یہ لڑکا زیادہ حسین ہوا تو پھر آئندہ نہ دیکھوں گا اور اگر معمولی حسن ہے تو پھر نہ دیکھنے کا مجاہدہ کیوں اُٹھاؤں یہ تفتیش حسن بھی شیطان کا ایک باریک دھوکہ ہے۔ زیادہ حسن ہو یا تھوڑا اجنبیہ اور امرد سے ہر حال میں آنکھوں کی حفاظت کرنی چاہیئے کیونکہ قبل تفتیش مجاہدہ بھی آسان ہوتا ہے اور اگر بعض تحقیق اور مشاہدہ معلوم ہوا کہ بلا کا حسن ہے اور دل متاثر ہو گیا تو پھر مجاہدہ بھی سخت کرنا ہوگا اور اس مشاہدہ کا گناہ الگ ہوا تو عافیت کی راہ کو چھوڑ کر سختی اور مصیبت کی راہ اختیار کرنا کس قدر نادانی اور حماقت ہے۔

۱۸۔ بعض لوگ بیوی کے انتقال کے بعد بھی رات کی تنہائیوں میں اس کا تصور شہوت کے ساتھ کرتے ہیں اور سابقہ جماع وغیرہ کا نقشہ قصداً کھینچتے ہیں تو معلوم ہونا چاہیئے کہ بیوی مرنے کے بعد حکم میں اجنبیہ عورت کے ہو جاتی ہے قصداً اس کے تصور سے شہوت کی تشنگی بجھانا جائز نہیں البتہ بدون قصد خیال آجاوے تو معذور ہے۔ کیونکہ ایک عمر اس کے ساتھ بسر ہوتی ہے۔

۱۹۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ اذیت دے کر کہتے ہیں معاف کرنا میرا ارادہ تکلیف دینے کا نہ تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ ایذا رسانی کے گناہ سے بچنے کے لئے عدم قصدِ ایذاء کافی نہیں بلکہ قصدِ عدم ایذا ضروری ہے۔

یعنی تکلیف پہچانے کا ارادہ نہ ہونے سے کام نہیں چلے گا قیامت کے دن گرفت ہوگی البتہ ارادہ ہونا چاہیے کہ مجھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ پہلی صورت میں غفلت ہوتی ہے، دوسری صورت میں اہتمام سے آدمی فکر رکھتا ہے کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

اسی کلیہ کے تحت احقر مؤلف رسالہ عرض کرتا ہے کہ بدنگاہی کے مسئلہ میں عدم قصدِ نظر کافی نہیں قصدِ عدم نظر ضروری ہے یعنی دیکھنے کا ارادہ نہ ہونا ضروری ہے۔ متعدد اجنبیہ عورتوں اور خوبصورت لڑکوں سے آنکھوں کو ناپاک کرتے رہنے سے ارتکاب جرم کے الزام سے نہ بچ سکے گا جب تک کہ قصدِ عدم نظر نہ ہو یعنی اہتمام سے ارادہ کرے کہ میں کسی غلط جگہ نظر نہ کروں گا۔

۲۰۔ اچانک نظر کی معافی جو روایت میں ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جہاں امکان نہ ہو نظر پڑنے کا لیکن اچانک کوئی عورت سامنے سے گذر گئی اور بدون ارادہ نظر اس پر پڑ گئی پھر دوسری نظر سے اس کو دیکھنا حرام ہوگا اور پہلی نظر معاف ہوگی مگر اس کا مقصد یہ نہیں کہ پہلی نظر کی معافی ایسے مواقع پر بھی ہے جہاں عورتوں اور خوبصورت لڑکوں کی بہتات ہو جیسا کہ آجکل ہر بس اسٹاپ پر آدمیوں سے زیادہ لڑکیاں کالج کی کھڑی رہتی ہیں بازاروں میں انھیں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے پس ایسی جگہ اگر اہتمام سے

۲۳۔ لڑکوں کے عشق میں مبتلا ہونے والے تو نہایت تباہ ہوجاتے ہیں شادی کے قابل بھی نہیں رہتے اور فاعل ومفعول دونوں ایک دوسرے کی نگاہوں میں ہمیشہ کے لئے ذلیل اور رُسوا ہوجاتے ہیں۔ جس آنکھ کی کشش سے کبھی بیہوش ہوئے جاتے تھے داڑھی مونچھ آنے کے بعد اسی آنکھ سے آنکھ ملا بھی مشکل بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے ؎

سمجھے تھے جس نظر کو کبھی وہ حیات دل
کیوں اس نظر سے آج نظر کو بچا گئے

۲۴۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم حسینوں سے نگاہ کو بچانے کی دل میں طاقت ہی نہیں رکھتے یہ خیال سخت ترین شیطانی دھوکہ ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے وہ نہ دیکھنے کی بھی طاقت رکھتا ہے کیونکہ قدرۃ ضدین سے متعلق ہوتی ہے یہ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے۔

۲۵۔ بدنگاہی شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے عورتیں اس کی رسیاں ہیں جن سے شکار کرتا ہے۔ کبھی معمولی حسن کو نہایت زیادہ دکھا دیتا ہے، پھر منہ کالا ہونے کے بعد اسی صورت کو جب دیکھتا ہے تو شیطان اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد اپنا کرشمہ فوکس ہٹا لیتا ہے اور اصلی صورت نظر آجاتی ہے پھر آدمی ندامت سے ہاتھ ملتا ہے کہ ہائے میں نے کیوں اس کے لئے اپنا ایمان واعمال خراب کئے۔

۲۶۔ اگر اپنی بیوی کم حسین ہو تو حلال کی چٹنی روٹی کو حرام کی بریانی اور پلاؤ سے بہتر سمجھے بالخصوص جبکہ حرام لذت میں دنیا اور آخرت کی سزا اور رُسوائی بھی ہے بعض سانپ بڑے ہی حسین منقش ہوتے ہیں مگر آپ

اپنی جان کے خوف سے اس کو پیار نہیں کرتے کیونکہ یقین ہے کہ اس حسین میں زہر قاتل بھی ہے۔ اسی طرح گناہ جس قدر حسین معلوم ہو وہ جان اور ایمان دونوں کو تباہ کرتا ہے اس میں حق تعالیٰ کے غضب اور قہر و ناراضگی کا زہر بھرا ہوا ہے ایک حاکم شہر کو ناراض کر کے چین سے رہنا مشکل ہے تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے کیسے چین مل سکتا ہے۔ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ؎

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت
بہ ہر جا کہ رفت ہیچ عزت نیافت

ترجمہ:۔ جس عزیز نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی اور سرکشی کی جہاں سے بھی گیا اور کہیں عزت نہ پائی

نیز یہ مجاہدہ چند دن کا ہے جیسے سفر میں چاء اچھی نہ ملے تو وطن کی اچھی چاء ملنے کی امید پر اس کو گوارا کر لیتے ہیں اسی طرح جنت میں حوریں ملیں گی اور یہ بیبیاں اُن سے بھی خوبصورت بنا دی جائیں گی بوجہ اعمال صالحہ کے۔

۲۷۔ جو آدمی بدنگاہی اور شہوت نفسانی کا بیمار ہو وہ بس خلوت میں اتنی دیر رہے جتنی دیر کہ تلاوت و ذکر یا دینی کتب کا مطالعہ کرتا ہو۔ ورنہ فارغ ہونے کے بعد بھی خلوت میں رہنے سے شیطان دل میں گندے خیالات کے سمندر اور طوفان اٹھانا شروع کر دے گا۔ اسی لئے مصروف زندگی اکثر گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اپنے لڑکوں کو ابتداءِ جوانی میں خوب مصروف رکھنا چاہئے خالی نہ بیٹھنے دے اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ بندے خلوت سے فائدہ اٹھاتے ہیں ؎

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ مجھ کو کہیں ہوتی　　اکیلے بیٹھے رہتے یاد اک دلنشین ہوتی

لیکن جن کی زندگی کا کوئی زمانہ گناہوں میں ملوث ہو چکا ہے ایسے لوگ جب تنہائی میں فارغ بیٹھیں گے تو خیالات فاسدہ کا ہجوم ہوگا اور سینے کی خیانت کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو جاویں گے لہٰذا ایسے لوگ معمولات سے فارغ ہو کر اپنے کو بیوی بچوں کی خدمت میں یا صالحین کی صحبت و خدمت میں مصروف کر لیں اکیلے نہ رہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ بُرے ساتھی سے تو تنہائی بہتر ہے اور نیک ساتھی بہتر ہے تنہائی سے۔

۲۸۔ بعض سالکین اور صالحین کو صحبت شیخ اور معمولات ذکر کی پابندی کے باوجود بھی شہوت اور بدنگاہی کے تقاضے پریشان کرتے رہتے ہیں اور وہ اس طرح سے کہ کبھی بہت زور ہوتا ہے اور کبھی ہلکا تقاضا ہوتا ہے۔ پس اس سے گھبرانا نہ چاہئے کہ دل میں ایک سمندر ہے اور سمندر کا پانی کبھی آگے بڑھ جاتا ہے جس کو مد کہتے ہیں اور کبھی پیچھے ہٹ جاتا ہے اس کو جزر کہتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں بھی سالک پر دو حالتیں پیش آتی رہتی ہیں ایک حالت کا نام بسط ہے، دوسری کا نام قبض ہے بسط کی حالت میں ذکر میں دل خوب لگتا ہے نفس و شیطان کے تقاضے کمزور رہتے ہیں اور قبض کی حالت میں ذکر میں مزہ کم ملتا ہے بلکہ بعض وقت بالکل دل نہیں لگتا اور گناہوں کے تقاضے شدید ہوتے ہیں۔ اس حالت میں شیطان کا ایک زبردست حملہ یہ ہوتا ہے کہ ارے بھائی تیرا بزرگوں کے پاس جانا بیکار ہے تو کولھو کے بیل کی طرح ترقی سے محروم ہے جہاں پر تھا وہیں اب بھی ہے سب چھوڑ تیرا کام اللہ تعالیٰ کا راستہ چلنا نہیں یہ بڑے ہمت والوں کا کام ہے تو چل میرے ساتھ سینما دیکھ اور خوب عورتوں کو

دیکھ کر مزے اُڑا۔ اور ٹانگ پھیلا کر سو تا رہ۔ تیرے اوپر تیرے مرشد کا کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا۔ غرض اس طرح کی باتیں اس کے دل میں شیطان ڈالتا ہے اسوقت ہوشیاری سے اس مردود کے مشورہ کو لات مار دے اور اپنے مرشد کی صحبت میں جاتا رہے اور توبہ و استغفار کثرت سے کرتا رہے اور یقین کرے کہ قلب کے معنیٰ بدلنے کے ہیں دل سب کا بدلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت بڑے پیر صاحبؒ اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ

گہے فرشتہ رشک برد زپاکی ما
گہے دیو خندہ زند زنا پاکی ما
ایماں چو سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالا کی ما

ترجمہ | کبھی تو فرشتہ ہمارے اچھے حالات پر رشک کرتا ہے کبھی ہماری دینی بدحالی پر شیطان کبھی ہنستا ہے پس ایمان جب ہم سلامتی کے ساتھ قبر میں لے جاویں گے تو سمجھ لوں کہ بے شک ہم بڑے صالح اور نیک اور چُست تھے دین میں۔ جب ایسے کاملین پر حالات کا تغیر ہوتا ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر یکساں حالت رہے تو سالک میں کبر اور عجب پیدا ہو جاوے اور خدا سے دور ہو دے اس بدحالی پر سالک نادم ہوتا ہے اور اپنے کو مخلوق میں سب سے کمتر سمجھتا ہے یہ وہ بلند مقام ہے جو بسط کی حالت سے کبھی نہیں مل سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلت اور عبدیت اور فنائیت ہی کی قدر ہے جو قبض کی حالت میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اس حالت سے ناامید نہ ہو اور انتظار کرے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ حالت کچھ دن میں بسط کی حالت سے

تبدیل ہو جاوے گی جب تک تبدیل نہ ہو اسی میں اپنا نفع سمجھے حالت قبض میں حضرت خواجہ صاحب کے چند اشعار کو پڑھتا رہے جو دراصل حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات ہیں۔

جب گناہوں کا تقاضا زور پر ہو یہ اشعار پڑھے

طبیعت کی رَو زور پر ہے تو رُک

نہیں تو یہ سر سے گذر جائے گی

ہٹالے خیال اس سے کچھ دیر کو

چڑھی ہے یہ ندی اتر جائے گی

ظاہر و باطن کا ہر چھوٹا گناہ

اس سے بچ رہرو کہ ہے یہ سد راہ

لب پہ ہردم ذکر ہو دل میں ہر دم فکر بھی

پھر تو بالکل راستہ ہے صاف تا دربارِ شاہ

اگر نفس سے بار بار مغلوب ہو رہا ہے تو یہ اشعار پڑھے۔

کر نفس کا مقابلہ ہاں یار بار تو

سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو

اسکو پچھاڑ کے بھی نہ بے فکر ہو کبھی

ہر وقت اس کمین سے رہ ہوشیار تو

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو — تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی — کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی — بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے — جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

رہِ عشق میں ہے تگ و دو ضروری
کہ یوں تا بہ منزل رسائی نہ ہوگی
پہنچنے میں حد درجہ ہوگی مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

۲۹۔ طبیعت کی گندگی بعض لوگوں کی دیر تک نہیں جاتی تو نا اُمید نہ ہو کیونکہ طبیعت کی گندگی اور بڑے تقاضوں پر عذاب نہ ہوگا بلکہ مجاہدہ کا ثواب ملے گا۔

بُرے تقاضے پر جب تک عمل نہ کرے کچھ غم و فکر کی بات نہیں چاہے تمام عمر یہ مجاہدہ اور تکلیف رہے۔ نفس در اصل مجاہدہ سے گھبراتا ہے اس لئے اس کی تکلیف کا خیال نہ کرے اپنے دل کی آرزو کو توڑ دے اور حکم الٰہی کو نہ توڑے۔

حکایت :۔ محمود و ایاز (مثنوی مولانا روم) میں ہے کہ سلطان محمود نے ارکین سلطنت سے ایک نایاب اور بیش قیمت موتی کو پتھر سے توڑنے کا حکم دیا سب نے انکار کر دیا کہ اتنا قیمتی موتی جو دربار شاہی میں نادر اور بے مثل ہے توڑنا مناسب نہیں۔ ایاز کو حکم دیا اس نے فوراً توڑ دیا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کیوں توڑا تو اس نے جواب دیا ؎

گفت ایاز اے مہتران نامور
امر شہ بہتر بہ قیمت یا گہر

ایاز نے کہا کہ اے حضرات شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ موتی؟
اس حکایت میں یہی سبق مولانا رومیؒ نے دیا ہے کہ ان حسین

صورتوں کو دیکھنے کی آرزو کو توڑنے میں دیر نہ کرو امر الٰہی کے مقابلے میں دل کی کچھ قیمت نہیں۔ ان شمس و قمر صورتوں سے نظر کو بچاؤ پھر قرب الٰہی کی لذت و حلاوت دل میں دیکھو۔

توڑ ڈالے مہہ و خورشید ہزاروں ہم نے
تب کہیں جا کے دکھایا رُخ زیبا تو نے

۳۰۔ نگاہ کی حفاظت پر نقد انعام ایمان کی حلاوت کا عطا ہوتا ہے

۳۱۔ اگر ایسی حسین صورت سے نظر ہٹالی اور قلب کا رُخ پھیرا جس پر سلطنت لٹا کر اس کو حاصل کرنے کو دل چاہتا تھا تو انشاء اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت راہ حق میں سلطنت لٹانے والوں کے گروہ میں اٹھایا جاوے گا۔ یعنی حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ جنہوں نے سلطنت بلخ خدا کی راہ میں چھوڑی تھی ان کے مقام پر یہ عاشق مفلس بھی ہوگا۔ کیونکہ یہ سلطنت تو نہیں رکھتا تھا لیکن اس نے ایسی آرزوؤں کا خون کیا ہے اور ایسی دلکش صورتوں سے دستبردار ہوا ہے جن پر سلطنت بھی ہوتی تو فدا کر دیتا مگر حق تعالیٰ کی رضا کی خاطر خونِ آرزو کا لہو اُٹھا رگیا ہے

عارفاں زانند ہر دم امنوں
کہ گذر کردند از دریائے خوں (رومیؒ)

ترجمہ:۔ عارفین اسی سبب سے ہر وقت حق تعالیٰ کے تعلق خاص کے فیض سے امن اور سکون میں ہیں کہ انھوں نے مجاہدات کے دریائے خوں سے اپنے نفس کی کشتی کو عبور کیا ہے ؎

آرزوئے دل کو جب زیر و زبر کرتے ہیں وہ
ملبۂ دل میں انھیں کو میہماں پاتا ہے دل (اخترؔ)

ہزار خوں تمنا ہزار ہا غم ہے — دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے
میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے — جو تجلی دلِ تباہ میں ہے (اختر)

احقر کی ایک نظم مولانا رومیؒ کے اس شعر کی تشریح میں یعنی مجاہدات کے دریائے خون کی وضاحت میں ہے جس کا نام خون کا سمندر ہے کچھ اس کا اقتباس یہاں درج کرتا ہوں اور اس سے قبل بطور تمہید دو شعر احقر کے ملاحظہ ہوں ؎

ہزار خوں تمنا ہزار ہا غم ہے — دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے
وہ سرخیاں کہ خون تمنا کہیں جسے — بنتی شفق ہیں مطلع خورشید قرب کی

”مجاہدات کے خون کا سمندر“

از مؤلف

میں کلی ہوں ناشگفتہ — مری آرزو شکستہ
میں ہوں ایک ہوش رفتہ — مرا درد راز بستہ

مری حسرتوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ تڑپ تڑپ کے جینا — لہو آرزو کے پینا
یہی میرا جام و مینا — یہی میرا طور سینا

مری عاشقی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غمزدہ جگر ہے — مری چشم چشم تر ہے
مرا بحر خوں سے تر ہے — مرا بر لہو سے تر ہے

مرے بحر و بر کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

وہ جو خالق جہاں ہے — وہی میرا رازداں ہے
مرا حال خود زباں ہے — مرا عشق بے زباں ہے
کسی بے زباں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری فکر لامکاں ہے — مرا درد جاوداں ہے
مرا قصہ داستاں ہے — مری رگ سے خوں رواں ہے
مرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

۳۲۔ بدنگاہی کرنے والوں کے گردے اور مثانے کمزور ہو جاتے ہیں مادۂ منی رقیق ہو جاتی ہے جس سے پیشاب کے قطروں کی شکایت اور سرعت انزال کی شکایت ہو جاتی ہے کمر میں درد، اعصاب اور دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں۔

۳۳۔ بدنگاہی کرنے والوں کی آنکھیں بے رونق اور چہرہ پر پھٹکار برستی ہے کیونکہ بدنگاہی کرنے والے اور اُن عورتوں کے بارے میں جو اپنے آپ کو بے پردہ دکھاتی پھرتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت فرمائے اللہ ناظر پر بھی اور منظور الیھا پر بھی اور لعنت کا مفہوم خدا کی رحمت سے دوری اور محرومی ہے پس ایسے چہروں پر کیسی پھٹکار برسے گی۔

۳۴۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص

بدنگاہی کرکے آیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہے ایسی قوم کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کو اپنی بصیرت سے ان کی آنکھوں سے بدنگاہی کی ظلمت کا ادراک اور شعور ہو جاتا ہے۔

۳۵۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک حسین لڑکا جو صالح اور متقی تھا اس کو ایک بڑے میاں شہوت کی نظر سے بار بار دیکھتے تھے اس لڑکے کو اپنے قلب کی سلامتی اور نور تقویٰ کی برکت سے ان کی آنکھوں سے اس بدنگاہی کی ظلمت کا احساس ہو گیا اور موقع مناسب دیکھ کر عرض کیا کہ بڑے میاں آپ مجھے جو بار بار دیکھتے ہیں تو میرے قلب میں آپ کے اس عمل سے تاریکی محسوس ہوتی ہے۔ انھوں نے اقرار کیا کہ واقعی ہم گنہگار ہیں اور آپ کو بُری نیت سے اور نفس کے تقاضے سے دیکھا کرتے تھے اب میں توبہ کرتا ہوں کہ آپ کو دیکھنے سے آئندہ اپنے نظر کی احتیاط اور حفاظت رکھوں گا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا تھا کہ وہ لڑکا متقی اور ذاکر تھا۔ ذکر کے نور سے یہ بصیرت اس کو حاصل ہوئی تھی۔

۳۶۔ بدنگاہی کی عادت کے ساتھ کوئی شخص خدائے تعالیٰ کا ولی نہیں ہو سکتا اور نہ ذکر و طاعت کی حلاوت اسے حاصل ہوگی۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ بدنگاہی کا یہی کیا کم عذاب ہے کہ ذکر، عبادت کی حلاوت (مٹھاس) ختم ہو جاتی ہے۔

۳۷۔ بدنگاہی کرنا ایسا ہے کہ دل غیر خدا کو دیدینا ہے کیونکہ دل سینے سے نہیں چوری ہوتا ہے آنکھوں کے دروازے سے نکل جاتا ہے اسی سبب سے حضرت سعدی شیرازیؒ نے فرمایا ؎

خواہی کہ بکس دل ندہی دیدہ بہ بند
اگر تو چاہتا ہے کہ دل کسی کو نہ دے تو آنکھیں بند رکھ (حسینوں سے) کیونکہ ؎

ایں دیدہ کہ شوخ میبرد دل بکمند
یہ شوخ نظر کو سینے سے نکال لیتی ہے اور دل تو اسی کو دینا چاہئے، جس نے دل دیا ہے۔ اسی لئے اللہ والوں کو اہل دل بھی کہتے ہیں۔ احقر کا شعر ملاحظہ ہو ؎

اہل دل آنکس کہ حق را دل دہد   دل دہد او را کہ او دل میدہد
اہل دل وہ ہے جو اپنا دل خدا کو دیدے یعنی دل اس کو دیدے جو دل عطا فرماتا ہے۔

عاشق مجازی کا دل جب معشوقِ فانی لیتا ہے تو اس کو پریشانی شروع ہو جاتی ہے کیونکہ آبِ شور پیاس کا علاج نہیں لہٰذا بے ساختہ کہا کسی شاعر نے ؎

دل گیا رونق حیات گئی
مگر اللہ والے جب اپنا دل خدائے تعالیٰ پر فدا کرتے ہیں تو اس خالق دل کی طرف سے ان کے دل میں وہ چین اور سکون عطا ہوتا ہے جو بڑے بڑے سلاطین کو خواب میں بھی میسر نہیں ہو سکتا۔ تمام کائنات اس سکون سے بے خبر ہے جو اللہ والوں کی روح کو رب الارواح سے عطا ہوتا ہے۔ جو شکر کا خالق ہے جو قمر کا خالق ہے جب وہ کسی دل میں اپنا رابطہ عطا فرمائے گا تو سمجھ لیجئے کہ کیسی کچھ مٹھاس اپنے قلب میں پائے گا اور وہ کیسا قمر دل میں پائے گا۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی
طریق عشق میں دیکھے کوئی جولانیاں دل کی
کہ دم میں دونوں عالم سے گذر کر پہلی منزل کی

پس اللہ والوں کو انعام یہ ملتا ہے کہ ان کی رونق حیات اور بڑھ جاتی ہے زندگی میں حقیقی زندگی عطا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جسم تو قائم ہے جان سے اور خود جان اپنے اندر جان پا جاتی ہے جب اپنے خالق سے رابطہ اور قرب کی دولت پا جاتی ہے، ورنہ خدا سے دوری میں جان خود بے جان ہوتی ہے پھر ایسی بے جان جان سے جسم کی کیا رونق اور اس کو کیا سکون مل سکتا ہے۔

قرآن میں اسی نعمت کا اعلان ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب خبردار ہو جاؤ خوب غور سے سُن لو کہ دلوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے اطمینان ملتا ہے۔ اور جن کو ذکر کرنے کی ابھی توفیق نہیں وہ آزمانے کے لئے اللہ والوں کے پاس ذرا بیٹھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ سکون کے ایرکنڈیشنڈ روم میں بیٹھ گئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ان کا دل فیصلہ کرے گا بشرطیکہ معاند بن کر نہ جائیں قلب کے آئینہ کو صاف کر کے جائیں۔ حسن ظن نہ ہو تو بدگمانی بھی نہ ہو دل کو بالکل خالی کر کے کچھ دیر ان کی باتیں سنیں۔ جیسے مجنوں کو لیلیٰ کی قبر سے لیلیٰ کی خوشبو آتی تھی۔ اسی طرح ان اللہ والوں کے ابدان اور اجسام سے مولیٰ کی خوشبو محسوس ہو گی۔ کیونکہ عطر کی شیشی سے بھی عطر کی خوشبو آتی ہے جس شیشی میں قیمتی عطر ہوتا ہے اس شیشی کی بھی حفاظت اور قدر و منزلت کی جاتی ہے انبیاء اور اولیاء کے اجسام کا احترام اور توقیر اس سبب سے ماموربہ ہے کہ ان کی

ارواح میں مولائے کریم رب العرش العظیم کے قرب و رابطہ کا موتی چھپا ہوتا ہے۔

۳۸۔ چھوٹے بچہ کو ماں کے علاوہ کوئی چھین لے جاوے تو بے چین رہے گا اور اگر غیر سے چھین کر ماں کی گود میں کوئی بٹھادے تو کس قدر اس کو سکون ملے گا تو اسی طرح دل کا بھی یہی حال ہے کہ جب آنکھوں کے دروازے سے (بدنگاہی سے) شیطان دل کو اغوا کر کے ڈاکہ مار کے کسی غیر اللہ کے عشق میں مبتلا کر دیتا ہے تو بے چین رہتا ہے نیند حرام ہوجاتی ہے بعض لوگوں نے شدت صدمہ والم سے خودکشی کر لی اور حرام موت کی سزا الگ خرید لی ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اور جب دل کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے حاصل ہوجاتا ہے تو گویا اس نے اپنے دل کو آغوش رحمت خداوندی میں بٹھادیا تو ماں کی گود کا سکون اس ارحم الراحمین کی آغوش رحمت کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔ احقر کے شعر ہیں۔

؎ آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
اس کے کرم نے گود میں لیکر سلا دیا
معذور تھا ضمیر کے اظہار سے لیکن
اختر کو تیرے درد نے بہروں بلادیا

۳۹۔ بدنگاہی سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت بڑھتے بڑھتے عشق سے بدل جاتی ہے پھر عقل مغلوب ہوجاتی ہے اور بے عقلی سے

اپنے دل کے تقاضے مجرمانہ راستوں سے پورا کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ پھر رسوائی۔ ذلت۔ پٹائی۔ جیل کی سزا اور قتل و پھانسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ جب کلمہ پڑھایا جاتا ہے تو دل میں جس مردار کی محبت گھسی ہوتی ہے اسی کا نام نکل جاتا ہے اور اس طرح خاتمہ بھی خراب ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے واقعات حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے بیان فرمائے ہیں۔ جو کتابوں میں موجود ہیں۔

۴۔ حسین صورتوں کی طرف جذب و کشش کے متعلق حضرت رومیؒ فرماتے ہیں ؎

گر ز صورت بگذری اے دوستاں گلستان است گلستاں ست گلستاں

(ترجمہ) اے دوستو! اگر صورت پرستی سے تم خلاصی پا جاؤ تو پھر حق تعالیٰ کی قرب کا باغ ہی باغ تمہیں نظر آئے گا۔

عشقہائے کز پئے رنگے بُوَد عشق نبود عاقبت ننگے بُوَد

(ترجمہ) جو عشق عارضی رنگ و روغن کے سبب ہوتا ہے وہ جلد ہی زائل ہونے کے بعد شرمندگی اور ندامت کا سبب بنتا ہے۔

اسی عارضی حیات کو امتحان کی حالت میں سمجھنا چاہیئے تقویٰ کے ساتھ مجاہدہ اور تکلیف کا تحمل راحت دائمی کا سبب ہوتا ہے۔ جب یہاں کی فانی زندگی میں فانی صورتوں کی طرف جذب و میلان پریشان کرے عذاب دوزخ کا مراقبہ کے ساتھ جنت کا بھی تصور کرے کہ جلد ہی یہ امتحان کا زمانہ موت سے ختم ہو جائے گا اور پھر جنت میں ایسی حوروں سے ملاقات ہوگی جو گوری گوری اور بڑی بڑی آنکھوں والیاں ہیں اور ان میں محبوبیت بلا کی ہوگی اور ہم عمر نوخیز ہوں گی یہ مجاہدہ چند دن کا ہے پھر لطف ہی لطف ہوگا۔ احقر کا یہ شعر بھی خیال میں رہے۔

؎ دنیا سے مر کے جب تم جنت کی طرف جانا

اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

آخرت میں ہر آرزو کی تکمیل کے لئے دنیا میں ناجائز آرزوؤں کا خون رائیگاں نہیں ہے۔ حضرت رومیؒ کا ارشاد ہے۔

نیم جاں بستاند و صد جان دہد

انچہ در وہمت نیاید آں دہد

مجاہدہ میں حق تعالیٰ بندوں سے آدھی جان لیتے ہیں اور اس کے عوض میں سو جانیں عطا فرماتے ہیں کیا ہی نفع بخش تجارت ہے کہ آدھی جان کے بدلے اس کریم رب سے ساڑھے ننانوے زیادہ پاوے اور اس سے بھی زیادہ وہ نعمتیں عطا فرمائیں گے جو تمھارے وہم میں بھی اس وقت متصور نہیں ہو سکتی ہیں۔

نے ہمہ ملک جہاں دوں دہد بلکہ صدہا ملک گوناگوں دہد

صرف اسی دنیائے حقیر کا ملک نہیں عطا فرماتے بلکہ سیکڑوں ملک باطنی قسم قسم کے عطا فرماتے ہیں دنیا میں بس اس طرح جینا چاہیے کہ حق تعالیٰ جس طرح خوش ہوں اسی میں ہم بھی خوش رہیں۔ اپنی تجویز ختم کر کے لذت تسلیم چکھئے۔ احقر کے چار اشعار

حقیقت بندگی کی ہے یہی اے دوستو سن لو

دلِ پُر آرزو رکھتے ہوئے بے آرزو رہنا

علامت جذبِ پنہاں کی یہی معلوم ہوتی ہے

تری خاطر مری ہر سانس وقفِ جستجو رہنا

یہ دعوت بے زبانی ہے مگر آتش فشاں بھی ہے

گریباں چاک ہو کر عشق حق میں کو بہ کو رہنا

جوانی کر فدا اُس پر کہ جس نے دی جوانی کو

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو

اس شعر کی تشریح یہ ہے کہ ایک بلاک جس سے یہاں مکان تعمیر کئے جاتے ہیں ۲ روپے قیمت سے خوب سمٹ ڈال کر تیار کریں اور اس کو کسی بھنگی کے مکان میں لگادیں اور اسی طرح دوسرا بلاک اسی قیمت کا اپنے بیت الخلاء میں لگادیں اور اسی قیمت کا تیسرا بلاک مسجد کی تعمیر میں لگادیں اور چوتھا بلاک اسی قیمت کا مسجد نبوی میں لگادیں اور پانچواں بلاک اسی قیمت کا خانۂ کعبہ میں لگادیں تو آپ خود فیصلہ کریں گے کہ یہ سب بلاک اپنی قیمت کے اعتبار سے تو یکساں اور برابر ہیں مگر موقعہ استعمال سے کیا ان کی حیثیتوں اور شرافتوں میں فرق نہیں ہوا کیا بیت الخلاء کے اندر کا بلاک دعوائے ہمسری کر سکتا ہے مسجد کے اندر لگے ہوئے بلاک سے ؟

پس یہ جوانی اگر اس کی طوفانی خواہشات کے نظر کردی گئی تو مرنے سڑنے گلنے والی لاشوں پر جوانی کا بلاک لگ کر جوانی بے قیمت ہوگئی خاک سے بنا عاشق خاک سے بنے معشوق پر فدا ہو کر تباہ ہوگیا خاک جب خاک پر فدا ہوگی تو گویا خاک نے اپنے کو خاک میں ملا دیا۔ جیسا کہ قبرستان میں عاشق اور معشوق دونوں کی قبروں میں چھ ماہ بعد ان کا حشر دیکھ سکتے ہو کہ دونوں خاک ہو کر رہ گئے برعکس اس کے اگر جوانی کو حق تعالیٰ کی عبادت میں مصروف کیا اور ان کی رضا کے تابع کردیا تو گویا جوانی کے بلاک کو رضائے الٰہی کے محل میں لگا دیا پھر یہ جوانی کس قدر قیمتی ہوگی حق تعالیٰ کی اس توفیق پر وہ جوانی جسقدر بھی شکر کرے حق ادا نہیں ہو سکتا اور قیامت کے دن اس جوان

ع‌ بعض مقامات پر اس کو اینٹ کہتے ہیں جو سُرخ رنگ کی ہوتی ہے۔

کو عرش کا سایہ عطا ہوگا اور کیسے کیسے انعامات سے نوازہ جائے گا۔
پس خونِ ارماں کا غم نہ کرے بلکہ شکر کرے اور بزبانِ حال کہے ؎

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

خلاصہ رسالہ یہ ہے کہ بدنگاہی اور عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے دنیا اور آخرت دونوں کی جسے تباہی منظور ہو وہی اس بیماری کے علاج سے غفلت کرتا ہے ایسے مریضوں کو چاہئے کہ فوراً کسی روحانی معالج یعنی اللہ والے شیخِ کامل سے اپنا حال بتا کر علاج شروع کردے اور ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ اللہ والے ایسے بُرے حالات سُن کر حقیر سمجھیں گے یا نفرت کریں گے بلکہ یہ حضرات ایسے بیماروں پر نہایت درجہ شفقت و مہربانی کرتے ہیں اور اس خدمت کو اپنی خوش قسمتی اور حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان حالات کو امانت سمجھ کر کسی مخلوق پر ظاہر بھی نہیں کرتے۔ ماں باپ سے بھی زیادہ رحمت و شفقت اور مہربانی اگر دیکھنا ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں مشاہدہ کریں۔

انشاء اللہ تعالیٰ اللہ والوں کے پاس آنے جانے کے اہتمام کو اور ان کے مشورہ پر عمل کو اس شدید بیماری اور ناصورِ کہنہ سے شفائے کاملہ کے لئے اکسیر اور مجرب پائیں گے۔

الحمد للہ کہ یہ بات عشقِ مجازی و بدنگاہی مع علاج آج تمام ہوا۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے حُسنِ قبول اور نافع فرمائیں۔

آمین

کتبہ: محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۹، ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

تتمہ مضمون بدنظری و عشق مجازی

مع مجموعہ چند اصلاحی اشعار

حُسن عارضی پر احقر کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔ دنیا کے شاعر لفظ عارض رخسار محبوب کو کہتے ہیں ؎

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

داڑھی مونچھ نکل آنے پر لڑکوں کے اس عارضی حُسن کے زوال پر احقر کے یہ دو شعر ملاحظہ ہوں۔

کبھی جو سبزہ آغاز جواں تھا وہ سالارِ گروہ دلبراں تھا
بڑھاپے میں اُسے دیکھا گیا جب کسی کا جیسے وہ نانا میاں تھا

زوال حسن کا منظر اب آپ احقر کے اس شعر میں ملاحظہ فرمائیے۔

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

حفاظت نظر کے سلسلے میں احقر کا سبق آموز شعر ملاحظہ فرمائیے

جب سامنے وہ آگئے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

یعنی اپنی بینائی جو حق تعالیٰ کی امانت ہے نامحرم یا امرد کے سامنے استعمال نہ کیا مختار رہتے ہوئے اپنے عارضی اختیار کو مختار حقیقی کے حکم پر قربان کردیا اور جب سامنے سے نامحرم یا امرد ہٹ گئے تو

بینا بن گئے۔ محل حلال میں بینا اور محل حرام میں نابینا بن گئے۔

بدنظری سے احتیاط پر انعام کے سلسلے میں احقر عرض کرتا ہے کہ سلطان ابراہیم ادھم نے تو سلطنت بلخ خدا کی راہ میں دی تھی لیکن ایک فقیر اور مفلس بندہ اگر سلطنت بلخ کی متبادل کسی حسین صورت سے اپنی نظر کو بچا لیتا ہے تو گویا اس نے بھی سلطنت بلخ لٹا دی اور اگر بار بار نظر کی حفاظت کرتا ہے تو ہر بار سلطنت بلخ فدا کرنے کا ثواب پائے گا۔ اور اگر ہفت اقلیم دے کر اس حسین کو خریدنے کا داعیہ ہو اور پھر بھی اپنی نظر کی حفاظت ایسے حسین سے کر لی تو ہفت اقلیم خدا کی راہ میں فدا کرنے کا اجر اس کو ملے گا۔ اسی مضمون کے پیش نظر اب احقر کے اشعار سبق آموز ملاحظہ ہوں۔

نگہ جس نے نامحرموں سے بچالی
حلاوت بھی ایمان کی اُس نے پالی

دیا ملک واقبال جاہ بلخ کا
ہے شہرہ زبانوں پہ شاہ بلخ کا

مگر پی گیا جو لہو آرزو کا
نہ دیکھا کبھی منہ کسی خوبرو کا

اگر شاہ ادھم سے برتر نہیں ہے
ولے شاہ ادھم سے کمتر نہیں ہے

جو دل رو کشِ غیر حق ہو رہا ہے
فقیری میں شاہ بلخ ہو رہا ہے

عدو نفس سے دست بردار ہو کر
میں پہنچا خدا تک سر دار ہو کر

ہوئی تیغ حق سے شہادت کسی کی
نہیں جس پہ لیکن شہادت کسی کی

مگر دل کے اندر لہو آرزو کا
خدا نے تو دیکھا یہ منظر لہو کا

قیامت کے دن باطنی یہ شہادت
کریگی شہیدوں کے صف میں اقامت

جس عاشق کا سر ہو تری تیغ سے خم
عجب کیا کہ ہو رشک سلطان ادھم

نوٹ:۔ یہ اشعار ابھی حالیہ سفر ہند (حیدرآباد دکن) میں ہوئے ہیں

ایک شعر بعد نماز فجر یہ موزوں ہو جو سالک کے مجاہدات کے ثمرات پر بشارت دیتا ہے ؎

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اسکی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہونگے

انعام خون تمنا

جو سالک اپنی آنکھوں کی حفاظت میں اپنے دل کی خواہشات کا خون کرتا ہے تو اس مجاہدہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے سینے میں اپنی محبت کا درد بھرا دل عطا فرما دیتے ہیں اور اس کے کلام اور وعظ میں اثر عطا فرما دیتے ہیں جس سے دوسروں کے قلوب بھی حق تعالیٰ کی محبت کیلئے تڑپ جاتے ہیں بالخصوص جو سالک جوانی ہی سے حق تعالیٰ کا فرمابردار ہو جائے اور اپنی جوانی فدا کر دے اس ذات پاک پر ؎

جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو
کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
سنبھل کر رکھ قدم اے دل بہارِ حسن فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خون ہے بحرِ جوانی میں

پس اپنی کوئی مرضی جب شریعت کے خلاف ہو تو اس آرزو کا خون کرنا اور نفس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا یہ ایک ایسا جہادِ اکبر ہے جو تمام عمر سالک کو جھیلنا پڑتا ہے۔ لیکن اس مجاہدہ کے صلہ میں جو درد بھرا دل عطا ہوتا ہے اس کی خوشبو خود اس سالک کو بھی مست کرتی ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والے بھی ایسے سوختہ جان کی صحبت سے حق تعالیٰ کی محبت کا وہ درد لذیذ پا جاتے ہیں جس

دولت کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے یوں فرمایا ہے کہ میں سینے میں ایک درد بھرا دل رکھتا ہوں جس میں حق تعالیٰ کی محبت کے موتی بھرے ہیں اس دولتِ لازوال کے ہوتے ہوئے کون ہے روئے زمین پر اس آسمان کے نیچے جو مجھ سے زیادہ رئیس ہو ؂

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش

کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

اور حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؂

ملکِ دنیا تن پرستاں را حلال

ما غلام عشق ملک لازوال

ترجمہ:۔ دنیا کا ملک تن پرستوں کو مبارک ہو اور ہم تو حق تعالیٰ کی محبت کی لازوال سلطنت کے غلام ہیں ایسے ہی عاشقین حق کے کلام میں بھی درد ہوتا ہے اب تمام مضمون مذکورہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے احقر کا شعر ملاحظہ فرمائیے اور یہ شعر حیدر آباد دکن میں بعد نماز فجر موزوں ہوا۔

ہائے جس دل نے پیا خون تمنا برسوں

اسکی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے (اختر)

میں نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی

اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا (اصغر)

اسی مضمون کے مناسب کہ حق تعالیٰ کے عاشقین کے کلام میں اثر ہوتا ہے اور درد بھرے دل سے الفاظ نکلتے ہیں اس پر چند اشعار جو الٰہ آباد میں موزوں ہوئے پیش ہیں۔

در رازِ شریعت کھولتی ہے
زبان عشق جب کچھ بولتی ہے
خرد ہے محوِ حیرت اس زباں سے
بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے
جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی
وہ پا سکتے نہیں دردِ نہانی
لغت تعبیر کرتی ہے معانی
محبت دل کی کہتی ہے کہانی
کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہو دل کے حاشیہ میں

بوڑھے آدمی کو چاہیے اپنے نفس کو نہ بوڑھا سمجھے بر وقت نفس کی طرف سے ہشیار رہے خواہشاتِ نفسانیہ پر بڑھاپا نہیں آتا اس مضمون پر احقر کا شعر ملاحظہ ہو۔

مت دیکھنا سفیدئ ریش دراز کو
ہے نفس نہاں ریشِ مُسَوَّدِ لئے ہوئے

اہل اللہ کی صحبت میں جو دن گزر جائیں تو ان کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور احقر عرض کرتا ہے کہ جس شخص کو یہ تمنا ہو کہ وہ جنت کا مزہ دنیا میں چکھ لے تو اس کو چاہئے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھے عاشقانِ حق کی صحبت میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ سکون ملے گا جو سلاطین کو خواب میں بھی میسر نہیں ہے۔ اس مضمون پر احقر کا شعر ملاحظہ ہو۔

میسر چوں مرا صحبت بہ جان عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

ترجمہ:۔ جب عاشقانِ حق کی صحبت مجھے میسر ہو جاتی ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت زمین پر آسمان سے اُتر آئی ہے۔

اہل اللہ کی صحبت کے لطف کو احقر نے چند اشعار میں اس طرح عرض کیا ہے۔

اُف مری جنت کے وہ لیل و نہار
ہائے تیرا در وہی تیرا دیار

یہ خزاں ہو جائے میری پُر بہار
گر میسر ہو مجھے در بار یار

ہاں بنام جام مے دمیکدا
اپنے رندوں کو نہ بھول اے ساقیا

اے تو صد مینا وصد جام وسبو
اے تو تنہا میکدہ از فیض ہو

آہ جب سنتا ہوں میں کوئل کی کو
تیز ہو جاتی ہے میری ہائے ہو

اے تو خنداں درمیاں گلہائے ہو
من پریشاں درغم صحرائے ہو

بہر رازِ سر مدی و راز ہو
من ترا جویم جیبا کو بہ کو

عاشقانِ حق کی صحبت کی مٹھاس
پاؤ گے جب چھوڑ دو دنیا کی گھاس

مر کے تو چھوڑو گے آخر دوستو
زندگی ہی میں اسے تم چھوڑ دو

دل ہے جس کا گھر اُسے تم نے توڑ دو
گھر نہیں جن کا انہیں جانے تو دو

خالقِ عالم ہو دل میں آشکار

دیکھنا پھر دل کے عالم کی بہار
اہل دل کے درد دل کا گلستاں
درس گاہِ غم برائے عاشقاں

شرح غم بھی مجھ سے سن لو دوستو
ہاں مگر پہلے کلیجہ تھام لو
ہاں مگر جس کو خدائے پاک دے
درد دل بہر دلِ غمناک دے

دوستو یہ غم غمِ دنیا نہیں
یہ وہ غم ہے جو نہیں ملتا کہیں
مست کرتا ہے جو جانِ انبیاءؑ
ہے وہی غم تو ہمارا مدعا

سینہ جو اس درد سے اپنا بھرے
کیوں نہ پھر حق پر جیئے حق پر مرے
زندگی بے دوست کیا ہے زندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

بدنظری اور عشق مجازی سے نجات حاصل کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کا طریقہ ۴ اجزاء سے مرکب ہے

(۱) تقویٰ حاصل کرنا۔

(۲) کسی متقی بندے کی صحبت میں بار بار حاضری دینا بلکہ کچھ دن کے لئے رہ پڑنا جس کی کم از کم مدت ۴۰ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ ۶ ماہ ہے اور اگر اتنی فرصت نہ ہو تو جتنا وقت مل سکے

غنیمت سمجھے اور متقی بندہ سے مراد وہ مرشد کامل ہے جو کسی شیخ کامل کا اجازت یافتہ ہو۔

(۳) اس متقی بندے کی صحبت کا نفع موقوف ہے اس بات پر کہ اپنا سب حال اس سے کہا جاوے پھر جو مشورہ اس کی جانب سے ملے اس کی اتباع کی جاوے۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لئے

اطلاع ۔ اتباع ۔ اعتماد ۔ انعقاد

(۴) شیخ کامل کے مشوروں پر عمل کرنے میں جو مجاہدات پیش آئیں ان کو برداشت کرنا بس چند دن یہ مجاہدات ہیں پھر ہنسنا ہی ہنسنا ہے ؎

چند روزے جہد کن باقی بخند

حکایت ہمارے مرشدنا حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک مرید کو جو بدنظری کی سخت بیماری میں مبتلا تھے، کپڑے کی دکان کرتے تھے ہر بدنظری پر ۵ روپیہ جرمانہ مقرر فرمایا اور تحریر فرمایا کہ یہ جرمانہ خود نہ ادا کرنا بلکہ ہردوئی مجلس دعوۃ الحق میں بھیجدینا خود خرچ کرنے میں نفع نہ ہوگا۔ بس یہ علاج ایسا مفید ہوا کہ دس دن کے بعد اُن کا خط آیا کہ دس دن کے اندر ایک بھی بدنگاہی نہ ہوئی۔ اللہ والوں کے مشوروں میں برکت ہے خود سے آدمی یہی جرمانہ مقرر کرلے تو نفع نہ ہوگا۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ جب کوئی صاحب نسبت شیخ کامل سے علاج کرایا جاتا ہے تو نفع ہوتا ہے حق تعالیٰ جو تدبیر بھی اُس کے قلم سے یا زبان سے بیان کرادیں وہ الہام

سے ہوتا ہے اس کے اندر برکت ہوتی ہے بلکہ بعض وقت کرامت کے طور پر وہ نسخہ تیر بہدف ہوتا ہے اور اولیاء سے کرامت کا صدور ثابت بالنصوص ہے۔

حکایت ایک شخص نہایت بدکار، بدنظر تھا شہوت کے گناہوں میں رات دن غرق تھا پھر کسی اللہ والے سے اصلاح نفس کی توفیق ہوئی۔ پہلے ان کو سب بُرا بُرا کہتے تھے ذلیل پھرتے تھے اور اصلاح وحصولِ تقویٰ کے بعد وہی مخلوق ان کی عزت کرنے لگی۔ اُن سے دعا کرانے لگی کیونکہ جس نہر میں پانی آجاتا ہے اس کی شان ہی اور ہوتی ہے۔ دور سے اس کے قریب کی ٹھنڈک بتادیتی ہے کہ یہ پانی سے لبریز نہر ہے۔ برعکس جو نہر خالی اور خشک ہو وہاں خاک اُڑتی ہے اسی طرح جو دل حق تعالیٰ کی محبت کے درد سے خالی اور محروم ہوتا ہے وہ اُجڑا ہوا ویرانہ ہوتا ہے صحرائے خشک ہوتا ہے اور جس دل میں حق تعالیٰ کا خاص نور آجاتا ہے وہ تعلق مع اللہ کی برکتوں سے ہرا بھرا اور گلستان ہوتا ہے اس کے اندر وہ سکون ہوتا ہے جو سلاطین کو بھی خواب میں میسر نہیں مولانا رومیؒ نے بیان فرمایا ہے ؎

باز آمد آب من در جوئے من
باز آمد شاہ من در کوئے من

ترجمہ:۔ میری نہر میں پھر میرا پانی آگیا اور میری گلی میں پھر میرا شاہ آگیا۔

بہرحال تقویٰ کی برکت سے اُن صاحب کی وہی مخلوق عزت کرنے لگی جو اُن کے فسق و فجور سے اُن کو ذلیل سمجھتی تھی اور ان پر تبصرہ کیا کرتی

تھی اور یہ چونکہ ولی ہونے والے تھے اس لئے کہا کرتے تھے ؎

میرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دکھائے

ایک دن وہ بھی آیا کہ ان کو ان کے شیخ کامل نے اجازت بیعت بھی عطا کردی اور اُن سے دوسروں کو فیض ہونے لگا اُس وقت انہوں نے اپنے شیخ کا شکریہ اس طرح ادا کیا جس کو احقر نے منظوم کردیا ہے۔

مری رسوائیوں پر آسماں رو یا زمیں روئی
مری ذلت کا لیکن آپ نے نقشہ بدل ڈالا
بہت مشکل تھا میرے نفس امارہ کا چت ہونا
تری تدبیر الہامی نے اسکا سر کچل ڈالا

اسی مضمون کو احقر نے چند اشعار میں یوں عرض کیا ہے جو ایک دوست سید صاحب کے بارے میں ہے۔

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میر
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی میر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

چند اقوال مبارکہ بابت عشق مع الامارد

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی امرد پر نظر مت جماؤ۔ (حدیث)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادوں سے بچو کہ یہ دوشیزہ لڑکیوں سے اشد فتنہ ہے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی عالم پر کسی درندے سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ امرد سے ڈرتا ہوں۔

(۴) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور امرد کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں۔

(۵) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ کسی عابد پر شیر کا رُخ کرنا اتنا خوفناک نہیں سمجھتا جتنا کہ غلام امرد کا خوف کرتا ہوں

(۶) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر بدنظری سے ایک تیر شیطان کا لگتا ہے اب اگر دوسری مرتبہ اس خیال سے دیکھے گا کہ دوسری بار اچھی طرح دیکھ کر خوب دل کو تسلی دیدیں تاکہ یہ خلش ختم ہوجاوے تو یہ حماقت ہے خلش ختم ہونے کے بجائے اور اضافہ ہوگا کیونکہ ایک تیر کے بعد دوسرا تیر کھانا زخم کو گہرا کرتا ہے زخم کو بھرتا نہیں ہے۔ خوب سمجھ لیجئے۔ خلاصہ یہ کہ ؎

گر گریزی بر امید راحتے
زاں طرف ہم پیشت آید آفتے
ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جہاں بھی راحت کی اُمید پر جاؤ گے وہاں آفت ہی آفت پاؤ گے کوئی گوشہ بے پریشانی و فتنہ نہیں سوائے اسکے

کہ آرام صرف خلوۃ میں حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں ہے ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیماں تھا
پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کئے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کئے ہوئے

باب دوم

جہالت کی بیماری

حدیث ۱: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے (اللہ کی رحمت سے دور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم

(ترمذی و ابن ماجہ)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جو چیزیں معین ہوں مثلاً کھانا پینا لباس۔ اور زندگی کے تمام اسباب ضروریہ سب ذکر کے قریب ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قرب سے تمام عبادتیں اس میں شامل ہیں اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہے اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے بغیر علم کے خدا کو پہچاننا ممکن نہیں لیکن علم کی اتنی ضرورت اور اہمیت کے باوجود عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے بیان فرمایا کہ امت کو معلوم ہو کہ علم دین بہت بڑی

دولت ہے (اصل علم علم دین ہے اور اس کے علاوہ تمام علوم فنون ہیں) ایک حدیث میں ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور علم کی تلاش میں کہیں جانا عبادت ہے اور علم کا یاد کرنا تسبیح ہے۔ تحقیقات علمیہ کے لئے بحث کرنا جہاد ہے اور پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کی علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے کا سامان ہے اور سفر کا ساتھی ہے (سفر میں کتاب کا مطالعہ) تنہائی کا ایک ہمکلام دوست ہے۔ خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ اسکی وجہ سے ایک جماعت علماء کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بُلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ انکے نشان قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کی اتباع کی جائے۔ انکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں فرشتے اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کے لئے یا محبت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر و خشک چیز دنیا کی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ تک) بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ سب اس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے علم کی وجہ سے بندہ امت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے اسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔

وہ علم کا امام ہے اور عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔

(از فضائل ذکر شیخ الحدیث دامت برکاتہم)

حدیث نمبر ۲ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد (غیر عالم) پر ایسی ہے جیسے کہ ہماری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور تمام آسمانوں اور زمین پر بسنے والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندروں میں دعائے رحمت کرتے ہیں ان لوگوں پر جو لوگوں کو علم دین سکھاتے ہیں۔

(جمع الفوائد کتاب العلم)

حدیث نمبر ۳ ایک فقیہہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے سخت ہوتا ہے

(ترمذی)

حدیث نمبر ۴ تین قسم کے لوگ ہیں کہ جس کے ساتھ اہانت وحقارت کا معاملہ کوئی نہیں کرتا سوائے منافق کے۔

ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا امام عادل

(جمع الفوائد)

فائدہ۔ یعنی ان لوگوں کا اکرام ایمان کی علامت ہے اور اہانت نفاق کی علامت ہے۔

حدیث نمبر ۵ جس نے کسی کو علم سکھایا اس کے عمل کا ثواب بھی سکھانے والے کو ملے گا اور اس عمل کرنے والے کے ثواب سے کوئی کمی بھی نہ کی جائے گی۔ (جمع الفوائد)

حدیث نمبر ۶ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (جمع الفوائد)

حدیث ۷:۔ جب جنت کی کیاریوں سے گذرو تو خوب کھا پی لیا کرو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟
ارشاد فرمایا علما کی مجالس (جمع الفوائد)

حدیث ۸:۔ عالم کو اپنے علم پر خاموشی جائز نہیں اور جاہل کو اپنے جہل پر خاموشی جائز نہیں (یعنی جاہل کو عالم سے سوالات کرکے علم سیکھنا چاہئے) جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرتے رہو (اور اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں) (جمع الفوائد)

حدیث ۹:۔ جو شخص علم کو رضائے حق کے لئے نہ حاصل کرے (بلکہ دنیوی اغراض کے لئے علم دین سیکھے یعنی صرف دنیا کمانا مقصود ہو اور لوگوں سے جاہ و عزت حاصل کرنا مقصود ہو) تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

فائدہ:۔ علم دین سیکھنے والوں کے لئے اس حدیث سے اخلاص نیت کا سبق ملتا ہے۔

تیسرا باب
غصہ کے بیان میں

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جو غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

حکایت

حضرت علی بن حسینؓ کی باندی سے آپ کے اوپر گرم پانی گر گیا آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا باندی نے تلاوت کی وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ آپ کے چہرے سے اس آیت کو سنتے ہی غصہ کا رنگ ختم ہوگیا پھر اس نے پڑھا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ آپ نے فرمایا کہ معاف کر دیا پھر اس نے پڑھا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ آپ نے فرمایا جا تجھے آزاد بھی کر دیا۔ غصہ میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ انجام اور نتیجہ سوچنے کا ہوش نہیں رہتا۔ اس لئے ہاتھ اور زبان سے ایسی نامناسب حرکتیں انسان سے صادر ہو جاتی ہیں جس سے قتل۔ خون۔ بے عزتی اور بسا اوقات گھر کے گھر اجڑ جاتے ہیں۔ اور نہ جانے کتنی قیمتی جانیں اور مال و اسباب تباہ ہو جاتے ہیں اور کتنی مقدمہ بازیوں نے دل کا سکون اور رات کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ جس سے دنیا کی ترقی اور آخرت کی تیاری کے لئے وقت اور فراغ اور اطمینان قلب بھی میسر نہیں ہوتا۔ غصہ کی تباہ کاریوں سے کتنے بچے یتیم اور بیویاں بیوہ اور گھروں کے چراغ بجھ گئے۔ اس خطرناک بیماری کی فکر نہایت ضروری ہے غصہ سے مغلوب ہونا اور مخلوق خدا کو ستانا نہایت درجہ بدبختی اور شقاوت اور سنگدلی ہے۔ بزرگوں کا طریقہ تو یہ رہا ہے کہ جس نے ستایا اس کو معاف کر دیا اور اس کے لئے دعا کا بھی معمول رکھا۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا عجیب نافع شعر ہے ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمدؔ نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

حضرت مولانا رومیؒ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے ایک نے کہا اگر ایک

کہے گا تو مجھ سے دس سنے گا۔ مولانا نے فرمایا ہم کو ایک ہزار کہہ لو اور ہم سے ایک بھی نہ سنو گے بس دونوں پاؤں میں گر گئے اور توبہ کی صلح کر لی۔

علاج سب سے پہلے یہ کرے کہ جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے اگر وہ نہ ہٹے تو خود ہٹ جائے پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصور وار ہے اس سے زیادہ میں خدائے تعالیٰ کا قصوروار ہوں۔ اور جس طرح میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف کر دیں مجھکو بھی چاہئے کہ میں اس کا قصور معاف کر دوں اور زبان سے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ باربار پڑھتا رہے اور پانی پی لے اور وضو کرے۔ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے پھر جب عقل ٹھکانے ہو جائے اس وقت بھی اگر قصور پر سزا دینی مناسب معلوم ہو مثلاً سزا دینے میں قصوروار کی بھلائی ہو جیسے اپنی اولاد ہے کہ اس کی اصلاح ضروری ہے یا کسی مظلوم کی مدد کرنا ہے اور اس کی طرف سے بدلہ لینا ہے تو اول خوب سمجھ لے کہ اتنی خطا کی کتنی سزا ہونی چاہئے۔ جب اچھی طرح شریعت کے مطابق تسلی ہو جائے تو اسی قدر سزا دیدے چند روز اسی طرح کرنے سے غصہ قابو میں آجاوے گا۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ایک خادم کو ڈانٹ رہے تھے اس نے کہا معاف کر دیجئے شیخ نے فرمایا کہ کتنی مرتبہ معاف کروں تم تو بار بار غلطیاں کرتے ہو میں تمہاری کتنی غلطیوں کو بھگتوں۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بحیات تھے پاس بیٹھے تھے کان میں حضرت شیخ کے فرمایا کہ مولانا جتنا اپنا قیامت کے دن بھگتنوانا ہو اتنا یہاں بھگت لو۔ عجیب اصلاح کا عنوان ہے اور نہایت

مؤثر ہے جس پر غصہ آئے یہ بات یاد کرلے انشاءاللہ تعالیٰ معاف کرنے کی توفیق ہو جاوے گی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اپنے بھانجے حضرت مسطحؓ پر غصہ آیا اور آپ نے غصہ میں قسم کھائی کہ اس کی جو مالی امداد کیا کرتا تھا اب نہ کروں گا تو قرآن میں حضرت صدیقؓ کی اصلاح کے لئے یہ حکم نازل ہوا۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (پ ۱۸ سورۂ نور)

یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئے۔ بڑی جوانمردی تو یہ ہے کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے، محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو اس کا کفارہ ادا کرو تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطاکاروں سے اغماض اور درگذر کرو ایسا کروگے تو حق تعالےٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں گے کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ حق تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف فرمادیں اور اگر تم یہ خواہش رکھتے ہو تو تمہیں حق تعالیٰ کے بندوں کی خطائیں معاف کرنا چاہئے تاکہ اس کے صلہ میں ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں۔ حدیث شریف میں روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کو سُنا۔ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۝ (کیا تم نہیں چاہتے اللہ تعالےٰ

تم کو معاف کردیں) تو فوراً کہا بَلٰی یَا رَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ بے شک اے پروردگار ہم ضرور چاہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا وَاللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ خدا کی قسم میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں یہ کہکر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسطحؓ کی امداد کو بدستور صرف جاری ہی نہیں فرمایا بلکہ بعض روایت کے مطابق پہلے سے دگنی کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء (متقین) کی شان میں یہ فرمایا ہے
اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (پ ۴ رکوع ۵)

متقین بندے وہ ہیں جو خوشی اور عیش میں بھی اور تکلیف و تنگی میں بھی خرچ کرتے ہیں (یعنی کسی حالت میں بھی خدا کو نہیں بھولتے) اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور مزید یہ کہ لوگوں کی خطاؤں کو معاف بھی کردیتے ہیں اور نہ صرف معاف کردیتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں اب تبلیغ دین مصنفہ امام غزالیؒ سے تین احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ جن کا بار بار مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۱۔ حدیث پاک میں ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو اپنے دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان و بہادر وہ ہے جو اپنے غصہ پر غالب آجائے اور غصے کو پچھاڑ دے۔

۲۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر گھونٹ جو مسلمان پیتا ہے غصہ کا گھونٹ ہے۔

۳۔ تیسری حدیث میں ہے کہ جس مسلمان کو اپنی بی بی بچوں یا ایسے لوگوں پر غصہ آئے جن پر اپنا غصہ اتار سکتا ہے اور پھر وہ ضبط کرلے

اور تحمل سے کام لے تو حق تعالیٰ اس کا قلب امن اور ایمان سے بھر دیگا۔

غصہ کے مریض کے لئے ان آیات کریمہ کو لکھ کر گلے میں ڈالنا اور ان کو زعفران سے لکھ کر تشتری پر عرق گلاب یا پانی سے دھوکر ۴۰ دن تک پلانا مجرب ہے آیات کریمہ یہ ہیں۔

وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

(پارہ ۴۔ سورۃ آل عمران)



کسی کے عیش اور آرام کو دیکھ کر دل کو صدمہ، رنج اور جلن ہونا اور اس کے آرام و عیش کی نعمت کے ختم ہوجانے کو پسند کرنا حسد کہلاتا ہے جو حرام ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

البتہ ایسے شخص پر حسد جائز ہے جو خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کو نافرمانی میں خرچ کر رہا ہو اس کے مال کے زوال کی تمنا کرنا گناہ نہیں کیونکہ یہاں در اصل اس معصیت کے بند ہونے کی تمنا ہے۔ حسد در اصل فیصلۂ الٰہی سے ناگواری کا نام ہے کہ ہائے اس کو خدائے تعالیٰ کیوں نعمتیں دے رہے ہیں۔ اور اس کی نعمتوں کی تباہی سے دل خوش ہو اور اگر کسی کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ ہم کو بھی حق تعالیٰ اپنی رحمت سے عطا فرمادیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اس کو غبطہ کہتے ہیں حسد سے دینی نقصان یہ ہے کہ سب نیکیاں ضائع ہوجائے گی اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد کا دل ہر وقت رنج و غم میں جلتا رہتا ہے۔

علاج حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے ایک شخص نے حسد کی بیماری کا علاج دریافت کیا آپ نے تحریر فرمایا کہ تین ہفتہ

یہ عمل کر کے پھر اطلاع کرو۔

(نوٹ) یہ مضمون احقر نے حضرت مرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے سنا ہے۔

۱۔ جس پر حسد ہو اس کے لیے ہر روز دُعا کا معمول بنا لینا۔

۲۔ اپنی مجالس میں اس کی تعریف کرنا ۳۔ گاہ گاہ ہدیہ اور تحفہ بھیجنا۔

۴۔ ناشتہ یا کھانے کی گاہ بگاہ دعوت کرنا۔

۵۔ جب سفر کرنا ہو تو اُن سے ملاقات کر کے جانا اور واپسی پر کوئی تحفہ ان کے لیے بھی لانا۔

تین ہفتہ کے بعد لکھا کہ حضرت میری بیماری حسد کی آدھی ختم ہو گئی تحریر فرمایا کہ تین ہفتہ پھر یہی نسخہ استعمال کریں تین ہفتہ کے بعد لکھا کہ حضرت اب تو بجائے نفرت اور جلن کے ان کی محبت معلوم ہونے لگی ہے یہ دوا تلخ تو ہوتی ہے لیکن حلق سے اتارنے کے بعد کیسا دل کو چین عطا ہوا ورنہ تمام زندگی حسد کی آگ سے تباہ رہتی اور سکون و چین، سب چھن جاتا اور آخرت الگ تباہ ہوتی۔

حسد کی اصلاح کے بارے میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی دامت برکاتہم کے دو شعر ملاحظہ ہو۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنّم کی طرف کیوں چل رہے ہو

از صدائے غیب

(مؤلفہ احقر اختر عفی عنہ)

چوتھا باب

تکبّر

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تکبر کرنے والے کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے کبریائی خاص میری چادر ہے پس جو شخص بھی اس میں شریک ہونا چاہے گا اسے قتل کردوں گا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔

تکبر کس کو کہتے ہیں؟ حدیث پاک میں تکبر غمط[1] الناس اور بطر[2] الحق کا نام ہے یعنی لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول کرنے سے اعراض اور انکار کرنا۔

تکبر کرنے والا تواضع سے محروم رہتا ہے اور حسد و غصہ سے نجات نہیں پاتا ریاکاری کا ترک اور نرمی کا برتاؤ اس کو دشوار ہوتا ہے اپنی عظمت اور بڑائی کے نشہ میں مست رہتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جب بندہ رضائے حق کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے (جیساکہ من تواضع للہ کے اندر حرف لام سے ظاہر ہے) تو یہ شخص اپنے دل میں خود کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے اور مخلوق کی نظر میں اس کو اللہ تعالیٰ بلندی اور عزت عطا فرماتے ہیں اسی طرح جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے تو وہ اپنی نظر میں تو بڑا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نظر میں ذلیل کردیا جاتا ہے حتیٰ کہ سور اور کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

علاج اپنے گناہوں کو سوچا کرے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور محاسبہ کا دھیان رکھے جب اپنی فکر میں پڑے گا دوسروں کی تحقیر

تنقید اور تبصرہ سے بچے گا۔ جیسے کوڑھی[1] کسی زکام کے مریض کو حقیر نہیں سمجھتا اسی طرح اپنی روحانی اور قلبی بیماری کو شدید سمجھے اور اپنے خاتمہ کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہے۔ میرے مرشدؒ اس بیماری کی اصلاح کے لئے ایک حکایت بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک لڑکی کو شادی کے موقع پر اس کو خوب اچھے لباس اور زیور سے سجایا گیا۔ محلہ کی سہیلیوں نے تعریف شروع کی کہ بہن تم تو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہو۔

اس نے رو کر کہا کہ ابھی تم لوگ بیکار تعریف کرتی ہو۔ جب میرا شوہر مجھے دیکھ کر پسند کرلے اور اپنی خوشی کا اظہار کر دے تب وہ خوشی اصلی خوشی ہوگی معلوم نہیں اس کی نگاہ میں میری صورت کیسی معلوم ہوگی تمہاری نگاہوں کے فیصلے ہمارے لئے بیکار ہیں۔

پھر حضرت مرشدؒ فرماتے تھے کہ اس طرح بندہ کو مخلوق کی تعریف سے یا اپنی رائے سے خود کو اچھا اور بڑا نہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ میدان محشر میں حق تعالیٰ کی نظر سے ہمارے' کیا فیصلے ہوں گے اس کی خبر ہم کو ابھی کچھ نہیں پھر کس منہ سے اپنے کو موت سے قبل اور حسن خاتمہ سے قبل اپنے کو اچھا سمجھنے کا حق ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں

ایماں چوں سلامت بہ لب گور بریم　　احسنت بریں چستی و چالاکی ما

جب اسلام کو ہم قبر میں سلامتی سے لیجائیں گے پھر اپنی چستی اور ہشیاری پر خوشی منائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیائے کرام مرنے سے قبل کبھی نازکی بات نہیں کرتے اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہتے ہیں اور دوسروں سے بھی درخواست دعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ بیوقوف لوگوں کا کام ہے۔

---

[1] یہ حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے جس کو احقر نے اس شعر میں عرض کیا ہے۔

ے　نامناسب ہے اے دل ناداں　　اک جذامی ہنسے زکامی پر

جو اپنے بارے میں مالک کے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر اپنے ہی فیصلہ سے یا مخلوق کی تعریف سے اپنے لیے بڑائی اور اچھائی کا فیصلہ کر بیٹھے ہیں۔

عجب اور کبر کا فرق

اپنے کو اچھا سمجھنا اور کسی کو حقیر نہ سمجھنا عجب کہلاتا ہے اور اپنے کو اچھا سمجھنے کے ساتھ دوسروں کو کمتر بھی سمجھنا تکبر کہلاتا ہے اور دونوں حرام ہیں۔ جب بندہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں عزت والا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں اچھا اور بڑا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے ؎

معاصی سے نفرت واجب ہے لیکن عاصی سے نفرت حرام ہے۔ اسی طرح کسی کافر کو بھی نگاہ حقارت سے نہ دیکھے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر مقدر ہو چکا ہو۔ البتہ اس کے کفر سے نفرت واجب ہے۔

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد امید (رومی)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر فی المآل سمجھتا ہوں یعنی موجودہ حالت میں ہر مسلمان مجھ سے اچھا ہے اور خاتمہ کے اعتبار سے کہ نہ معلوم کیا ہو اپنے کو کفار سے بھی کمتر سمجھتا ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول ہے کہ مومن کامل نہ ہوگا جب تک کہ اپنے کو بہائم اور کفار سے بھی کمتر نہ جانے گا۔

جب حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ چاہے تو بڑے سے بڑے گناہ کو بدون سزا معاف فرمادے اور چاہے تو چھوٹے گناہ پر گرفت کرکے عذاب میں پکڑے تو پھر کس منہ سے آدمی اپنے کو بڑا سمجھے اور کیسے کسی مسلمان کو خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو حقیر سمجھے۔ حضرت سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اللہ والے اس سبب سے فرشتوں پر شرف وعزت میں بازی لیجاتے ہیں کہ خود کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ولایت وقرب کو حق تعالےٰ نے بندوں میں مخفی رکھا ہے لہٰذا کسی بندہ کو خواہ کیسا ہی گنہگار ہو حقیر نہ جانو کیا خبر کہ شاید یہی بندہ علم الٰہی میں ولی ہو اور اس کی ولایت کسی وقت بھی توبۂ صادقہ اور اتباع سنت کی صورت میں ظاہر ہوجاوے۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ بعض بندے زندگی بھر رند بادہ نوش مست وخراب بادہ اور فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں اور اچانک اُن میں تبدیلی آجاتی ہے اور توبہ کرکے پاک وصاف ہوجاتے ہیں جیسے کوئی شاہزادہ حسین جس کے منہ پر کالک لگی ہو اور اچانک صابن سے نہا دھو کر چاند کی طرح روشن چہرہ والا ہوجاوے۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا — گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں انسان اپنے وجود میں دو مرتبہ کس قدر گندے راستے سے گذرتا ہے ایک مرتبہ باپ کے پیشاب کی نالی سے نطفہ کی شکل میں ماں کے شکم میں گیا اور دوسری مرتبہ ماں کے رحم سے ناپاک راہ سے وجود میں آیا پھر تکبر کیسے زیبا ہوگا۔

بڑے بڑے متکبر بادشاہوں کا موت، قبر میں کیا حال کرتی ہے اور کس طرح لاکھوں کیڑوں کی غذا بناتی ہے۔

جس طرح امتحان کا نتیجہ سننے سے قبل اپنے کو بڑا اور کامیاب سمجھنے

والا طالب علم بے وقوف ہے اسی طرح میدان محشر میں اپنا فیصلہ سننے سے قبل دنیا میں اپنے کو کسی سے افضل سمجھنا اور بڑا سمجھنا حماقت ہے حضرت علامہ سید سلیمان صاحب کا خوب شعر ہے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے   وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

ایک شخص کا گھوڑا شریر اور عیب دار تھا کسی دلال سے کہا کہ فروخت کر دے اس نے بازار میں خوب تعریف کی۔ اس بے وقوف نے اس تعریف کو صحیح سمجھ کر کہا اب نہ فروخت کروں گا۔ میرا گھوڑا مجھے دیدو اس نے کہا زندگی بھر کا اپنا تجربہ میری جھوٹی تعریف سے جو محض بیچنے کے لیے ہے۔ بھول گئے۔ یہی حال ہمارا ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی شرارت اور خباثت اور گناہوں کے تقاضوں کو جانتے ہوئے جہاں کسی نے ذرا تعریف کر دی کہ حضرت آپ ایسے ہیں بس حضرتی کا نشہ چڑھ گیا اور اپنے نفس کو بھول گئے اللہ والے ایسے وقت اور شرمندہ ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی ستاری کا شکر ادا کرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ مہاجر مکی کا ارشاد ہے کہ جو لوگ مجھ سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں یہ سب حق تعالیٰ کی ستاری ہے ورنہ اگر وہ ہمارے اترے پترے کھولدیں تو سب معتقدین راہ فرار اختیار کریں پس مخلوق کا حسن ظن بھی حق تعالیٰ کا انعام ہے اور اپنے کو کمتر اور حقیر سمجھنا درجۂ یقین میں ایک بیّن حقیقت کو تسلیم کرنا ہے اور عبدیت کاملہ کے لوازم سے ہے۔

پانچواں باب

ریا (دکھاوا)

ریا کہتے ہیں کسی عبادت اور نیکی کو کسی شخص کو دکھانے کے لیے کیا جاوے اور اس سے کوئی دنیوی غرض اور اس سے مال یا جاہ حاصل کرنے کی نیت ہو۔ لیکن اگر اپنے استاد یا مرشد یا کسی بزرگ کو اس نیت سے اچھی آواز بنا کر قرآن پاک سنائے کہ ان کا دل خوش ہوگا تو یہ ریا نہیں جیسا کہ روایت حدیث کی موجود ہے کہ ایک صحابی رضؓ کا قرآن رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور دن میں ان کو مطلع فرما کر اظہار مسرت فرمایا تو اُن صحابی رضؓ نے عرض کیا کہ اگر ہم کو علم ہوتا کہ آپؐ سُن رہے ہیں تو میں اور عمدہ تلاوت کرتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت فرمانا اور نکیر نہ فرمانا مدلول مذکور کے لیے دلیل ہے۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اعمال خیر (رضائے حق کے لئے) کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں (تو آپؐ کی کیا رائے ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ یہ مومن کی جلد ملنے والی بشارت ہے۔ یعنی یہ دنیا کا انعام ہے آخرت کا انعام اس سے الگ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ لوگوں کے دیکھ لینے کے خوف سے اپنا نیک عمل ہی چھوڑ دیتے ہیں یہ صحیح نہیں بلکہ محققین مشائخ نے فرمایا کہ نیک عمل جس طرح مخلوق

کے لئے کرنا ریا ہے اسی طرح مخلوق کے خوف سے یعنی ریا کے خوف سے کسی عمل خیر کا ترک کرنا بھی ریا ہے۔ پس جس معمول کا جو وقت ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے اسی وقت کرے کسی کے دیکھنے نہ دیکھنے کی ہرگز پرواہ نہ کرے ریا ایسی بلا نہیں ہے جو بدون نیت اور ارادہ خود بخود کسی کو چمٹ جائے جب تک دکھاوے کی نیت نہ ہو اور نیت بھی غرض دنیا کی ہو تب ریا ہوتی ہے اور اگر نیت تو رضائے حق کی ہے مگر پھر دل میں وسوسہ آتا ہے کہ شاید اس عبادت سے ریاکاری کر رہا ہوں تو یہ وسوسۂ ریا ہے جس کی ہرگز پروا نہ کرے اور نہ پریشان ہو ورنہ شیطان وسوسہ ڈال کر اس عمل خیر سے محروم کر دے گا یعنی خوف ریا پیدا کر کے آپ کو اس عمل ہی سے روک دے گا

حضرت حکیم الامت تھانوی رحؒ نے اس کی عجیب مثال دی ہے کہ آئینہ کے اوپر جب مکھی بیٹھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکھی آئینہ کے اندر بھی موجود ہے حالانکہ وہ باہر بیٹھی ہوتی ہے اس طرح سالک کے قلب کے باہر شیطان ریا کا وسوسہ ڈالتا ہے اور سالک سمجھتا ہے ہائے یہ تو میرے قلب کے اندر ہے پس اس کو ریا نہ سمجھے بلکہ وسوسۂ ریا سمجھے۔ اور بے فکری سے کام میں لگا رہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے گھر میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک میرے پاس آدمی آگیا اور مجھے یہ حالت پسند آئی کہ اس نے مجھے اس حالت میں دیکھا۔

آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوہریرہؓ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تیرے لئے دو اجر ہیں ایک اجر پوشیدہ کا ایک اجر علانیہ کا۔ اس حدیث سے کس قدر عابدین کے لئے بشارت ہے۔۔ کبھی اپنی عبادت کا اظہار جاہ کیلئے

ہوتا ہے یہ بھی بدترین ریا ہے مثلاً احباب کے حلقے میں یہ کہنا کہ آج تہجد میں بہت لطف آیا اور خوب رونا آیا۔ اور بہت سویرے آنکھ کھل گئی یہ باتیں سوائے اپنے مرشد کے کسی کے روبرو نہ کہنا چاہئے۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ایک صاحب نے دو حج کئے تھے اور ایک جملے سے دونوں حج کا ثواب ضائع کردیا اور وہ اس طرح کہ ایک مہمان کے لئے کہا کہ اے ملازم تو اس صراحی سے اس کو پانی پلا جو میں نے دوسری بار حج میں مکہ شریف سے خریدی تھی۔

علاج ریا کا علاج حصول اخلاص ہے اور حدیث پاک میں اخلاص کی حقیقت یوں ارشاد ہے کہ عبادت اس دھیان سے کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ اگر ہم ان کو نہیں دیکھتے تو وہ تو ہمیں دیکھ ہی رہے ہیں۔ جب حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا دھیان ہوگا مخلوق کا خیال نہ آئے گا۔ اور یہ مراقبہ یعنی دھیان مشق کرنے سے دل میں قائم ہوتا ہے تھوڑی دیر خلوت میں بیٹھ کر یہ تصور جمایا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ کچھ مدت تک اس طرح مشق سے استحضار حق آسان ہو جاتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اخلاص کا حصول اور ریا سے طہارت اہل اللہ کی صحبت اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کئے بغیر عادۃً ناممکن ہے اسی لئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اصلاح نفس کے لئے مشائخ کاملین میں سے جس سے مناسبت ہو تعلق قائم کرنا فرض عین ہے کیونکہ مقدمہ فرض کا فرض ہوتا ہے

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ جس نیک کام میں لگا ہے ریا کے خوف سے ترک نہ کرے اپنی نیت درست کرے اور زبان سے بھی کہہ لے کہ یا اللہ یہ نیک عمل آپ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہوں پھر اگر

خدانخواستہ نفس کی شرارت سے یہ ریا بھی ہو گی تو چند دن میں یہ عادت بن جائے گی۔ اس مضمون کو حضرت خواجہ صاحبؒ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے ؎

نہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

چھٹا باب

دنیا کی محبت کی بُرائی میں

؎ یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوشرنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی (اخترؔ)

دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ آخرت سے غفلت کا سبب یہی دھوکہ کا گھر ہے جو قبرستان میں سُلا کر ایک دن بے گھر کر دیتا ہے۔ اور موت کو بکثرت فکر سے مراقبہ کرنے سے دنیا کی محبت دل سے نکل جاتی ہے۔ قبرستان بھی گاہ گاہ جا کر خوب غور سے سوچے کہ یہاں بوڑھے۔ جوان۔ بچے۔ عورت مرد۔ امیر۔ غریب حتیٰ کہ وزرا اور سلاطین بھی آج کیڑوں کی خوراک بن کر بے نام و نشان ہو گئے۔

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
معطر بدن تھا مشین بدن تھا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضو بدن تھا نہ تارِ کفن تھا
(نذیر اکبر آبادی)

آکر قضا یا ہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی
(اخترؔ)

دنیا اور آخرت کا امتزاج اور ارتباط کا فلسفہ حضرت عارف رومیؒ متکلم امت نے یوں حل فرمایا ہے۔

آب اندر زیر کشتی پشتی است،

آب در کشتی ہلاک کشتی است۔

دنیا کی مثال پانی سے اور آخرت کی مثال کشتی سے دی ہے کہ جس طرح پانی کے بغیر کشتی چل نہیں سکتی مگر شرط یہ ہے کہ یہ پانی نیچے رہے کشتی میں داخل نہ ہو اگر پانی اندر داخل ہوا تو یہی کشتی کی ہلاکت کا بھی سبب ہوگا جو نیچے روانی کا سبب تھا۔ ٹھیک اسی طرح دنیا اگر دل کے باہر ہو اور دل میں حق تعالیٰ کی محبت غالب ہو یعنی نعمت کی محبت سے نعمت دینے والے کی محبت غالب ہو تو آخرت کی کشتی ٹھیک چلتی ہے اور اسی دنیا سے دین کی خوب تیاری ہوتی ہے اور اگر دنیا کی محبت کا پانی دل کے اندر گھس گیا یعنی آخرت کی کشتی میں دنیا کا پانی داخل ہوگیا تو پھر دونوں جہاں کی تباہی کے سوا کچھ نہیں دنیا کا نفع اور سکون بھی چھین جاوے گا جس طرح کشتی کے غرق ہوتے وقت پھر وہ پانی کشتی کے لئے باعث سکون ہونے کے بجائے باعث ہراس و تباہی ہو جاتا ہے۔ پس نافرمان انسان کے پاس یہ دنیا سبب نافرمانی بن جاتی ہے اور اللہ والوں کے پاس یہ دنیا فرمانبرداری میں صرف ہوتی ہے اور باعث سکون و چین ہوتی ہے۔

تعجب ہے کہ دنیا کا پیدا کرنے والا تو دنیا کو قرآن میں دار الغرور دھوکہ کا گھر فرمائے اور ہم مخلوق ہو کر اس دھوکہ کے گھر سے دل لگائے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ نے دنیا کی محبت اور حیات دنیا سے اطمینان اور خوشی کا سبب آخرت پر عدم یقین ارشاد فرمایا ہے ورنہ آخرت کی فکر کے ساتھ تو

ذکرِالٰہی کے سوا کوئی چیز باعثِ اطمینان نہیں ہو سکتی۔ چوبِ بوسیدہ پر سہارا لگا کر کھڑا ہونا جس طرح حماقت ہے اسی طرح موت کے یقینی آنے کے باوجود دنیا کی لذتوں کو سہارۂ اطمینان بنانا بھی حماقت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی پیاری دعا مانگی کہ اے اللہ جب اہلِ دنیا کی آنکھیں تو ان کی (فانی) دنیا سے ٹھنڈی کر تو ہماری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرما (جس کی لذت غیر فانی ہے)

رنگ تقویٰ رنگ طاعت رنگ دیں
تا اَبد باقی بُوَد بر عابدیں (رومی)

تقویٰ اور عبادت کا رنگ عابدین کی ارواح پر ہمیشہ قائم رہتا ہے کیونکہ وہ معبود بھی تو حی قیوم ہے۔

علاج

حب دنیا کا علاج

(۱) موت کو بار بار سوچنا اور قبر کی تنہائی اور دنیا سے جدائی کا مراقبہ۔

(۲) دنیا کی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں احقر کی اس کتاب کا مطالعہ ہر روز چند منٹ کر لیا جاوے جس میں ان احادیث نبویہ کو جمع کر دیا گیا ہے جن کو پڑھ کر دل نرم ہو جاتا ہے اور آخرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب ۱۰۵ حدیثوں کا مجموعہ ہے۔

(۳) اللہ والوں کی مجالس میں بار بار حاضری۔ بلکہ کسی اللہ والے سے جس کسی سے مناسبت ہو باضابطہ اصلاحی تعلق قائم کر لینا شفائے روح کے لئے اکسیر ہے۔

(۴) دنیا کے عاشقوں سے دور رہنا۔ کہ اس کے جراثیم بھی متعدی

ہوتے ہیں۔

⑤ گاہ گاہ قبرستان میں یاد آخرت کی نیت سے حاضری دینا۔

⑥ ذکر کا اہتمام والتزام کسی دینی مربی کے مشورہ سے کرنا۔

⑦ آسمان اور زمین، چاند و سورج اور ستاروں میں اور رات دن کے آنے جانے میں غور کرنا اور اپنے خالق اور مالک کو پہچاننا اور ان کو حساب دینے کی فکر کرنا۔

ساتواں باب

حُبِّ جاہ اور خود پسندی

حُبِّ جاہ اس بیماری کا نام ہے جس میں آدمی اپنی شہرت کا طالب اور خواہشمند ہوتا ہے مخلوق میں بڑا بننے کا یہ شوق بھی نہایت خطرناک مرض ہے اور اسی بیماری کے سبب آدمی حق بات قبول کرنے سے محروم رہتا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آخرت کی بھلائیاں انھیں کے لئے مخصوص ہیں جو زمین پر رہ کر بڑائی اور فتنہ فساد نہیں چاہتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو بھیڑیے اگر بکریوں کے گلے میں آپڑیں تو وہ اتنا نقصان نہ کریں گے جتنا مال اور جاہ کی محبت دیندار مسلمان کے دین کو نقصان کرتی ہے شہرت کی آرزو یا خواہش حرام ہے ہاں اگر بدون چاہے کسی کو حق تعالیٰ ہی مشہور فرمادیں جیسا کہ اولیائے کرام اور بزرگان دین کی شہرت ہے تو حق تعالیٰ ہی ان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جاہ اور شہرت

چاہی نہ تھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے طاعت کی تھی اور جس حالت میں خدائے تعالیٰ نے رکھا راضی رہے اس سبب سے نہ وہ حُبِّ جاہ میں مبتلا ہوئے نہ حُبِّ مال میں۔ پس ولی کبھی مشہور ہوتا ہے لیکن مفتون نہیں ہوتا (رسالہ قشیریہ)۔

حُبِّ جاہ کا مریض ہر وقت یہ چاہتا ہے کہ لوگ میری تعریف کیا کریں اور اپنی تعریف سن کر اس کا نفس خوب موٹا ہوجاتا ہے۔

جانور فربہ شود از راہ نوش آدمی فربہ شود از راہ گوش

جانور تو بھوسہ گھاس سے موٹا ہوتا ہے اور آدمی کان کی راہ سے اپنی تعریف سن کر موٹا ہوتا ہے۔

علاج

اس کا علاج بھی موت کی یاد ہے کہ اگر ساری دنیا میرے قدموں میں لگ جائے تو قبر میں کیا ہوگا۔ وہاں کون سلام کرنے آئے گا اور کس کی تعریف کام آئے گی۔ ایسی فانی خوشی چند دن کی کس کام کی۔ ایسی خوشی حاصل کرے جو کبھی فنا نہ ہو اور وہ حق تعالیٰ سے تعلق اور ان کو راضی کرنا ہے جب کوئی تعریف کرے تو یہ سوچے کہ یہ حق تعالیٰ کی ستاری ہے ظاہری اور باطنی اور معنوی تمام نجاستوں کو چھپا رکھا ہے۔ حسی نجاست یہ ہے کہ پیٹ میں پیشاب اور پائخانہ بھرا ہے اگر کوئی سوراخ پیٹ میں ہوتا اور اس سے بھپکا بدبودار نکلا کرتا تو معلوم ہوتا کہ کتنے لوگ آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی تعریف کرتے بس حق تعالیٰ کا شکر بجالائیں کہ اس نے کس طرح ستاری کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔

اسی طرح معنوی نجاست یعنی گناہوں کا معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے عیوب کو چھپائے ہوئے ہیں اور دل میں جو گندے گندے شہوت کے

خیالات آتے ہیں اگر ان خیالات سے مخلوق کو آگاہی ہو جاوے تو معلوم ہوگا کہ پھر حضرت اور شیخ صاحب کے القاب کون استعمال کرتا ہے پس حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ وہ ہمارے گندے وساوس اور گندے اعمال پر مخلوق کو مطلع نہیں فرماتے لیکن حق تعالیٰ کی ستاری کا شکر یہ کیا یہی ہے کہ ہم اپنے کو بڑا سمجھیں یا مخلوق سے تعریف چاہنے لگیں۔ بلکہ اور ہم کو اپنے کو مٹا دینا چاہیئے اور ہر وقت ندامت اور شرمندگی طاری رہنی چاہئے کہ یا اللہ آپ کا احسان ہے ورنہ اگر یہ ستاری نہ ہوتی تو مخلوق ہم کو پتھر مارتی۔

فقیری اصل یہی ہے کہ اپنے کو مٹا دے حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے مرشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی خدمت میں یہ شعر کہا تھا۔

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجے مٹا دیجے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

جب اپنے اعمال کی قبولیت کا پتہ نہیں اور یقینی فیصلہ کا علم قیامت میں ہوگا تو پھر مخلوق سے تعریف چاہنا اور اس پر خوش ہونا نادانی ہے۔ جو مخلوق ضعیف اور عاجز اور کوئی نفع نقصان اس کے ہاتھ میں نہیں اُس سے تعریف چاہنا بھی بے کار ہے سب تعریف اور ہر کمال حق تعالیٰ ہی کے لئے زیبا ہے۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ الآیۃ

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو تم کو نیکیاں اور بھلائیاں پہنچتی ہیں وہ اللہ کی طرف سے اور جو برائیاں ہیں وہ تمہارے نفس کی طرف سے یہ بیماری بھی کسی شیخ کامل کی صحبت اور خدمت ہی سے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں۔ آمین

ے اے تو افلاطون و جالینوس ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کو پاک وصاف اور اچھا نہ سمجھا کرو یہ کافروں کی شان ہے کہ اپنے اعمال اور اپنے آپ کو اچھا سمجھیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ خود پسندی تباہ کر دیتی ہے کیونکہ آدمی جب اپنے آپ کو نیکوکار سمجھنے لگتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور سعادت اُخروی سے محروم ہو جاتا ہے۔ شیطان نے ۴ ہزار برس عبادت کی مگر انجام کیا ہوا حضرات صحابہ رضؓ اتنے نیک اعمال کے باوجود ہر وقت ڈرتے رہتے تھے۔ مَخَافَةً اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اس خوف سے کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ کے جمال و کمال کے سامنے اپنے جمال و کمال کو دیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے حسن و جمال کو دیکھنے کے بجائے ایک آئینہ جیب سے نکالے اور اپنا چہرہ اور سنگار دیکھتا رہے تو وہ محبوب ایک طمانچہ لگا کر اسے بھگا دے گا کہ جب اپنے ہی کو دیکھنا ہے تو یہاں کیوں آیا ہے؟ پس اپنے ہر وصف اور خوبی کو حق تعالیٰ کی عطا سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے شکر و ثنا سے زبان کو تر رکھے اور انہیں کے کمالات و جمال کے سوچنے میں غرق رہے۔

آٹھواں باب

غیبت و بدگمانی

یہ بیماری بھی نہایت عام ہو رہی ہے اور اکثر صلحاء میں بھی غیبت کا یہ سلسلہ چل پڑا ہے ہر ایک دوسرے پر تنقید اور اپنی فوقیت کا سکہ اپنے مصاحبین

پر بٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح بدگمانی کی بیماری بھی عام ہو رہی ہے اور تمام جھگڑوں کی بنیاد اور قلب کی تشویش و پریشانی کا سبب عموماً غیبت اور بدگمانی ہے۔

ہر بدگمانی پر قیامت کے دن دلیل شرعی کا مواخذہ ہوگا اور حسن ظن پر بدون دلیل اجر عطا فرمایا جاوے گا۔ پس نہایت نادانی ہے کہ بدون دلیل مفت ثواب نہ حاصل کرے اور بدگمانی پر دلیل کے مواخذہ میں خود کو گرفتار کرادے۔

حق تعالیٰ نے دونوں بیماریوں کو قرآن پاک میں بیان فرمایا اور بندوں کو اس سے بچنے کا حکم فرمایا۔ اور حدیث پاک میں بھی غیبت کو زنا سے سخت تر گناہ فرمایا ہے اور بدگمانی کو سب سے زیادہ جھوٹی بات فرمایا ہے۔

حضرت مرشدنا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اب میں بیعت کرتے وقت غیبت، بدگمانی اور بدنگاہی نہ کرنے اور قرآن پاک کے حروف کی صحت کے ساتھ ادائیگی کی مشق کرنے کا بھی عہد لیتا ہوں اور ہر دوئی سے مطبوعہ پرچہ بھی اس سلسلے میں شائع فرمایا جس کی نقل یہاں بھی تحریر کرتا ہوں۔

اصلاح الغیبۃ

یعنی

غیبت کے نقصانات اور اسکا علاج

مرتبہ:۔ مرشدی ومولائی حضرت مولانا الحاج شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہم العالی ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

آج کل غیبت کا بہت زور ہے حالانکہ یہ ایسی بری عادت ہے جس سے دنیا ودین دونوں کی رسوائی وخرابی کا قوی اندیشہ ہے اس لئے بعض احباب کی خواہش پر مختصر طور پر اس کے کچھ نقصانات اور اس کا علاج بزرگوں کی کتب وارشادات سے مرتب کرکے شائع کیا جارہا ہے۔ ان باتوں کو بار بار سوچنے سے اور ان پر عمل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اس مرض کا ازالہ ہوجائے گا اور اس سے حفاظت رہے گی۔

(۱) غیبت کا ضرر ونقصان یہ ہے کہ اس سے افتراق پیدا ہوتا ہے اور افتراق سے مقدمہ بازی لڑائی جھگڑے سب کچھ ہوتے ہیں اور اتفاق کے اندر جو مصالح ومنافع ہوتے ہیں افتراق کی صورت میں ان سے بھی محرومی ہوجاتی ہے۔

(۲) غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو جس کے دل میں ذرا بھی حس ہو اس کو یہ بات محسوس ہوتی ہے۔

(۳) غیبت کرنے سے دین و دنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ دنیا کا نقصان یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اگر سن پاوے تو غیبت کرنے والے کی فضیحت کر ڈالے گا اگر بس چلے تو بُری طرح سے خبر لے گا۔ دین کا نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی گویا سامان دوزخ ہے۔

(۴) حدیث شریف میں ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ ضرر کا باعث ہے۔

(۵) غیبت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ بخشش نہ فرمائیں گے جب تک بندہ معاف نہ کرے کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔

(۶) غیبت کرنا گویا اپنے مُردار بھائی کا گوشت کھانا ہے بھلا کون ایسا ہوگا جو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے گا جیسا اس کو بُرا و ناگوار خیال کیا جاتا ہے اسی طرح غیبت کے ساتھ معاملہ چاہیئے۔

(۷) غیبت کرنے والا بزدل ڈرپوک ہوتا ہے۔ جبھی تو پیٹھ پیچھے بُرائی کرتا ہے۔

(۸) غیبت کرنے سے چہرہ کا نور پھیکا پڑ جاتا ہے اور ایسے شخص کو ہر شخص ذِلّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

(۹) غیبت کا بڑا ضرر یہ ہے کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والے کی نیکیاں جس کی غیبت کی ہے اس کو دے دی جائیں گی اگر اس سے کمی پوری نہ ہوئی تو جس کی غیبت کی ہے اس کی بدیاں اس کی گردن پر لاد دی جائیں گی جس کے نتیجہ میں جہنم کا داخلہ ہوگا۔ ایسے شخص کو حدیث شریف میں دین کا مفلس فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا دنیا ہی میں اس کی معافی کرا لینی چاہیئے۔

(۱۰) غیبت کا عملی علاج بھی کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ جب کوئی غیبت کرے اور منع کرنے پر قدرت ہو تو منع کردے ورنہ وہاں سے خود اُٹھ جانا ضروری ہے اور اس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے کیونکہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین سکنی (دین کو نقصان پہونچانا) زیادہ قابل احتراز ہے یوں اگر نہ اُٹھ سکے تو کسی بہلنے سے اُٹھ جاوے یا قصداً کوئی مباح تذکرہ شروع کردیا جائے۔

(۱۱) غیبت کا عجیب وغریب ایک عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اس کو اپنی اس حرکت کی اطلاع کردیا کرے تھوڑے دن اس پر مداومت سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ مرض بالکل دور ہوجائے گا۔

تنبیہ نمبر۱: غیبت کے معنی یہ ہیں کہ کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے اس کے متعلق کوئی ایسی بات ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار گذرے مثلاً کسی کو بیوقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب ونسب میں نقص نکالنا یا کسی شخص کی کسی حرکت یا مکان یا مویشی یا لباس غرض جس شے سے بھی اس کا تعلق ہو اس کا کوئی عیب ایسا بیان کرنا جس کا سننا اسے ناگوار گذرے خواہ زبان سے ظاہر کی جائے یا رمز وکنایہ سے یا ہاتھ اور آنکھ کے اشارہ سے یا نقل اتاری جائے یہ سب غیبت میں داخل ہے۔

(۱۲) نفع کامل کے لئے ان باتوں کے ساتھ ساتھ کسی کامل مصلح سے اصلاحی تعلق بھی ضروری ہے تاکہ اگر ان تدابیر کا اثر ظاہر نہ ہو تو ان سے رجوع کیا جاسکے۔ واللہ اعلم

تنبیہ نمبر۲: بعض صورتوں میں غیبت جائز ہے۔ مثلاً جہاں کسی شخص کی حالت چھپانے سے دین کا یا دوسرے مسلمانوں کا ضرر ہونے کا

گمان غالب ہو تو وہاں اس کی حالت ظاہر کر دینا چاہئے یہ منع نہیں ہے یہ خیر خواہی و نصیحت میں داخل ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ جس کی غیبت کرنا چاہیں پہلے اس کے حالات لکھ کر عالم باعمل سے پوچھ لیں اس کے فتوے کے بعد اس پر عمل کریں اگر دینی ضرورت نہیں ہے بلکہ محض نفسانیت ہی نفسانیت ہے تو ایسی صورت میں حالت واقعی بیان کرنا غیبت حرام میں داخل ہے اور بلا تحقیق کسی عیب کا بیان کرنا تو بہتان ہے۔

تنبیہہ نمبر۱۰: اگر شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو فوراً اُٹھ جانا چاہئے۔ جیسے بارش عمدہ چیز ہے اس میں نہانا مفید ہے مگر اولے پڑنے لگیں تو بھاگنا ہی چاہئے۔

احقر۔ ابرار الحق عفاعنہٗ خادم اشرف المدارس ہردوئی

ارشاد حضرت مرشدنا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب

دامت برکاتہم

جو حضرات باضابطہ اصلاح نفس کا تعلق کسی بزرگ سے نہیں رکھتے ہیں لیکن اہل اللہ سے مانوس ہیں اور محبت رکھتے ہیں اور ان کی مجالس میں آنا جانا رکھتے ہیں تو ایسے حضرات کو حسب ذیل معمولات شروع کرا دینا چاہئے۔

(۱) ایک تسبیح - لا الہ الا اللہ

(۲) ایک تسبیح - اللہ (یعنی اسم ذات)

(۳) ایک تسبیح - درود شریف

ان معمولات کی برکات وانوار سے ان کے قلوب کو حق تعالیٰ کی طرف توجہ اور تعلق میں اضافہ اور ترقی محسوس ہوگی اور انشاءاللہ تعالیٰ پھر وہ باضابطہ اصلاح کی فکر محسوس کرنے لگیں گے۔ یہ اکسیر نسخہ ہے اور حق تعالیٰ نے ہمارے قلب میں یہ بات ڈالی ہے۔

ابرار الحق عفا اللہ عنہ

الحمد للہ کہ یہ کتاب مکمل ہوگئی اور اختتام پر حضرت مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا اصلاح امت کے لئے عجیب التاثیر اور آسان نسخہ بھی افادیت عامہ کی نیت سے منسلک کردیا گیا ہے — حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول ونافع فرمائیں۔ آمین

ناظرین کرام سے عموماً اور حضرت مرشدنا دامت برکاتہم سے خصوصاً عاجزانہ درخواست ہے کہ اس نااہل عبد کے لئے حق تعالیٰ کی رضائے دائمی، حسن خاتمہ اور مغفرۃ کاملہ کی دعا فرماکر ممنون فرمائیں۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ

۶؍ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالہ مفیدہ

ضرورت تصوف ـــــ ضرورت مرشد ـــ محبت مرشد

تصوف کے مسائل کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نے مسائل السلوک اور التشرف اور التکشف میں ڈیڑھ ہزار آیات قرآنی اور ۲ ہزار احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استنباط فرمایا ہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کو اپنے ایک مکتوب میں مسائل تصوف کے دلائل کے سلسلے میں کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا ہے۔ اس مقالہ میں چند صفحات پر مشتمل جو ضروری باتیں تحریر کی جا رہی ہیں ان میں اپنے اکابر کی جن کتب سے احقر نے استفادہ کیا ہے ان کے نام یہ ہے تصوف اور نسبت صوفیہ مصنفہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب تذکرہ شاہ فضل رحمن مصنفہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں کمالات اشرفیہ (ملفوظات حضرت تھانوی)

"ملائے خشک و ناہموار نباشی"

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نے اپنی کتاب تصوف و نسبت صوفیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد نے ان کو ہدایت کی تھی کہ ملائے خشک و ناہموار نباشی چنانچہ عمر بھر ان کے ایک ہاتھ میں جام شریعت اور دوسرے ہاتھ میں سندان عشق رہا شیخ سیف الدین نے ان میں عشق حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیئے تھے جو آخر عمر تک ان کے قلب و جگر کو گرماتے رہے۔ (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شریعت اور طریقت میں فرق کرنا گمراہی ہے اور جو شریعت پر عامل نہیں وہ صوفیا کہلانے کے مستحق نہیں۔

شریعت اور طریقت پر علامہ شامیؒ کی تحقیق

اس مضمون کو علامہ شامیؒ بھی فرماتے ہیں کہ شریعت و طریقت اور حقیقت میں باہم تلازم ہے چنانچہ شامیؒ فرماتے ہیں:

الطریقة سلوك طریق الشریعة والشریعة اعمال شرعیة معدودة وهما والحقیقة ثلثة متلازمة شامی ج ۱ ص

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں ان علم الاخلاص والعجب والحسد والریا فرض عین ومثلها غیرها من افات النفوس کالکبر والشح والحقد والغش والغضب والعداوة والبغضاء والطمع والبخل والبطر والخیلاء والخیانة والمداهنة والاستکبار عن الحق والمکر والمخادعة والقسوة وطول الامل ونحوها مما هو بین فی ربع المهلکات من الاحیاء الخ

علامہ شامی جو فقہاء متاخرین میں سے ہیں اور انہیں کے کتاب سے عام طور پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور ہم سب لوگ اس کو تسلیم کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ علم اخلاق (تصوف) کی تحصیل فرض عین ہے۔ اس لئے کہ ہر آدمی الا ماشاء اللہ کبر و بخل۔ کینہ۔ خیانت۔ غصہ۔ عداوت۔ بغض۔ طمع۔ بخل۔ بطر (حق بات سے اعراض اور قبول نہ کرنا) خیلاء۔ مداہنت۔ استکبار من الحق۔ مکر خداع (دھوکہ) قسوت (دل سخت ہوجانا)، طول امل۔ ان امراض مذکورہ میں سے ایک یا کل میں ضرور ہی مبتلا رہتا ہے جن کا ازالہ فرض ہے۔

ارشاد حضرت حکیم الامت تھانویؒ

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

چونکہ ظاہر دین پر اعمال آسان ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو اختیار کر لیتے ہیں اور باطنی اعمال اختیار اور اخلاق کی اصلاح کرنا چونکہ نفس پر مشکل ہوتا ہے نفس کو مارنا پڑتا ہے اس لئے اصلاح باطن سے گھبراتے ہیں نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کام کے لئے آدمی کو عالی ہمت اور بلند حوصلہ ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ اس راہ میں تعلقات غیر اللہ پر تعلق اللہ کا غالب کرنا پڑتا ہے مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر تو صبر کر لیتے ہیں اور غیر اللہ سے تعلقات پر صبر نہیں ہوتا۔

احقر اختر عفی عنہ ایک بزرگ کا عربی شعر نقل کرتا ہے

لکل شیٔ اذا فارقتہ عوض

ولیس للہ ان فارقت من عوض

(ترجمہ) ہر شے جس سے تم جدا ہو گے اس کا بدل مل سکتا ہے مگر اگر اللہ تعالیٰ سے تم کو جدائی ہو گئی تو حق سبحانہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر اور بدل نہیں۔

علامہ شامیؒ نے علم الاخلاق کو فرض فرمایا جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے لیکن فقط علم سے کام نہیں چلتا، دانستن اور داشتن میں فرق ہے۔ مرغ کی آواز کی مشق کر لینے سے یہ ضروری نہیں کہ یہ نقال اسرار و رموز ضمیر مرغ سے بھی واقف ہے پس اہل اللہ کی اصطلاحات یاد کر لینے سے اہل اللہ نہیں ہو جاتا! جیسا کہ حضرت رومیؒ فرماتے ہیں

گر بیا موزی صفیر بلبلے

تو چہ دانی کو چہ گوید باگلے

لحن مرغاں را اگر واقف شوی

بر ضمیر مرغ کے عارف شوی

ترجمہ۔ تونے اگر بلبل کی آواز کی مشق کرلی تو کیا خبر ہے تجھے کہ بلبل گل سے کیا کہہ رہا ہے چڑیوں کی آواز کی نقل کرلینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تو ان کے ضمیر اور قلبی حالات سے بھی باخبر ہوگیا۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں چونکہ بدون رہبر کامل کے اصلاح اخلاق ناممکن ہے اور اصلاح نفس فرض ہے پس حصول فرض کا مقدمہ یعنی ذریعہ بھی فرض ہوتا ہے اور یزکیھم میں فعل تزکیہ اس کی تائید کرتا ہے کہ مُزکّی کی ضرورت ہے تزکیہ فعل متعدی ہے جو صرف اپنے فاعل پر تمام نہیں ہوجاتا ہے یعنی مُزکّی بھی ہو اور مُزکّیٰ بھی ہو اور تزکیہ بھی ہو جیسے مُرَبّیٰ بدون مُرَبّی کے نہیں بنتا۔ اب اگر آملہ کا مُرَبّیٰ چاندی کے ورق کے ساتھ کوئی تقویت قلب کے لئے کھائے تو وہ آملہ جو غیر مُرَبّیٰ ہے اگر وہ بھی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہوئے مطالبہ کرے کہ ہمارے اوپر بھی چاندی کا ورق لگادو اور ہمارے ساتھ بھی وہی اعزازی برتاؤ کرد تو آپ کیا جواب دیں گے۔ پس وہ علماء جو بزرگوں کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں ان کی شان نسبت اور شان مقبولیت کو اسی طرح قیاس کرلیا جاوے۔

حضرت شاہ فضل الرحمن صاحبؒ اپنے مرشدؒ کی محبت میں یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے

اے شہہ آفاق شیریں داستاں — باز گو از من نشان بے نشاں

صرف نحو و منطقم را سوختی — در دلم عشق خدا افروختی

ترجمہ: اے شاہ محمد آفاق شیریں داستاں مجھ سے حق تعالیٰ شانہ کے قرب کی باتیں کیجئے آپنے ہمارے صرف و نحو اور منطق کے پندار کو جلاکر ہمارے قلب میں حق تعالیٰ کا عشق روشن کردیا۔

حکایت حضرت شیخ الہندؒ

احقر سے حضرت مفتی محمود حسن صاحب

گنگوہی صدر مفتی دیوبند نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ ہر جمعہ کو دیوبند سے اپنے شیخ و مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے ایک دن ایک بے تکلف دوست نے کہا مولانا کیوں جاتے ہو گنگوہ میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

آثار فنائیت لوازم نسبت سے ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ یہ پندار اور خود بینی اور انانیت بدون صحبت مرشد کامل اور بدون عطار نسبت فنا نہیں ہوتی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ) نے اس مضمون کی تائید میں ایک عجیب اور لطیف استدلال پیش فرمایا ہے جو احقر کو ڈاکٹر صلاح الدین صاحب سے معلوم ہوا وہ یہ کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ

ترجمہ وتفسیر سلاطین جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس بستی کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یعنی جب کسی شہر میں لڑائی کے ساتھ داخل ہوتے ہیں تو شہر والوں کو خراب کر دیتے ہیں اور سرداروں کو بے عزت کر دیتے ہیں یعنی امیروں اور وزیروں کو سخت ذلیل کرتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں یا گرفتار کر لیتے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اذلۃ تک بلقیس کا قول ہے وکذالک یفعلون حق تعالیٰ کا قول ہے (ابن کثیر)

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس آیت سے یہ بات قلب میں وارد ہوئی کہ یہی حال تجلیات ربانی کا ہے جب سالکین کو ذکر اور صحبت اہل اللہ کی برکت سے نسبت خاصہ عطا ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کا نور قرب اس کے دل میں داخل ہوتا ہے کما ھو فی الحدیث ان النور اذا قذف فی القلب الخ تو یہ تجلیات ربانی اس سالک کے عجب و پندار اور تکبر اور خود بینی و خود پرستی اور اس کی انانیت کو تہہ و بالا کر دیتی ہیں پھر اس کا اَنا فنا سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

حُسن اخلاق اور نسبت باطنی

احقر عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ شفقت اور رحمت کی شان اگر سالک پر ظاہر نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ شخص ابھی باوجود ذکر و نوافل کے راہ میں ہے منزل سے دور ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالقاسم قشیریؒ اپنے رسالہ قشیریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ولی پر صدق ادا حقوق حق سبحانہ تعالےٰ اور رفق و شفقت علی المخلوق فی جمیع احوال غالب ہوتا ہے ثم انبساط رحمتہ لکافۃ الخلق ثم دوام تحملہ عنھم بجمیل الخلق وابتدائہ لطب الاحسان من اللہ الیھم من غیر التماس منھم وترک الانتقام منھم وترک الطمع لکل وجہ فیھم ولا یکون خصماً لاحد فی الدنیا ولا فی الاخرہ

خلاصۂ ترجمہ: علامہ موصوفؒ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہوتا ہے جو صدق کے ساتھ حق تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا ہے اور مخلوق خدا پر نرمی اور شفقت جملہ احوال میں کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے مخلوق کے لئے دُعا گو رہتا ہے بدون اس انتظار کے کہ مخلوق خدا اس سے دُعا کی درخواست کرے اور ترک انتقام کا خوگر ہوتا ہے اور مخلوق سے بے طمع ہوتا ہے

اور دنیا و آخرت میں کسی کی مخاصمت و عداوت اپنے نفس کی خاطر نہیں کرتا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اہل ظاہر اہل باطن سے اسی وقت تک منحرف اور گریزاں اور نفور رہتے ہیں جب تک ان کا باطن انکے باطن سے بے خبر ہوتا ہے لیکن بعد معرفت وہ اپنے باطن کو ان کے باطن کے سامنے قلاش و تہی مایہ سمجھتے ہوئے ان کے سرمایۂ باطنی سے خوشہ چینی کے لئے سراپا عجز و نیاز و محبت اور غلام ہو جاتے ہیں

لطف صحبت اہلُ اللہ

اہل اللہ کی صحبت کے لطف پر میرا شعر ہے۔ ؎

حاصل جسے کہ آپ کی صحبت مدام ہے
دنیا میں رہ کے پھر بھی وہ جنت مقام ہے

دوسرا شعر فارسی میں ہے ؎

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

یہ شعر الٰہ آباد میں ہوا۔ احقر نے حضرت[ؒ] والا پرتابگڈھی کی خدمت میں ایک مضمون عرض کیا تھا جس پر حضرت کو وجد آگیا اور پھر اس مضمون کو بعد عصر کی مجلس میں دوبارہ بیان کرنے کا حکم فرمایا۔ اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فادخلی عبادی کو وادخلی جنتی پر مقدم فرمایا ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس تقدیم سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے مقبول بندوں کی معیت اور رفاقت کو جنت کی نعمت پر افضل قرار دیا ہے۔ پھر احقر مؤلف نے عرض کیا کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مکین افضل ہوتے ہیں مکان سے اور اہل جنت مکین ہیں اور جنت مکان ہے؛

ؒ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم

نیز جنت کے یہ مکین دنیا ہی سے چلتے ہیں اور ہر زمانے میں یہاں موجود ہوتے ہیں۔ پس جس نے یہاں ان کی صحبت اور رفاقت کو اخلاص اور صدقِ دل سے اختیار کیا تو اس نے افضل نعمت تو یہیں پالی پھر مفضول نعمت بھی ضرور پائے گا پس فادخلی عبادی پر عمل جس نے دنیا میں کر لیا (یعنی صحبت اولیاء اللہ اختیار کرلی اور صحبت کاملہ اتباع کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے واتّبع سبیل من اناب الیّ) تو آخرت میں بقاعدہ جزاءً وّ فاقا الایۃ کے مطابق (یعنی جزا موافق عمل) جنت میں بھی ان کی رفاقت پا جائے گا۔ لہٰذا حق تعالیٰ کے عاشقین کی صحبت میں بیٹھنا گویا کہ جنت میں بیٹھنا ہے اور قلب سلیم ہو تو ان کے پاس بیٹھنے سے واقعی جنت کا لطف ملتا ہے اس مضمون کو اس شعر میں احقر نے بیان کیا ہے کہ ؎

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید

ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

حضرت پرتاب گڈھی نہایت محظوظ ہوئے۔

جوانی کی عبادت کا نفع بڑھاپے میں

اس کے بعد احقر نے عرض کیا کہ جو اولیاء اللہ جوانی میں بہت عبادت و ذکر کرتے ہیں تو بڑھاپے اور بیماری میں بدون ذکر و نوافل بھی ان کے قلوب کو انوار سے حق تعالیٰ معمور رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث ہے اذا مرض او سافر الخ جب بندہ مریض اور مسافر ہوجاتا ہے تو جو معمولات اس کے حالت صحت اور وطن کے ہوتے ہیں ان کا ثواب بدون ان معمولات کے اس کو عطا فرمایا جاتا ہے احقر نے ایک مثال سے اس مضمون کو سمجھایا تھا جس کو حضرت پرتاب گڈھی نے بہت پسند فرمایا تھا وہ یہ کہ سرکاری ملازمین کو ضعیف

اور بوڑھے ہونے کے بعد پنشن ملا کرتی ہے تو حق تعالیٰ کی سرکار سے انکے سرکاری بندوں کو بھی جب وہ کمزور اور بیمار ہوجاتے ہیں تو بدون معمولات ان کے قلوب کو انوار قرب سے بھر دیا جاتا ہے پس بظاہر ان کے اعمال نافلہ کم نظر آتے ہیں مگر ان کی روحانی برکات بہت بڑھ جاتی ہیں خواہ وہ بوجہ ضعف وکمزوری بالکل خاموش بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں ہمارے مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ رات کی رانی خاموش ہے مگر اس کے پاس جو بیٹھنے والے یا سونے والے ہیں رات بھر اُن کا دماغ معطر ہوتا رہتا ہے پس جب رات کی رانی میں یہ قوتِ فیضان ہے تو اہل اللہ کی روحانیت میں کس قدر فیضان کی صلاحیت ہوگی۔

مذاق قلندری کی حقیقت

بعض اولیاء اللہ کا مذاق قلندری ہوتا ہے اور وہ نسبت قلندریہ سے مشرف ہوتے ہیں ہمارے مرشدنا حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے عرض کیا تھا کہ حضرت نسبت قلندریہ کیا ہے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ رنگ نسبت ہے کہ جس کے حاملین کثرت نوافل اور کثرت تسبیحات کے اہتمام کی بہ نسبت حق تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت اپنے قلب کا رابطۂ خاص قائم رکھنے کا اہتمام رکھتے ہیں کہ کسی وقت بھی ذہول نہ ہو اور استحضار دائمی اور حضور دائمی کی نعمت ان کو حاصل رہتی ہے اور اس کا پتہ ان کی مجالس اور گفتگو سے اہل دل حضرات کو محسوس ہوجاتا ہے اور ذاکرین وشاغلین تو بوقت ذکر حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں یا مسجد میں اشراق ونوافل وتلاوت کے وقت تک باخدا رہتے ہیں اور جب گھر آئے اور بال بچوں میں پھنسے یا تجارت میں لگے تو ان کے قلوب غافل ہوجاتے ہیں مگر یہ صاحب نسبت بندے (اولیائے کرام) مسجد

اور گھر اور بازار ہر جگہ باخدا رہتے ہیں احقر کو اپنا ایک شعر اسی مقام کے حسب حال یاد آیا ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

اپنا ایک اور شعر یاد آیا ؎

خدا کے درد محبت نے عمر بھر کے لئے
کسی سے دل نہ لگانے دیا گلستاں میں

حضرت پرتابگڈھیؒ[ع] اس دائمی حضوری کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
زباں خاموش دل غافل نہیں ہے

مجھے احباب کی خاطر ہے منظور
یہ کیا طاعات میں شامل نہیں ہے

جسے منزل سمجھتا ہے تو ناداں
نشان راہ ہے منزل نہیں ہے

اہل اللہ کی محبت نعمت عظمیٰ ہے

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ کی محبت سے بڑھ کر کوئی عمل موثر نہیں سب سے قوی ذریعہ کائنات میں اللہ تعالیٰ تک رسائی کا اللہ والوں کی محبت ہے

اُن سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

علامہ موصوف نے اس دعویٰ کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ (ترمذی)

اس حدیث پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی محبت کو مانگنے

ع حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم

کے بعد حق تعالیٰ کے عاشقین محبین کی محبت کا سوال فرمایا اور اس کے بعد ان اعمال کا سوال فرمایا جو حق تعالیٰ کو محبوب ہیں پس اس تقدیم سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی محبت کو اعمال پر بھی اولیت اور اہمیت حاصل ہے۔

تقویٰ کی دولت اہل اللہ سے ملتی ہے

صدر مفتی دیوبند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم نے اس ناکارہ سے فرمایا کہ جمع الفوائد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت مروی ہے

لِکُلِّ شَیْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰی قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ (حدیث)

(ترجمہ) ہر شے اپنے کان سے ملتی ہے اور تقویٰ کی کان عارفین (اللہ والوں) کے قلوب ہیں۔

حضرت پرتاب گڈھی دامت برکاتہم کا ایک سادہ سا شعر اس حقیقت کو خوب بیان کرتا ہے۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

ارشادات در بیان عاشقان حق از حضرت عارف مولانا رومیؒ

بنگر ایشاں را کہ مجنوں گشتہ اند	ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند
خواب را بگذار امشب اے پدر	یک شبے در کوئے بیخواباں گذر
مدح تو حیف ست با زندانیاں	گویم اندر مجمع روحانیاں
قدر تو بگذشت از درک عقول	عقل در شرح شما باشد فضول
قصد کر دستند ایں گل پارہا	کہ بپوشانند خورشید ترا
بوئے مے را گر کسے مکنوں کند	چشم مست خویشتن را چوں کند
ہر کہ باشد قوت او نور جلال	چوں نزاید از لبش سحر حلال

در فراخ عرصۂ آں پاک جاں　　　تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں

شمۂ از گلستاں با ما بگو　　　جرعۂ بر ریز برما زیں سبو

خو نداریم اے جمال مہتری　　　کہ لب ما خشک و تو تنہا خوری

او نیارا در درونہا نغمہ ہاست　　　طالباں را زاں حیات بے بہاست

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں　　　دل مدہ الا بمہر دلخوشاں

<u>ترجمہ</u> ۱۔ حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں کہ خدا کے ان عاشقین سوختہ جانوں کو دیکھو کہ مثل پروانہ تجلیات الٰہیہ سے کشتہ ہو رہے ہیں۔

۲۔ اے اباجان! بہت سوئے ایک رات سونا ترک کرکے ان اللہ والوں کے پاس رہ کے دیکھئے کہ ان بیخوابوں کی گلیوں میں کیا ہو رہا ہے۔

۴۔ آپ کی تعریف یہ اہل ہویٰ اور اہل نفس یعنی دنیا پرست لوگ کیا سمجھیں گے ہاں اللہ والے حضرات آپ کی قدر سمجھ سکتے ہیں اس لئے انہیں کے مجمع میں آپ کا ذکر کروں گا یہاں مخاطب مولانا رومیؒ کے سامنے حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور احقر کے سامنے ہمارے اکابر ہیں آپ کی قدر و منزلت عقول عامہ سے مافوق اور بالاتر ہے عقل عام آپ کے مقام بلند کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

۵۔ بعض نادان لوگ جو نور باطن سے بے خبر ہیں آپ کے آفتاب باطنی کو چھپانا چاہتے ہیں لیکن ؎

داغ دل چمکے گا بن کر آفتاب　　　لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

۶۔ جس طرح کوئی رند اگر بوئے مے کو چھپا بھی لے تو اپنی مست آنکھوں کو کیسے چھپا سکے گا اسی طرح آپ حق تعالیٰ کی محبت کے انوار کو اپنے چہرہ اور آنکھوں سے کیسے چھپا سکتے ہیں جبکہ نور ذکر آپ کی غذا ہے۔

۷۔ ہر کہ باشد قوت او نور جلال　　　چوں نزائد از لبش سحر حلال　　　رومی

جس کی روحانی غذا حق تعالیٰ کا نور ہوتا ہے اس کے لبوں سے کلام موثر کیوں نہ پیدا ہوگا (حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے سحرِ حلال کا ترجمہ کلام موثر فرمایا ہے)

(۸) اللہ والوں کی روح میں نسبت مع اللہ کی برکت سے اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہفت آسمان اس وسعت کے آگے تنگ معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک سے تائید ہوتی ہے ان النور اذا قذف فی القلب انشرح له الصدر وانفسح

(ترجمہ: جب حق تعالیٰ کا نورِ ہدایت کسی دل میں داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے)

۹- ہاں اپنے گلستانِ قرب سے مجھے بھی تو کچھ دیجئے اور اپنے معرفت کے سبو سے مجھے بھی تو کچھ پلائیے ؎

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاکِ گریباں
اے دامنِ تر اشک رواں زلف پریشاں اخترؔ

۱۰- اے سراپا جمال (روحانی) ہم اس امر کے خوگر نہیں ہیں کہ ہمارے لب تو خشک رہیں اور آپ معرفت کا دریا پیتے رہیں۔

۱۱- اولیائے کرام کے باطن میں بہت سے نغمات عشقِ حقیقی پوشیدہ ہیں جن سے طالبین کو آبِ حیاتِ محبت ملتی ہے اور وہ مردہ دل حق تعالیٰ کی محبت سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں۔

یہی زندگی جاودانی ہے جو آبِ حیاتِ محبت ملے
ترے غم کی جو مجھکو دولت ملے غم دو جہاں سے فراغت ملے
محبت تو اے دل بڑی چیز ہے یہ کیا کم ہے جو اس کی حسرت ملے

اور فرمایا کہ

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا　　ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے
وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے　　صبح سے ہی انتظارِ شام ہے

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کی یعنی عاشقانِ حق کی محبت کو درمیان جاں رکھ لو اور دل کسی کو مت دینا مگر جن کے دل حق تعالیٰ کے انوار سے اچھے اور منور ہو چکے ہیں یعنی اللہ والوں کی صحبت ہی سے حق تعالیٰ کا دردِ محبت ملتا ہے جس کا لطف ہفت اقلیم کی سلطنت کو نگاہوں میں ہیچ کر دیتا ہے

چو سلطان عزت علم بر کشد　　جہاں سر بجیب عدم در کشد
اگر آفتاب است یک ذرہ نیست　　اگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

ترجمہ: جب وہ سلطانِ حقیقی اپنی محبت و قرب کا جھنڈا کسی اقلیم دل میں بلند کر دیتا ہے تو اس دل میں یہ تمام کائنات بے قدر ہو جاتی ہے جس طرح آفتاب کے سامنے ایک ذرہ اور ہفت دریا کے سامنے ایک قطرہ ؎

بوئے گل سے یہ نسیم سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آ سیر کو چل

پس جس طرح کلیوں کی خوشبو کی مہر کو نسیم سحری توڑتی ہے اور حجرۂ غنچہ سے وہ خوشبو چمن اور اہل چمن کو معطر کر دیتی ہے اسی طرح اللہ والوں کی صحبت کا فیضان طالبین مخلصین کے قلوب کی سیل توڑ دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے دردِ محبت کی وہ خوشبو جو اس قسامِ ازل نے اس کے اندر سربمہر کیا تھا وہ پھوٹ نکلتی ہے حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بادِ نسیم آج یہ کیوں مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھُلی زلفِ یار ہے

ے جانے کس واسطے اے درد میخانے کے بیچ

اور ہی مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی حاضری تھانہ بھون کے بعد کیا حالت ہوئی تھی اس کا نقشہ علامہ موصوف نے خود بیان فرمایا ہے کہ حاضری تھانہ بھون کے بعد چند ہی مجالس میں یہ محسوس ہوا کہ ہم جس علم کو علم سمجھتے تھے وہ جہل تھا علم حقیقی تو ان اللہ والوں کے پاس ہے پھر اپنے تاثرات قلبی کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے

جانے کس انداز سے تقریر کی — پھر نہ پیدا شبہ باطل ہوا

آج ہی پایا مزہ قرآن میں — جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا

چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ — شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

اور فرمایا ے

جی بھر کے دیکھ لو یہ جمال جہاں فروز

پھر یہ جمال نور دکھایا نہ جائے گا

چاہا خدا نے تو تری محفل کا ہر چراغ

جلتا رہے گا یونہی بجھایا نہ جائے گا

علامہ ندویؒ کی اس تبدیلی میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا وہ مکتوب بھی اہمیت کا حامل ہے جس میں مولانا رومیؒ کے یہ اشعار نقل کئے گئے تھے۔

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مرد کامل پامال شو

بینی اندر خود علوم انبیاء — بے کتاب و بے معید و اوستا

ترجمہ: قال کو چھوڑ دو صاحب حال بنو اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی شیخ کامل کے سامنے اپنے نفس کو مٹا دو پھر اپنے قلب میں مشکوۃ نبوت سے علوم کا فیضان محسوس کروگے

بدون مطالعہ اور اُستاد کے۔

احسان مرشد

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کا ایک ملفوظ یاد آیا فرمایا کہ بعض نادان لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ چند مشاہیر اہل علم کے تعلق سے چمک گئے یہ بالکل غلط خیال ہے واللہ خود انہیں علمائے مشاہیر سے معلوم کرلیا جاوے کہ وہ خود حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت و توجہ اور دعاء سے چمک گئے چنانچہ وہ خود اپنے باطن کو ٹٹول لیں کہ کیا حاجی صاحبؒ کے تعلق سے قبل بھی ان علماء کے باطن کا یہی حال تھا جواب ہے۔

ہر بزرگ کا رنگ الگ الگ ہوتا ہے

ایک ملفوظ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا اور یاد آیا، ارشاد فرمایا کہ ؏

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

بزرگوں کی شانیں مختلف ہوتی ہیں کیونکہ طبائع خلقۃً ہی متفاوت ہوتے ہیں جب وہ بزرگ ہوجاتے ہیں تو وہ امور طبیعہ جو پیدائشی ہیں جیسے تیزی نزاکت۔ تحمل۔ عدم تحمل۔ صفائی۔ انتظام۔ بے انتظامی باقی رہتے ہیں اور ان سے بزرگوں کی شانیں مختلف ہوجاتی ہیں چنانچہ حسب ذیل حکایتیں مختلف شان کے بزرگوں کی بیان فرمائیں۔

۱۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ جب حج کو چلے تو بمبئی میں مولانا محمد قاسمؒ صاحب تو لوگوں سے ملتے پھرتے تھے اور مولانا گنگوہیؒ انتظام میں مشغول رہتے تھے جب مولانا محمد قاسم صاحبؒ واپس آتے تو مولانا گنگوہیؒ فرماتے کچھ فکر بھی ہے کہ کیا انتظام کرنا چاہیئے آپ ملتے جُلتے ہی پھرتے ہیں مولانا فرماتے کہ مجھے فکر کی کیا ضرورت ہے جب آپ بڑے

سر پر موجود ہیں۔

۲- مولانا محمد قاسمؒ صاحب کے پاس کوئی بیٹھا ہوا ہوتا تو اشراق اور چاشت سب قضا کر دیتے تھے اور مولانا رشید احمد صاحبؒ کی شان اور تھی کوئی بیٹھا ہو جب وقت اشراق کا یا چاشت کا آیا وضو کر کے وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے یہ بھی نہیں کہ کچھ کہہ کر اٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اٹھنے کی اجازت لیں۔ جہاں کھانے کا وقت آیا لکڑی لی اور چل دیئے چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو، وہاں یہ شان تھی، جیسے بادشاہوں کی شان، ایک تو بات ہی کم کرتے تھے اور اگر کچھ مختصر سی بات کہی تو جلدی سے ختم کر کے تسبیح لے کر ذکر میں مشغول ہو گئے کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب دیدیا گیا اور اگر نہ پوچھی تو کوئی گھنٹوں بیٹھا رہے انہیں کچھ مطلب نہیں۔ مولانا قاسم صاحبؒ کے پاس جب تک کوئی بیٹھا رہتا بولتے رہتے۔

۳- فرمایا کہ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ مولانا گنگوہیؒ سے فرمانے لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے کہ آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے ہماری نظر ایسی نہیں بولے جی ہاں ہمیں کچھ جزئیات یاد ہو گئیں تو آپ کو رشک آنے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہم نے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا۔ ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں وہ انھیں اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور وہ انھیں۔

(کمالات اشرفیہ ص۲۳۶)

حکایت حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب

مولوی تجمل حسین صاحب نے حضرت شاہ فضل الرحمن صاحبؒ سے دریافت کیا کہ حضرت کا سب عمل سنت پر ہے مگر مخلوق سے اس قدر بگڑنا یہ کیسی سنت ہے؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میاں

ادھر آؤ اور کان میں فرمایا کہ اوپر کے جی سے میں گڑگڑاتا ہوں اور ہم نے اپنے خالق سے دعا کرلی ہے کہ جس کے لئے بد دعا کردوں وہ دعا سمجھی جائے، ورنہ ہجوم خلق سے نماز پڑھنا مشکل ہو۔ دیہاتی لوگ بہت تنگ کریں۔

(تذکرہ شاہ مولانا فضل رحمٰن ؒ ۳۸)

تصوّف کی تعریف

وھو علم تعرف بہ احوال تزکیۃ النفس وتصفیۃ القلب وتعمیر الظاھر والباطن لنیل السعادۃ الابدیۃ

(ترجمہ) مشائخ تصوف فرماتے ہیں کہ تصوف اس علم کا نام ہے جس سے تزکیہ نفس اور صفائی قلب اور تعمیر ظاہر و باطن کے تدابیر معلوم ہوتے ہیں تاکہ اس پر عمل کرکے سعادت ابدی حاصل ہو اور قد افلح من زکّٰھا کے وعدے کے مطابق فلاح حاصل ہو

تصوّف اور صوفی کی وجہ تسمیہ

علامہ ابوالقاسم قشیری رسالہ قشیریہ ص۸ میں فرماتے ہیں کہ حضرت صحابہؓ کو صحابی کا اور حضرات تابعین کو تابعی کا اور بعد میں تبع تابعین کا لقب کافی تھا اس کے بعد جو لوگ بہت عابد زاہد اور متبع سنت ہوتے تھے انھوں نے اپنے مسلک اور طریق کا نام تصوف تجویز کیا اور اسی جماعت کا لقب صوفی کہا جاتا تھا اور یہ جماعت دو سو ہجری سے قبل ہی وجود میں آچکی تھی (تصوف اور نسبت صوفیہ ۱۹) لیکن اسم تصوف کا وجود اگرچہ ۲ سو ہجری کے بعد ظہور میں آیا مگر اس کا مُسمّٰی یعنی احسان اور اخلاص حدیث میں موجود تھا اور اس حدیث سے ایمان اور اسلام کی صحت کا احسان اور اخلاص پر موقوف ہونا اہل علم پر بالکل واضح ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب رشیدیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ فی الواقع شریعت فرض اور مقصد خاص ہے اور طریقت بھی شریعت باطنی

ہے اور حقیقت و معرفت متمم شریعت ہیں اتباع شریعت بکمال بدون معرفت نہیں ہو سکتا۔ (مکاتیب رشیدیہ صـ۲۴)

علامہ قشیریؒ کا ارشاد ضرورت مرشد پر

امام ابوالقاسم قشیری اپنی مشہور کتاب رسالہ قشیریہ صـ۱۹۹ میں ضرورت مرشد پر کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں،

ثم یجب علی المرید ان یتأدب بشیخ فان لم یکن له استاذ لا یفلح ابدا ھذا ابو یزیدؒ یقول من لم یکن له استاذٌ فامامه الشیطان وسمعت الاستاذ ابا علی دقاق یقول الشجرة اذا نَبَتَتْ بنفسها من غیر غارس فانها تُوَرِّقُ لکن لا تُثْمِرُ کذالک المرید اذا لم یکن له استاذٌ یاخذ منه طریقه نفساً نفساً فهو عابد هواه لا یجد نفاذا

ترجمہ: پھر مرید پر واجب ہے کہ کسی شیخ سے ادب و تعلیم و تربیت حاصل کرے اگر اس کا کوئی شیخ نہیں تو کبھی فلاح نہ پائے گا۔ اس کا رہبر شیطان ہو گا یعنی اس کے پیچھے چلے گا میں نے اپنے استاذ ابوعلی دقاقؒ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو درخت کہ خودرو ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں لاتا ہے اسی طرح مرید کا بھی یہی حال ہے یعنی جب اس کا کوئی شیخ نہ ہوگا جس سے وہ طریق شیئاً فشیئاً حاصل کرے تو پھر وہ اپنی خواہش نفسانی کا غلام بن جائے گا اور اس کو اس غلامی سے کبھی خلاصی نہیں ہو سکتی۔

بیعت کا مقصد

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے ہیں اپنے رسالے

بیعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ اے سالکین طریق سُن لو بیعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان غفلت اور معصیت سے نکل کر تقویٰ اور طاعت کی زندگی بسر کرنے لگے اور بیعت کے لئے ایسے عالم باعمل متقی کو منتخب کرے جو شیخ کامل کا تربیت یافتہ ہو اور اپنے مشائخؒ کا اتباع کرتا ہو خود رائی میں مبتلا نہ ہو ورنہ بدعت کا راستہ کھل جائے گا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں مداہن اور متساہل نہ ہو نیز طالب کے حال کے لئے جو چیزیں افضل اور اسہل ہوں اس سے واقف ہو اور مرید کو چاہیئے کہ شیخ کے ہاتھ میں اس طرح رہے جس طرح مردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے یعنی اس کی رائے میں اپنی رائے کا دخل نہ دے اور یہ اتباع کامل اس کے معالجہ روحانی اور اصلاح رذائل کے باب میں بتائے ہوئے تدابیر کے اندر ہے جس طرح جسمانی علاج میں ڈاکٹر و حکیم کی رائے مریض کو اتباع کامل کا مشورہ دیا جاتا ہے مگر یہ اتباع صرف علاج تک محدود رہتا ہے پس بعض اہل ظاہر کو اتباع شیخ کے لفظ سے جو وحشت ہوتی ہے وہ اس تحقیق حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے رفع ہو جانی چاہیئے) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے شاگرد اور حضرت مولانا مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ ہیں اپنی کتاب مالا بد منہ میں فرماتے ہیں بداں کہ اسعدک اللہ تعالیٰ ایں ہمہ کہ گفتہ شد صورت ایمان و اسلام و شریعت است و مغز و حقیقت در خدمت درویشاں باید جست و خیال نباید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت است کہ ایں سخن جہل و کفر ست

ترجمہ :- جان لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو نیک بخت بنائے یہ جو بیان گذرا تو ایمان اسلام اور شریعت کی ظاہری صورت تھی باقی اس کا مغز اور حقیقت درویشوں کی خدمت میں تلاش کرنا چاہیئے اور یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے

یعنی متقابل کوئی چیز ہے کیونکہ ایسی بات زبان سے نکالنا جہالت بلکہ کفر ہے۔

پھر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں کہ

نور باطن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را از سینۂ درویشاں باید جست بداں نور سینہ خود را روشن باید کرد تا ہر خیر و شر بفراست صحیحہ دریافت شود (مالابدمنہ)

ترجمہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نور باطن کو بزرگوں کے سینے سے حاصل کرنا چاہیئے اور اس نور سے اپنے سینے کو روشن اور منور کرنا چاہیئے تاکہ ہر خیر و شر فراست صحیحہ کے ذریعہ معلوم ہو سکے۔

تصوّف اور سلوک کیا ہے

حضرت خواجہ محمد معصوم رح اپنے مکتوب (ج سوم) میں تحریر فرماتے ہیں سنت احمدی علیہ السلام پر مستقیم ہے اور (غیر ضروری) دنیوی تعلقات سے دور اور علائق ما سوی اللہ سے نفور ہے اور اپنے قرب و معرفت کے سراپرد کے ساتھ انس و محبت رکھے، یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قرب خاص جس کا نام نسبت ہے یہ چیز اس عالم اسباب میں حضرات صوفیہ ہی کے طریق پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ ان بزرگوں نے حضرت حق تعالیٰ کی محبت میں نہ اپنے کو دیکھا اور نہ غیر کو بلکہ سب سے یک لخت خالی ہو گئے (اور جس سے محبت کرتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں اور جس سے بغض رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے)

قبض باطنی اور قلب کا بے کیف ہونا

حضرت خواجہ محمد معصوم رح تحریر فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قبض کا منشا نسبت باطنی کا ضعف ہوتا ہے کیونکہ نسبت جب قوی نہیں ہوتی تو کبھی اس کا ظہور ہوتا ہے کبھی مستور ہو جاتی ہے بالخصوص جب کہ مرشد سے صوری اور ظاہری دوری بھی ہو

چنانچہ جب تک نسبت (تعلق مع اللہ) کا رسوخ (استحکام و پختگی) قلب میں نہ پیدا ہو جائے اس سے پہلے شیخ سے جدائی اس قسم کے ضعف کا سبب بن جاتی ہے یعنی جب شیخ کی صحبت میں رہے گا تو قوت محسوس ہوگی (تعلق مع اللہ میں) اور جب دوری ہوگی تو اس تعلق مع اللہ میں کمی محسوس ہوگی۔ اس کا علاج رہبر کامل یعنی شیخ کی صحبت میں اتنے زمانے تک رہے کہ تعلق مع اللہ کی یہ نسبت راسخ ہو جائے پھر نسبت قوی ہو جانے اور ملکۂ راسخہ حاصل ہو جانے کے بعد سالک فنا کی حد تک پہنچ جائے۔ اور نسبت مع اللہ میں کمزوری کبھی معصیت کے سبب پیدا ہوتی ہے اور لغزش و گناہ کے سبب نسبت میں تاریکی پیدا ہو جاتی ہے اس وقت بھی شیخ کامل کی توجہ اور صحبت نافع ہوتی ہے اس لئے کہ شیخ کامل کی توجہ ایسی چیز ہے کہ اگر ظلمات و کدورات کے پہاڑ ہر رُخ سے نمودار ہو جائیں تو اُن کو بھی مرید صادق سے دفع کر کے اس کے باطن کی تطہیر کر سکتی ہے اسی طرح سے شیخ کی یہ توجہ سالک کے لئے حالت قبض میں بھی مفید ہے چنانچہ بہت جلد اس میں بسط پیدا کر کے ترقی کا راستہ اس پر کھول سکتی ہے۔ مگر شیخ کی صحبت اور توجہ کا اثر جب ہوتا ہے جب محبت اور عقیدت اور سپردگی کے ساتھ جمع ہو جائے یہ محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ وہ تنہا شیخ کی توجہ باطنی کو جذب کر لیتی ہے اور اس کے مخصوص کمالات کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے اور فنا فی الشیخ بلکہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کرا دیتی ہے ص ۱۶۵ چنانچہ جو طالب صادق کسی کامل کی صحبت میں پہنچ جائے اور وہ تمام شرائط بجا لائے جنہیں اکابر طریق نے مقرر کیا ہے تو امید ہے کہ ضرور بالضرور واصل ہو جائے گا مکتوبات معصومیہ ص ۱۶۶ اور طریق کا مقصود نیستی و گمنامی کی تحصیل اور نفس کی سرکشی اور خود رائی کو دور کرنا ہے اس لئے کہ معرفت کا حصول اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ مکتوبات معصومیہ ص ۲۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قد افلح من زکّٰہا الآیۃ

دستور تزکیۂ نفس

یعنی

اصلاح نفس کا طریقہ

افادات

حضرت مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب دامت برکاتہم
(ناظم مجلس دعوۃ الحق ہند)

مجاز بیعت

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ **محمد اشرف علی صاحب**
نور اللہ مرقدہٗ

مُرتّبہ

حکیم مولانا محمد اختر صاحب

مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم
خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

ناظم **اشاعۃ الحق** گلشن اقبال ۲ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ دستور تزکیہ نفس

احقر مؤلف نے حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم (ہردوئی) سے طویل مدۃ اصلاحی مکاتبت کے بعد اصلاح نفس کے متعلق نہایت مفید ارشادات کو توضیح و تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔

مقدمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ امابعد

یہ دستور العمل برائے تزکیہ و تطہیر نفس از جملہ رذائل و برائے حصول نسبت و دولت قرب لازوال کیمیا ایست عجیب التاثیر کا مصداق ہے اگرچہ ہر مومن دل سے یہ چاہتا ہے کہ اپنے محبوب حقیقی حق تعالیٰ شانہٗ کی کامل فرماں برداری کرے اور نافرمانیوں سے اپنی روح کو پاک و صاف رکھے لیکن ؎

دائم اندر آب کار ماہی است   مار را با او کجا ہمراہی است   (رومی)

پانی میں ہمیشہ رہنا یہ مچھلیوں کا کام ہے سانپ کو مچھلیوں کی ہمراہی کب نصیب ہو سکتی ہے۔ سالک کا نفس اپنی خواہشات نفسانیہ کی وجہ سے مثل سانپ کے ہے جو ہر قدم پر مومن کو امتثال و اطاعت سے روکتا ہے اور پرواز روح کو اپنے شکنجہ مکر و فریب سے عذاب ہبوط میں مبتلا کر دیتا ہے۔ سالک ہر گناہ کے بعد جب اپنے قلب میں اس کی ظلمت محسوس کرتا ہے تو بیحد غمگین ہوتا ہے ؎

بر دل سالک ہزاراں غم بود   گر ز باغ دل خلالے کم بود

اور یہ غم کیوں نہ ہو جب کہ ایک شخص گندم جمع کر رہا ہے اور موش (چوہا) خفیہ اس انبار کو غائب کر رہا ہے پس سالک عبادات و اذکار سے کچھ انوار جمع کرتا ہے مگر جب بد نگاہی یا خیانت صدر یا کسی دیگر معصیت سے اس میں کمی پاتا ہے تو اس پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں حتیٰ کہ نفس سے مسلسل شکست اس کو مایوسی کی خطرناک

منزل کے قریب کر دیتی ہے (حق تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں) بار بار گناہ کی عادت ہو جانے سے سالک کے شب و روز اس قدر تلخ ہو جاتے ہیں کہ اس کو اپنی زندگی سے بھی نفرت ہو جاتی ہے اور زمین باوجود اپنی وسعت کے اس پر تنگ معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہر گناہ پر یہ سوجان سے رُوتا ہے اور اس کو حیا بھی معلوم ہوتی ہے کہ میں کس قدر نالائق و بے غیرت ہوں کہ مسلسل نافرمانیوں میں مبتلا ہوں ؎

حیا طاری ہے تیرے سامنے میں کس طرح آؤں
نہ آؤں تو دلِ مضطر کو پھر لے کر کہاں جاؤں

اس میں شک نہیں کہ ہمارے گناہ خواہ کتنے ہی عظیم تر ہوں مگر حق تعالیٰ کی عظمت اور وسعت رحمت کے سامنے وہ حقیر اور قلیل ہیں کما قال العارف الرومیؒ

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم — تو توانی عفو کردن در حریم
یہ جو کھڑا پہاڑ ہے سر پہ مرے گناہ کا — وہ جو مری مدد کریں ہے مری ایک آہ کا

لہٰذا مایوسی کو تو کسی حالت میں قریب نہ آنے دینا چاہئے اگرچہ آخری سانس تک تزکیہ کامل نہ ہو سکے لیکن مجاہدہ تمام عمر لازم ہے کما قال المجذوبؒ

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو — تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی — کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

(ضروری تنبیہ) توبہ کے سہارے پر کسی گناہ میں ہمیشہ مبتلا رہنا اگرچہ استغفار سے تلافی بھی کرتا رہے اس میں خطرناک پہلو بھی ہے وہ یہ کہ توبہ کی توفیق اپنے اختیار میں نہیں۔ یہ مسلسل جرأت یہ مسلسل ابتلاء دلیل ہے ہماری بے فکری اور قلت اہتمام کی۔ جس کی نحوست سے اندیشہ ہے کہ ہم سے توفیق توبہ ہی سلب ہو جائے۔ قال العارف الرومیؒ۔

ہیں بہ پشتِ آں مکن جرم و گناہ — کہ کنم توبہ درآیم در پناہ
زانکہ استغفار ہم در دست نیست — ذوقِ توبہ نقلِ ہر سرمست نیست
اندریں اُمت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بود اے بوالفطن

مولانا فرماتے ہیں کہ خبردار توبہ کے سہارے پر جرم و گناہ کی جرأت و عادت

مت بناؤ کہ چلو اس وقت تو عیش و لذت گناہ سے حاصل کر لو پھر جلدی سے توبہ کر کے پناہ حاصل کر لیں گے۔ (یہ شیطانی چال تم کو عمر بھر حق تعالیٰ کی محبت کاملہ اور ولایت خاصہ سے محروم رکھے گی نیز یہ بھی خطرہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے ان حیلوں کے ٹاٹ میں آگ لگا دیں اور تم سے توفیق توبہ سلب فرمالیں حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب کبریا میں عرض کرتے ہیں اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں اَنْ نَقْتَرِفَ عَلٰٓی اَنْفُسِنَا سُوْٓءًا اَوْ نَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ اَوْ نَکْتَسِبَ خَطِیْئَۃً اَوْ ذَنْبًا لَّا تَغْفِرُہٗ (اَلْحَدِیْث)

اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں یہ کہ ہم حاصل کریں اپنی جان پر کسی برائی کو یا اس کو پہنچائیں کسی مسلمان کی طرف یا کریں ہم کوئی ایسی خطا یا گناہ جس کی آپ مغفرت نہ فرمائیں (الحدیث) مولانا رومیؒ اسی کو فرماتے ہیں کہ اس امت سے مسخ بدن کا عذاب مثل امم سابقہ تو رحمۃ للعالمین کے صدقے میں مرفوع ہے مگر مسخ قلب کا عذاب اس امت پر بھی ہوتا ہے یعنی مسلسل نافرمانیوں کی نحوست سے اندیشہ ہے کہ ہماری یہ بے فکری رنگ لائے اور قلب کا ذوق سلیم سلب کر لیا جائے جس کے نتیجے میں معاصی کی نفرت رغبت سے مبدل ہو جائے اور فسق و فجور ہمارا مزاج ثانی بن جائے (العیاذ باللہ) اور اسی سلب ادراک سلیم کا نام مسخ دل ہے ؎

لیک مسخ دل بود اے بوالفطن

پس خبردار توبہ کے سہارے پر بے فکر ہو کر گناہوں کی عادت نہ ڈالنا ؎

زانکہ استغفار ہم در دست نیست

کیونکہ استغفار کا دوام ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے ؎

نقل توبہ ذوق ہر سرمست نیست

توبہ کی غذا کا ذوق ہر سرمست کا حصہ نہیں ہے۔ تشریح بالا سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مسلسل نافرمانیوں کی عادت میں مبتلا رہنے کے باوجود تزکیہ کا اہتمام نہ کرنا اور ترک معصیت کی تدابیر نہ معلوم کرنا دو خطرناک مصیبتوں میں گرفتار

کرتا ہے۔ ۱ؔ ایک یہ کہ ایسا آدمی حق تعالیٰ کی راہ میں انوار و برکات قرب خاص سے محروم رہتا ہے ظاہر ہے کہ انوار طاعات واذکار ظلمات معاصی سے کبھی بالکلیہ سلب ہو جاتے ہیں اور کبھی حد درجہ یہ انوار بے کیف اور مضمحل ہو جاتے ہیں۔ اسی مضمون کی تائید حضرت عارف رومیؒ کے اس شعر سے ہوتی ہے ؎

اے دریغا اے دریغا اے دریغ　　کاں چناں ماہے نہاں شد زیر میغ

ہائے افسوس ہائے افسوس ہائے افسوس کہ ہماری روح کا ایسا منور چاند جو کثرت ذکر سے مثل بدر کے روشن تھا ہمارے ظلمات معاصی کے ابر میں مخفی ہو گیا ۲ؔ دوسرے یہ کہ ایسا آدمی ہر وقت علی معرض الخطر ہے یعنی چاہ طرد وضلالت کے کنارے کھڑا ہے۔ نہ معلوم کب کوئی گھڑی ایسی آجائے کہ یہ اپنی عادت معصیت کے مطابق گناہ کرے اور گرفت ہو جائے اور تجلی صفت رحمت وحلم مبدل بہ تجلی قہر وانتقام ہو جائے جس کے نتیجہ میں آئندہ توفیق استغفار نہ ہو اور شدہ شدہ یہ ظلمات سارے قلب کو زنگ آلود کر دیں حتیٰ کہ ذکر سے وحشت ونفرت ہونے لگے اور پھر مردود ہو کر سوء خاتمہ کی لعنت کا طوق پہن کر جہنم میں چلا جائے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

ان دو خطرناک مہلکات کے پیش نظر یہ بات واضح ہو گئی کہ جس گناہ کی عادت پڑ گئی ہو اس کے علاج میں غفلت اور بے فکری ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ حق تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ مجھ ناکارہ کو اس دستور العمل کی ترتیب کی توفیق بخشی ہے جس پر عمل کر کے سالکین بدنگاہی وعشق مجازی کی سالہا سال پرانی بیماریوں سے شفایاب ہو چکے ہیں اور یہ دستور العمل بزرگوں کے ارشادات ہیں اور قرآن وحدیث ہی سے استنباط کردہ ہیں عشق مجازی اور بدنگاہی اور تمام علائق کو سوختہ کرنے کے لئے اس قدر اکسیر ہے کہ سبحان اللہ بیان سے باہر ہے مَنْ شَآءَ فَلْیُجَرِّبْ اس دستور العمل پر عمل کرنے کے برکات وثمرات علاوہ علاج بدنگاہی وعشق مجازی حسب ذیل اور بھی ہیں:-

(۱) نسبت مع اللہ میں تقویت۔ یعنی حق تعالیٰ سے قلب میں رابطہ قوی ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۲) حصول معیت خاصہ۔ یعنی ذوقاً اور حالاً قلب میں معیت حق کا احساس ہونے لگتا ہے۔

(۳) حصول ولایت خاصہ۔ تقویٰ برکت سے یہ دولت بھی عطا ہوجاتی ہے کیونکہ شرط ولایت منصوص بآیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ الاٰیۃ ایمان و تقویٰ ہے اور اس دستور العمل کی برکت سے تقویٰ کامل یعنی کبائر و صغائر سے حفاظت ہونے لگتی ہے۔

شہوات نفسانیہ کا بالکلیہ معدوم ہونا بھی مطلوب نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کیونکہ اگر ان کو معدوم کردیا جائے تو حمام تقویٰ روشن ہونا بھی ناممکن ہوگا ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است　　　　که از و حمام تقویٰ روشن است

نیز شہوات کا نفس کے ساتھ اقتران منصوص بھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ الاٰیۃ پھر ظاہر ہے کہ اس خدائی اقتران کا انفکاک و انفصال کون کرسکتا ہے اور نہ اس کی خواہش ہی ہونی چاہئے کیونکہ حکمت الہیہ اسی مجاہدہ سے بندوں کو درجۂ ولایت خاصہ سے مشرف کرتی ہے۔

در بعقل ادراک ایں ممکن بدے　　　　قہر نفس از بہر چہ واجب شدے

اگر عقل سے اس کا ادراک ممکن ہوتا تو نفس پر قہر کرنا یعنی مجاہدہ کیوں واجب ہوتا

(۴) اس دستور العمل پر ایک طویل مدت تک عمل کرنے کی برکت سے روز بروز ایمان میں اس درجہ ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی ہوگی کہ تمام مغیبات یعنی جنت و دوزخ قیامت اور آخرت کا ہر وقت استحضار رہنے لگے گا اور ایک مومن کو جس درجہ یقین کا مقام حاصل ہونا چاہئے رفتہ رفتہ ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوجاوے گا۔

(۵) اس کامل ایمان اور کامل یقین کی برکت سے سالک کو ہر عبادت میں عجیب

حلاوت محسوس ہونے لگتی ہے اور نماز آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے تمام احکام شرعیہ کی اطاعت آسان اور لذیذ ہو جاتی ہے اور جملہ معاصی سے وحشت ہو جاتی ہے اور ایسی حیات طیبہ یعنی ستھری پاکیزہ زندگی عطا ہوتی ہے کہ تمام کائنات کے انعامات و خزائن اس نعمت کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔

چو سلطان عزت علم بر کشد جہاں سر بجیب علام در کشد

اس مقام قرب میں سالک بزبان حال یہ کہتا ہے ؎

ترے تصور میں جان عالم مجھے یہ راحت پہنچ رہی ہے
کہ جیسے مجھ تک نزول کر کے بہار جنت پہنچ رہی ہے

اور سالک اس وقت انوار قرب کی حلاوت محسوس کرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے تو آدھی ہی جان دی مگر اس کریم مطلق نے سو جانیں بخشدیں یعنی خواہشات نفس کے خون کرنے میں جو کلفت ان کی راہ میں اٹھانی پڑی وہ تو اس دولت کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اور سالک کہتا ہے کہ ہائے اب تک خواہشات رذیلہ کیلئے اپنی زندگی کو ناحق جہنم کدہ بنا رکھا تھا اور اپنی تمام عبادات کے انوار کو معاصی کے ارتکاب سے ضائع کرتا رہا اور اس وقت سالک برباد شدہ عمر پر خون کے آنسو رونے کو بھی تلافی کے لئے کافی نہیں پاتا اور اپنے رب سے اب گڑگڑا روتا ہے اور عمر رفتہ بر جفا پر رحمت کی درخواست کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے اللہ آپ ایسے خوبیوں والے اللہ ہیں کہ میری جملہ تباہی اور بربادی خواہ کتنی ہی انتہا کو پہنچ گئی ہو آن واحد میں آپ کا فضل اس کی تلافی کر سکتا ہے اور تلافی ہی نہیں بلکہ اب تک پہنچنے میں میری نالائقیوں کی وجہ سے جس قدر تاخیر ہوئی اور جس قدر عمر ضائع ہوئی اور نفس و شیطان نے جس قدر میرا راستہ کھوٹا کیا آپ کا کرم آن واحد میں مجھے قرب کا وہ مقام عطا فرما سکتا ہے کہ میں اپنے مجاہدہ سے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ سالک جب تک گناہوں کی عادت میں مبتلا تھا تو لذت مناجات سے بھی محروم تھا اور اب گھنٹوں ہاتھ اٹھائے

مانگنے ہی میں لطف پا رہا ہے ؎

از دعا نبود مراد عاشقاں — جز سخن گفتن بآں شیریں دہاں

اب خاموش بھی بیٹھا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دل ہی دل میں باتیں کر رہا ہے اور مجلس احباب میں بھی ہے تب بھی قلب حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے اور اللہ میاں سے بزبان حال کہہ رہا ہے ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے — باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

یہ مقام دوام ذکر اور حضور تام اور حضور دائم کہلاتا ہے اور یہی وہ دولت ہے جو گناہوں کی عادت میں مبتلا رہتے ہوئے نہیں ملتی ؎

اُحِبُّ مُنَاجَاةَ الْحَبِیْبِ بِاَوْجُهٍ ÷ وَلٰكِنْ لِسَانُ الْمُذْنِبِیْنَ كَلِیْلُ

ترجمہ :۔ "میں محبوب کے ساتھ ہمکلامی اور مناجات کو کئی وجہ سے محبوب رکھتا ہوں لیکن گناہوں کے ارتکاب سے مذنبین کی زبان غلبۂ حیا سے گنگ ہو جاتی ہے"

حق تعالیٰ کی راہ میں اہتمام تزکیہ یعنی تقویٰ پر دوام بڑی اہمیت رکھتا ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○ الآیۃ یعنی جس نے تزکیہ کر لیا اپنے نفس کا اس نے فلاح بالیقین پالی اور جس نے تزکیہ نہیں کیا نامراد رہا۔ کافر بالکل نامراد ہے اور مومن جو عادۃً گناہوں میں ملوث ہے اور تزکیہ میں تھوڑی کوشش کرتا ہے یہ کسی درجہ میں بامراد ہے اور کسی درجہ میں نامراد ہے یعنی ولایت خاصہ کے مقابلہ میں نامراد ہے۔ گناہوں کی سیاہی سے ملوث مادہ جان محبوب حقیقی کے قرب خاص کے لائق ہی نہیں رہتا کیونکہ وہ جمیل ہیں اور جمال کو محبوب رکھتے ہیں ؎

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی
کہ رہاند روح را از بے کسی (رومیؒ)

حضرت عارف رومی نے اسی وجہ سے اہتمام تقویٰ اور تزکیۂ رذائل و ترک معاصی کو مندرجہ ذیل اشعار میں بڑے اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے ؎

موشش تا انبار ما حفرہ زدہ است
وازفنش انبار ما خالی شدہ است (رومیؒ)

ترجمہ:۔ موش نفس نے جب سے ہمارے انبار اعمال صالحہ میں خفیہ سوراخ بنالیا اس وقت سے ہمارے انوار اعمال صالحہ کا انبار غیر محسوس طور پر آہستہ آہستہ خالی ہوتا جا رہا ہے۔

اول اے جاں دفع شر موش کن وانگہ اندر جمع گندم کوش کن (رومیؒ)

یعنی موش کی شرارتوں کے غلبہ کو مضمحل اور مغلوب کرو تاکہ احکام روح غالب ہوں اور انوار صاف کے برکات دیکھو اس کے بعد مختصر عبادات کے انوار بھی تمہیں کہاں سے کہاں مقام قرب پر پہنچادیں گے۔ مولانا کا مقصد اس بیان سے یہ ہے کہ جس قدر عبادات اور ذکر و فکر کا اہتمام ہے اس سے بھی زیادہ ان کے ضائع ہونے اور ان کو نقصان پہنچنے کے اسباب سے حفاظت کا اہتمام بھی ہونا چاہئے اور اسی کا نام تزکیۂ نفس ہے یعنی اگر کسی گناہ کی عادت ہو چکی ہے تو فوراً اس کی اصلاح پر کمربستہ ہو جاؤ۔

گرنہ موشے دزد ایں انبار ماست
گندم اعمال چل سالہ کجاست (رومیؒ)

ترجمہ:۔ اگر ہمارے انوار طاعات کو ظلمات معاصی ضائع نہیں کر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ چالیس سال راہ سلوک میں ذکر و شغل کرنے کے باوجود روح کو کما حقہ ترقی حاصل نہ ہوئی۔ آخر یہ اعمال چالیس سال کے کیا ہو گئے تو بات یہ ہے کہ خمیرہ مقوی قلب بھی کھا رہے ہیں اور سنکھیا کھانے کی عادت بھی جاری رہی اس لئے خمیرہ کے اثرات نمایاں نہ ہو سکے یعنی گناہ کی ظلمت سے طاعت کے نور کا پورا پورا نفع مرتب نہ ہوا۔

حق تعالیٰ کی رحمت سے جس دستور کی ترتیب و تدوین ہو رہی ہے اس کی قدر کم از کم ۶ ماہ عمل کرنے سے معلوم ہوگی۔ جو شخص اپنی زندگی کے ایک بڑے حصہ کو

گناہوں میں تباہ کرچکا ہو اور بدنگاہی وعشق مجازی وغیرہ میں مبتلا رہنے سے اس کی توبہ بار بار ٹوٹ رہی ہو اور زندگی کے ایام اس پر تلخ ہو رہے ہوں اور دل سے اپنی اصلاح کا فکرمند ہو مگر شہوات کے دلدل سے نہ نکل پا رہا ہو اور ارتکاب جرائم بدنگاہی وغیرہ اس کی عادت ثانیہ اور اس کا مزاج ثانی بن چکے ہوں اور تلخیٔ ظلمات معاصی سے اپنی جان سے بیزار ہو چکا ہو مسلسل اپنی شکست دبدعہدی سے اور مسلسل نافرمانیوں کی ظلمت ووحشت سے اس کی دنیا ہی جہنم بن گئی ہو وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کی پوری پوری تلخی محسوس کر رہا ہو اور اس صدمہ سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہو اس شخص کے لئے یہ دستور العمل آب حیات ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ چھ ماہ اس پر اہتمام سے عمل کرنے کے بعد بزبان حال یہ کہے گا ؎

ہمہ تن ہستی خوابیدہ مری جاگ اُٹھی
ہر بن مو سے مرے اس نے پکارا مجھکو (اصغر)

باز آمد آب من در جوئے من — باز آمد شاہ من در کوئے من (اختر)

میری نہر جو خشک ہو رہی تھی اس میں پھر پانی آ گیا اور میری گلی میں پھر میرا شاہ آ گیا ؎

کرگسے را شاہبازے کردۂ — ضال را بر شاہ راہے کردۂ (اختر)

اے اللہ آپ نے کرگس کو شاہ باز کر دیا یعنی میرا نفس جو مثل کرگس کے مردہ خور یعنی دنیا پرست اور پرستار شہوات نفسانیہ تھا آپنے اس کی دناءت طبع کا تزکیہ فرما کر اس کو عالی حوصلہ مثل شاہ باز کے بنا دیا یعنی نفس تمام ماسوا سے رخ

ؔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میری یاد سے اعراض کرے گا اس کی زندگی کو میں تلخ کر دوں گا اور معاصی اِعْرَاضْ عَنِ اللّٰہ کو کے نتائج میں سے ہیں۔

پھر کر اب آپ کی طرف متوجہ ہوگیا جیسے کوئی باز شاہی پنجۂ بادشاہ پر خوش نشستہ قرب سلطان سے مسرور ہو رہا ہو اسی طرح اب میری جان گمراہ کو آپکے فضل نے شاہراہ پر لگا دیا۔ اور اپنے انوار قرب اور نفحات کرم سے مسرور فرما دیا۔

بوئے گل از خار پیدا می کنی　　　　نور را از نار پیدا می کنی　(اختر)

اے اللہ میرا نفس جو عادۃً جرائم و معاصی سے مثل خار تھا اور گلہائے قرب کی خوشبو سے محروم تھا اب آپ کے فضل نے اس میں نہ جانے کیا تصرف کر دیا کہ اب معاصی کے بجائے اعمال صالحہ صادر ہونے لگے اور اسی طرح جس نارِ شہوت سے رات دن میری جان سوختہ ہو رہی تھی اب آپ کے کرم سے اور تصرف قدرت کاملہ سے وہ نار نور بن گئی یعنی توفیق اہتمام تقوی سے روشن ہوگئی اور جب نفس برے تقاضوں پر عمل کرنے سے محفوظ ہوگیا تو اس مجاہدہ سے حمام تقوی روشن ہوگیا اور یہ خواہشات ایندھن کا کام کر گئیں یعنی حمام تقوی میں پہنچ کر یہ نار نور سے تبدیل ہوگئی ہے

آفتابت کرد در کویم گذر　　　　شد شب دیجور ما رشک سحر　(اختر)

اے اللہ میرے قلب میں آپ کی محبت و قرب کا آفتاب طلوع ہوگیا اور تقاضائے نفسانی کا غلبہ جو شب دیجور کی طرح میرے دل کو تاریک کئے ہوئے تھا اب آپ کے انوار سے وہ تمام تر ظلمات رشک سحر بن گئے ہے

سست گامے از رجال اللہ شد　　　　ایں مقام شکر و حمد اللہ شد　(اختر)

آپ کے کرم سے جو نفس کہ فرماں برداری میں سست گام تھا اب رجال اللہ کی صف میں شریک ہے۔ یہ مقام میرے لئے نہایت شکر و حمد کا ہے ہے

می نہ گیرد باز شہ جز شیر نر　　　　کرگساں بر مردگاں بکشادہ پر　(اختر)

شاہی باز اپنی شرافت طبع و ہمت عالی سے شیر نر کا شکار کرتا ہے اور کرگساں مردہ لاشوں پر پر کھولے ہوئے ہیں اپنی دناءت طبع سے ہے

جان عارف ہمچو باز شاہ ہست　　　　صید او از ہمتش خود شاہ ہست
(اختر)

عارف کی جان مثل شاہباز بے عالی ہمتی ہیں۔ کیونکہ اس روح کا مطلوب حقیقی تمام کائنات میں شاہ حقیقی ہے جو ہمیشہ زندہ اور باقی ہے اور وہ تمام فانی مخلوقات سے منہ پھیر کر لا اُحب الآفلین کا نعرہ بلند کر رہی ہے۔

اب وہ دستور العمل تحریر کرتا ہوں جس کی تمہید میں سطور بالا تحریر کی گئیں حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمادیں اور ہم سب کو قدر کرنے اور عمل کر کے نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً جو لوگ سالہا سال سے کسی گناہ کی عادت میں مبتلا ہیں اور اس ناپاک زندگی کو حیات طیبہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ دستور رشک آب حیات ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

دستور العمل برائے اصلاح و تزکیۂ نفس

تمام رذائل کی جڑ صرف دو ہیں ۱۔ جاہ ۲۔ باہ

تکبر، حسد، کینہ، بغض، غضب وغیرہ اُن کی تہہ اور جڑ میں جاہ کا چھپا ہوا چور ہوتا ہے۔ اسی طرح بدنگاہی، عشق مجازی، دل میں پچھلے گناہوں کا تصور کر کے مزہ لینا۔ حرص، طمع، بخل وغیرہ کی تہہ میں شہوت نفس یعنی باہ کا مادہ چھپا ہوتا ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جاہ کی بیماری زیادہ خطرناک ہوتی ہے کیونکہ یہ مادہ ابلیسی وراثت سے تعلق رکھتا ہے اور توبہ وندامت سے جس طرح شیطان محروم رہا اسی طرح جاہ کی ہوس میں مبتلا انسان توبہ وندامت سے گریز کرتا ہے اور باہ یعنی شہوت نفس کے مریض میں عموماً منکسر مزاجی ہوتی ہے جس سے ان کی اصلاح جلد ممکن ہوتی ہے ہر شخص میں کم و بیش جاہ اور باہ

دونوں ہی مادہ ہوتے ہیں یہ گفتگو صرف اس امر میں ہے کہ کسی انسان میں مادۂ جاہ غالب ہوتا ہے اور کسی میں باہ کا مادہ غالب ہوتا ہے۔ جس طرح نفس کی تمام بیماریوں کی تقسیم اجمالی طور پر دو قسم پر ہوئی یعنی جاہ اور باہ۔ اسی طرح ان کے علاج کی تقسیم دو اہم اساس پر ہے اور باقی تمام تشریحات انہیں دو اساس کی تفصیل ہوں گی نمبر ۱۔ استحضار عقوبت، نمبر ۲۔ کثرت ذکر اللہ کا اہتمام اور التزام۔ کامل فرمان برداری اور انسداد جرائم کے دو ہی سبب ہوا کرتے ہیں۔ (۱) خوف جس کا حصول استحضار عقوبت سے ہوتا ہے (۲) محبت جو اہتمام کثرت ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب وہ دستور العمل علی سبیل التفصیل درج کرتا ہوں جن پر اخلاص اور پابندی سے اگر چھ ماہ عمل کر لیا جاوے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمام وہ انعامات جن کا تفصیلی تذکرہ تمہید میں آچکا ہے قلب میں محسوس ہونے لگیں گے اور جن گناہوں کی مثلاً چالیس سالہ عادت بھی ہو گئی ہو ان گناہوں سے بھی احتراز واجتناب کی توفیق ہونے لگے گی۔ اور یہ دستور العمل بعد شفائے امراض نفسانیہ وروحانیہ بھی جاری رکھنا چاہئے کیونکہ یہ اعمال ترقی مدارج قرب میں سالک کے لئے عجیب النفع ہیں۔ نیز نفس کے رذائل تاکہ آئندہ عود نہ کر سکیں درحقیقت اس مشورہ کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ چھ ماہ عمل کرنے کے بعد خود ان اعمال سے سالک کی روح کو وہ حلاوت اور ٹھنڈک نصیب ہو گی کہ انشاء اللہ تعالیٰ خود ہی تادم آخر ان معمولات پر اہتمام والتزام کو اپنے اوپر لازم کرے گا۔ ایک مدت ان معمولات پر پابندی سے ایسا محسوس ہونے لگے گا کہ گویا آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں اور جنت وجہنم کو گویا دیکھ رہا ہوں اور تمام شہوات ولذات دنیا اب نگاہوں میں ہیچ نظر آنے لگیں گی حالانکہ اس سے قبل ان سے نکلنا مشکل اور محال نظر آتا تھا۔

قلب کے مقام سے بھی اللہ نکل رہا ہے اور نہایت محبت اور درد بھرے دل سے اللہ کا نام لیا جاوے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

عام میخوانند ہردم نام پاک　　　　ایں اثر نکند چو نبود عشقناک

ترجمہ۔ عام لوگ اللہ تعالیٰ کا نام پاک ہر دم لیتے ہیں لیکن یہ اثر نہیں کرتا ہے جب تک کہ عشقناک ذکر نہ کیا جاوے یعنی محبت سے اور دل کی گہرائی سے نام پاک لینے سے کچھ اور ہی اثر ہوتا ہے۔

دل کی گہرائی سے تیرا نام جب لیتا ہوں میں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہار کائنات　　　　(اختر)

(۶) پھر یہ مراقبہ کرے کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں یعنی حق تعالیٰ کے بصیر و خبیر ہونے کا تصور کرے اور دل ہی دل میں حق تعالیٰ سے یوں باتیں کرے کہ اے اللہ جس وقت میں بدنگاہی کر رہا تھا اور جس وقت برے خیالات سے لذت حاصل کر رہا تھا یا جس وقت گناہ کر رہا تھا اس وقت آپ کی قدرت قاہرہ بھی مجھے اس جرم کی حالت میں دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت اگر آپ کا حکم ہو جاتا کہ اے زمین شق ہو کر اس نالائق کو نگل جا یا آپ حکم فرما دیتے کہ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ○ (الآیۃ) ہم نے کہدیا ان لوگوں کو تم بندر ذلیل ہو جاؤ (الآیۃ) تو میں اسی وقت ذلیل ہو جاتا اور مخلوق میری اس رسوائی کا تماشہ دیکھتی۔ اے اللہ آپ اپنی قدرت قاہرہ سے اسی وقت مجھے کسی دردناک بیماری میں مبتلا کر دیتے تو میرا کیا حال ہوتا یا مجھے تنگدستی اور فاقوں میں مبتلا کر دیتے تو میرا کیا حال ہوتا مگر آپ کے کرم و حلم نے مجھ سے انتقام نہیں لیا۔ اگر آپ کا حلم میرے اوپر کرم فرما نہ ہوتا تو میری تباہی کا کیا عالم ہوتا اسی طرح تھوڑی دیر تصور کرتا رہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں اور میں اس محبوب حقیقی کے سامنے بیٹھا ہوں اور دل ہی دل میں استغفار کرتا رہے اور دعا کرتا رہے کہ اے اللہ اس تصور کو کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں میرے دل میں جما دیجئے۔

(۷) پھر ان عبارات کو غور سے پڑھئے جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کے ارشادات سے ماخوذ ہیں۔

ملخص از وعظ غض بصر:- خلاصہ یہ ہے کہ کسی کے پاس بدنگاہی کے جائز ہونے کا کچھ سہارا نہیں بلکہ بدنگاہی ہر طرح سے حرام اور بڑا بھاری گناہ ہے۔ یہاں پر یہ کہے کہ اے اللہ اس حرام و بھاری گناہ کا ایک پہاڑ میرے سر پر ہے اور ایک عمر اس میں تباہ ہوئی ہے میری اس تباہ شدہ عمر پر رحم فرما دیجئے کہ آپ ارحم الراحمین ہیں بجز آپ کے ہمارے اوپر دوسرا کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے جیسے بدنگاہی حرام ہے اسی طرح دل سے سوچنا بھی حرام ہے اور اس کا ضرر بدنگاہی سے بھی زیادہ ہے بدنگاہی سے اعمال صالحہ کا نور سلب ہو جاتا ہے دل ستیاناس ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا خاتمہ بدنگاہی کی نحوست سے کفر پر ہوا یعنی عشق مجازی میں مبتلا ہو کر آخر سانس تک خلاصی نہ پا سکے اور کلمہ کے بجائے منہ سے کچھ اور نکل گیا۔ جب کوئی غیر محرم عورت سامنے آئے تو نگاہ کو نیچی کرلے اور ہرگز ادھر گوشہ چشم سے بھی نہ دیکھے۔ اگرچہ شیطان ڈرائے کہ نہ دیکھے گا تو دم نکل جائے گا دم نکلنے کی بھی پروانہ کرے اور یوں سوچے کہ مر بھی گیا تو کیا ہی عمدہ موت ہوگی (یعنی شہادت)۔ بدنگاہی کے بعد دل میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے کہ ذکر وغیرہ میں بے کیفی ہو جاتی ہے اور بار بار تقاضہ کے باوجود جب تک حفاظت نظر نہ کی جائے اور استغفار خوب نہ کی جائے اس وقت تک دل صاف نہیں ہوتا۔

بدنگاہی سے کبھی ذکر و شغل سے وحشت ہونے لگتی ہے پھر یہ وحشت نفرت سے بدل جاتی ہے اور کفر تک پہنچا دیتی ہے (العیاذ باللہ) بدنگاہی کے مرتکب کی آنکھیں بے رونق ہو جاتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دل بے رونق ہو جاتا ہے جب دل کا نور سلب ہو جاتا ہے تو آنکھوں میں نور کہاں سے آئے گا اور یہ سوچے کہ کتنی محنت سے تو ذکر و عبادت کر رہے ہیں اور بدنگاہی سے ان کا نور

ضائع کر رہے ہیں اور قربِ حقیقی کے خصوصی انوار و برکات سے محروم ہو رہے ہیں خوب سمجھ لیجئے کہ معصیت پر اصرار اور عادت کے ساتھ حصول نسبت مع اللہ کا گمان سخت دھوکہ ہے فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝ جس وقت کسی حسین پر نظر پڑ جاوے فوراً کسی بدصورت کو دیکھے۔ موجود نہ ہو تو تصور کرے کسی کالے کلوٹے کا کہ چیچک رو ہے چپٹی ناک ہے دانت لمبے ہیں آنکھ کا کانا ہے سر کا گنجا ہے جسم بہت بلغمی ہے توند نکلی ہوئی ہے اور دست لگے ہیں مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ اور یوں بھی سوچے کہ یہ محبوب جب مر جائے گا تو لاش گل سڑ کر بدنما ہوگی اور کیڑے رینگتے نظر آئیں گے مگر کسی بدصورت کے تصوّر کا نفع دیرپا نہ ہوگا وقتی فائدہ ہوگا پھر تقاضا اس حسین کا ستا دے گا لہٰذا آئندہ تقاضے کو کمزور اور مضمحل کر دینے کا علاج یہ ہے کہ خدا کی یاد بہت کرے دوسرے خدا تعالیٰ کے عذاب کا بھی خیال جمائے تیسرے یہ سوچے کہ اس کو مجھ پر پوری قدرت ہے۔ ایک مدت تک عمل کرنے سے آہستہ آہستہ یہ چور نکلتا ہے۔ ایسا پرانا مرض ایک دن یا ایک ہفتہ میں نہیں جاتا۔ ہمت نہ ہارے کوشش کرتا رہے۔ تھوڑا تھوڑا یہ تقاضیا گھٹتا رہے گا اور نفس قابو میں آجاوے گا۔ اور یہ خواہش نہ کرے کہ بالکل تقاضا ہی ختم ہو جائے کیونکہ جب بالکل تقاضا نہ ہوگا تو پھر اجر کیا ملے گا۔ اگر نامرد کہے کہ میں عورت کے پاس نہیں جاتا تو کیا کمال ہے کوئی اندھا کہے کہ میں کسی عورت کو نہیں دیکھتا تو کیا کمال ہے۔ یہ کون سی تعریف کی بات ہے۔ پس بالکل تقاضا نہ ہونے کی طلب سخت نادانی و جہل ہے۔ مطلوب صرف اتنا ہے کہ تقاضے اس قدر مغلوب اور مضمحل ہو جائیں جو بآسانی قابو میں آجائیں۔ یہ بیماری بہت پھیل رہی ہے جو نیک کہلاتے ہیں وہ بھی اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خدا کے واسطے اس کا انتظام کرنا چاہیے۔

صاحبو! اگر حق تعالیٰ سامنے کھڑا کر کے استفسار دریافت فرمالیں کہ تو نے ہمیں چھوڑ کر غیر پر کیوں نظر کی تو بتلائیے کیا جواب دیجئے گا۔ یہ ہلکی بات نہیں ہے اس کا

بڑا انتظام کرنا چاہئے۔ ایک اور تدبیر یہ ہے کہ جب دل میں بُرا خیال آئے یا بدنگاہی کی حرکت ہو جائے فوراً وضو کرو۔ ۲ رکعت نماز توبہ پڑھو۔ پہلے دن تو بہت سی نفلیں پڑھنی پڑیں گی اس کے بعد جب نفس دیکھے گا کہ ذرا مزہ لینے پر یہ مصیبت ہوتی ہے یہ ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے تو پھر ایسے وسوسے نہ آئیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سب مصیبتوں سے بچائے رکھے۔ آمین (از حسن العزیز)

ان مضامین کو غور سے ہر روز پڑھ لیا جائے۔

(۸) اس کے بعد پھر یہ مراقبہ کرے اور حق تعالیٰ سے مناجات بھی یعنی باتیں بھی کرتا رہے کہ اے اللہ جب سے بالغ ہوا ہوں میری آنکھوں سے اب تک جتنی خیانتیں صادر ہوئی ہیں یا سینہ میں بُرے خیالات سے میں نے جتنی ناجائز لذتیں حاصل کی ہیں ان سب سے توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ آپ اپنے کرم سے میری آنکھوں کو اور میرے سینہ کو ان خیانتوں سے محفوظ فرما دیجئے کہ یہ ایسے مہلک امراض ہیں جن میں مبتلا ہونے والے کتنے کفر پر مرگئے اور کتنے دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے اور اے اللہ میرے اور بھی جن جن اعضاء سے خیانتیں صادر ہوئی ہیں مثلاً زبان کان ہاتھ پیر غرض ان تمام اعضا کی خیانتوں کو معاف فرما دیجئے اور اے اللہ میری عمر کا ایک بڑا حصہ جو انہیں خرافات میں تباہ ہو گیا اور میرے گناہوں سے مجھے جو کچھ نقصان پہنچا آپ اپنی رحمت سے سب کی تلافی فرما دیجئے اور آپ اپنے کرم سے مجھ سے راضی اور خوش ہو جایئے اور مجھے اپنی ایسی رضا عطا فرما دیجئے کہ اے اللہ وہ کبھی آپ کے عتاب سے تبدیل نہ ہو

(۹) پھر عذاب نار جہنم کا اس طرح مراقبہ کرے کہ جہنم اس وقت آنکھوں کے سامنے ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے باتیں کرے اے اللہ یہ جہنم آپ کی روشن کی ہوئی آگ ہے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ ۝ الآیۃ اور اے اللہ اس کا دکھ دلوں تک پہنچے گا تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَۃِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ۝ الآیۃ اور اے اللہ جہنمی لوگ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں دبے ہوئے جل رہے ہیں

اور اے اللہ جب ان کی کھالیں جل کر کوئلہ ہو گئیں تو آپ نے ان کی کھالوں کو پھر تازہ تازہ دوسری کھالوں سے تبدیل فرما دیا تاکہ ان کو احساس دکھ اور الم کا زیادہ ہو کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا الآية اور اے اللہ جب ان کو بھوک لگی تو آپ نے ان کو خاردار درخت زقوم کھانے کو دیا اور یہ بھی نہ ہو گا کہ وہ اس کے کانٹوں کی تکلیف سے انکار کر سکیں کہ مجھ سے تو اب نہیں کھایا جا رہا ہے بلکہ ان کو مجبوراً پیٹ بھرنا ہو گا لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ الآية اور اے اللہ جب ان کو پیاس لگی تو آپ نے کھولتا ہوا پانی پلایا اور اس پانی سے یہ انکار بھی نہ کر سکیں گے بلکہ اس طرح پئیں گے جس طرح پیاسا اونٹ پیتا ہے فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ اور یہی ان کی مہمانی ہو گی قیامت کے دن هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ اور اے اللہ جب انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جاوے گا تو ان کی آنتیں کٹ کٹ کر پاخانے کی راہ سے نکلنے لگیں گی وَسُقُوْا مَآءً فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ الآية اور اے اللہ یہ جہنمی آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کریں گے يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ الآية اور اے اللہ جب رونا چاہیں گے تو آنسوؤں کے بجائے خون روئیں گے اور جب شدت تکلیف سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کریں گے تو ان کو پھر جہنم میں لوٹا دیا جائے گا كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا اور اے اللہ جب ہر طرح سے ہار جاویں گے تو آپ سے فریاد کی اجازت چاہیں گے تو آپ فرمائیں گے اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ اسی جہنم میں ذلیل پڑے رہو اور مجھ سے تم لوگ بات مت کرو۔ اے اللہ دنیا کی ایک چنگاری کی ہمیں برداشت نہیں تو جہنم کی آگ کا جو ستر گنا اس آگ سے زائد ہے کیسے تحمل ہو گا۔ اے اللہ ہمارے اعمال تو سزاوار جہنم ہیں مگر آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ جہنم کے دردناک عذاب سے نجات کو میرے لئے مقدر فرما دیجئے۔ یہاں پہنچ کر اس دعا کو تین بار

عرض کرے اور خوب روئے رونا نہ آئے تو رونے والوں کا سا چہرہ بنالے اور دل سے خوب ڈرے۔ شروع شروع میں عذاب جہنم کے تصور سے دل کو زیادہ خوف محسوس نہ ہوگا لیکن اس عمل پر دوام سے اور رونے والوں کی نقل کی برکت سے رفتہ رفتہ یقین وایمان میں ترقی ہوتی رہے گی۔ اور ایک دن ایسا آئے گا کہ گویا جہنم کو آنکھوں سے دیکھو گے۔ پھر کسی نافرمانی کی ہمت نہ ہوگی کیونکہ جہنم کی آگ کی شدت کا استحضار گناہ کی لذت کی طرف نفس کو متوجہ نہ ہونے دیگا اور معاصی سے کلی اجتناب کی توفیق انشاءاللہ تعالیٰ ہوجاوے گی۔

(۱۰) پھر اس کے بعد ذرا دیر موت کو یاد کرے کہ دنیا کے تمام ہمدرد بیوی بچے عزیز واقارب اور یہ سارے واہ واہ کرنے والے اور سلام حضور کرنے والے سب چھوٹ گئے اور جس مکان کو ہم اپنا سمجھتے تھے اب بیوی بچوں نے زبردستی اس مکان سے نکال باہر کیا اور اب روح تنہا رہ گئی۔ عناصر سے متعلق جتنی لذات تھیں سب ختم ہوگئیں۔ یعنی حواس خمسہ سے جو عیش اندر پہنچ رہے تھے سب معطل ہوگئے۔ اب روح کے اندر اگر عبادات کے لذات اور انوار ہیں تو یہی کام آویں گے ورنہ سب عیش خواب ہوگیا۔ پھر اپنے نفس کو یوں ڈرائے کہ

لطف دنیا کے ہیں کے دن کیلئے کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے
یہ کیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ تونے ناداں گل دئے تنکے لئے
ہورہی ہے عمر مثل برف کم رفتہ رفتہ چپکے چپکے دمبدم

اگر ہو سکے تو کبھی کبھی قبرستان میں حاضری دے اور سوچے کہ یہ لوگ بھی کبھی ہماری طرح زمین پر چلتے تھے آج افسانہ ہوگئے ؂

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہوجائے

موت کا کثرت سے یاد کرنا دل کو دنیا سے اچاٹ کرتا ہے اور یہی ہدایت کا بڑا سبب اور ذریعہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ موت جو لذات کو سرد کرنے والی ہے اس کو کثرت سے یاد کرو۔ مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

اطلسِ عمرت بمقراضِ شہور　　　پارہ پارہ کرد خیاطِ غرور

اے لوگو! تمہاری عمر کے تھان کو مہینوں کی قینچی سے دھوکے کا خیاط پارہ پارہ کر رہا ہے۔ پس موت کا اتنا تصور کرو کہ اس کی وحشت لذت سے بدل جائے اور اپنے اصلی وطن کے ذکر سے لذت ملنی ہی چاہئے۔ مومن کے لئے موت دراصل محبوبِ حقیقی کی طرف سے دعوتِ ملاقات کا پیغام ہے۔

(۱۱) اس مراقبہ کے بعد عبارات ذیل کو خشیت و خوف دل میں پیدا کرنے کی نیت سے خوب دل لگا کر پڑھے۔ یہ مضامین خوف حکایات صحابہ (رضوان اللہ عنہم) مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سے ماخوذ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ کبھی فرماتے کہ کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک جانور کو دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر مزہ میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے اور درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ ایک بار صبح کی نماز میں جب یہ آیت إِنَّمَآ أَشْكُوا۟ بَثِّى وَحُزْنِىٓ إِلَى ٱللَّهِ پر پہنچے

تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق تعالیٰ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو۔ لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بے گانگی کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں مٹی کا گھر ہوں کیڑوں کا گھر ہوں الخ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت رویا کرتے تھے حتیٰ کہ روتے روتے آنکھیں بے کار ہوگئیں تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمایا کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ پیش آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابیؓ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا وہ جب فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ○ پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے روتے روتے دم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے ہاں جس دن آسمان پھٹ جاویں گے یعنی قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔ ہائے میری بربادی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے سے فرشتے بھی رونے لگے۔

ایک انصاری صحابیؓ نے تہجد کی نماز پڑھی پھر بیٹھ کر بہت روئے کہتے تھے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔

ایک صحابیؓ رو رہے تھے بیوی کے پوچھنے پر فرمایا کہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ جہنم پر تو گذرنا ہے ہی نہ معلوم نجات ملے گی یا وہیں رہ جاؤں گا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے اور روتے رہے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا میں تو تم سب لوگ ملے جلے رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے کم ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرماں برداروں میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف سے ذرا سا بھی آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا مشکل ہے جیسا کہ دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ ایک صحابی رضی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو روکے رکھو گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب جنت میں داخل ہو آپ نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس کو رونا آوے وہ روئے ورنہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ حضرت کعب احبار رح فرماتے ہیں قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ پہاڑ کے برابر صدقہ کروں۔

مضامین بالا کا مطالعہ نفس میں خدا کا خوف پیدا کرتا ہے گناہوں سے حفاظت کا

ذریعہ ہے اور اللہ کی رحمت واسعہ سے نا اُمید بھی ــــــ نہ ہونا چاہیے۔ گناہوں کو یاد کر کے رونے سے بہت قرب نصیب ہوتا ہے۔

اور جس کو رونا نہ آوے تو وہ رونے والوں کی شکل بنا لیوے اس نقل کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی کامیاب ہو جاوے گا جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ نقل گریہ ثابت ہے ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست | اے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

(۲) اس کے بعد پھر انعامات الٰہیہ کا اس طرح مراقبہ کرے اور حق تعالیٰ سے اس طرح عرض کرے کہ اے اللہ آپ سے میری روح نے اپنے وجود کے لئے سوال نہیں کیا تھا آپ کے کرم نے بغیر سوال مجھے وجود بخشا۔ پھر میری روح نے یہ سوال بھی نہیں کیا تھا کہ آپ مجھ کو انسانی قالب عطا فرمائیں آپ کے کرم نے بغیر سوال کے سور اور کتے کے قالب میں مجھے پیدا نہیں کیا بلکہ قالب اشرف المخلوقات (انسانیت کا قالب) بخشا۔ پھر اے میرے اللہ اگر آپ مجھے کسی کافر یا مشرک گھرانے میں پیدا فرما دیتے تو میں کس قدر ٹوٹے اور خسارہ میں ہوتا۔ اگر صدارت و بادشاہت بھی مجھ کو مل جاتی پھر بھی کفر اور شرک کے سبب جانوروں سے بدتر ہوتا۔ آپ نے اپنے کرم سے بغیر سوال کئے مجھ کو مسلمان گھرانے میں پیدا فرما کر گویا شہزادہ پیدا فرمایا۔ ایمان جیسی عظیم دولت جس کے سامنے کائنات کے تمام مجموعی انعامات و خزائن کوئی حقیقت نہیں رکھتے آپ نے بے مانگے عطا فرما دی۔ اے اللہ جب آپ کے کرم نے اتنے بڑے بڑے انعام بے مانگے عطا فرمائے ہیں تو مانگنے والے کو آپ بھلا کیونکر محروم فرمائیں گے۔ اے اللہ میں آپ کی رحمت کو ان بے مانگے ہوئے انعامات والطاف بے کراں کا واسطہ دیتا ہوں اور آپ کے فضل سے اپنی تطہیر اور اپنا تزکیۂ نفس مانگتا ہوں تاکہ آپ کی نافرمانیوں سے مرتے دم تک محفوظ رہوں۔ اے اللہ پھر آپ نے مجھے اچھے گھرانے میں پیدا فرمایا اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ محبت عطا فرمائی۔ اور دین پر عمل نصیب فرمایا۔ اگر آپ کی رہبری نہ ہو تو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے بعد بھی لوگ بد دین دہریہ نیچری ہو جاتے ہیں ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود | لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

اے اللہ آپ ہی کی توفیق سے اللہ والوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی توفیق ہوئی۔ اے اللہ آپ نے کتنی بیماریوں سے حفاظت دے رکھی ہے اور کیسی خطرناک بیماریوں سے شفا عطا فرمائی ہے اور آپ ہی کے کرم نے اہل حق سے تعلق بخشا ورنہ کسی غلط آدمی کے ہاتھ پڑ جاتا تو آج گمراہی میں مبتلا ہوتا۔

اگر کسی غم میں مبتلا ہو مثلاً اولاد کا انتقال ہوگیا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ میرے جو بچے آپ کے پاس جا چکے ہیں ان کو میرے لئے ذخیرۂ آخرت فرما دیجئے اور جو موجود ہیں ان کو صالح فرما دیجئے۔ اور اولاد بیوی سے میری آنکھیں ٹھنڈی فرما دیجئے۔ اے اللہ دنیا میں آپ نے صالحین کا ساتھ عطا فرمایا ہے۔ اپنے کرم سے آخرت میں بھی اپنے صالحین کا ساتھ عطا فرمایئے۔ اے اللہ کتنے جرائم مجھ سے صادر ہوئے اور آپ کی قدرت قاہرہ دیکھ رہی تھی مگر آپ نے اپنے عفو و حلم کے دامن میں میرے ان جرائم کو ڈھانپ لیا اور مجھے رسوا نہ فرمایا۔ اے اللہ میری لاکھوں جانیں آپ کے اس حلم پر قربان ہوں ورنہ آج بھی اگر میرے اترے پترے آپ خلق پر کھول دیں تو لوگ اپنے پاس بیٹھنے بھی نہ دیں۔ اے اللہ اپنے کرم سے میرا خاتمہ ایمان پر مقدر فرمایئے۔ اے اللہ اس امر سے پناہ چاہتا ہوں کہ جب آپ سے ملوں تو آپ اپنا رخ میری طرف سے پھیر لیں اے اللہ اگر میری تقدیر میں آپ نے میرے جہنمی ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے تو میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ اپنی رحمت سے اپنے اس فیصلہ کو تبدیل فرما دیجئے اور میرا جنتی ہونا مقدر فرما دیجئے۔ اے اللہ آپ اپنے فیصلہ پر حاکم ہیں آپکا فیصلہ آپ پر حاکم نہیں۔ پس آپ اپنی رحمت سے میری تقدیر سے سوء القضا کو تبدیل فرما دیجئے۔ یعنی مجھے جنتی بنا دیجئے ؂

بگذراں از جانِ ما سوء القضا | وا مبر ما را ز اخوان الصفا

سینکڑوں کو تو کرے گا جنتی | ایک یہ نا اہل بھی ان میں سہی

اے اللہ اپنے فضل سے جنت میں خواں اولین کو میرے لئے مقدر فرما دیجئے اے اللہ

اگر آپ کا فضل میرا مددگار ہو جاوے تو نفس و شیطان مجھے کبھی مغلوب نہیں کر سکتے اور اے اللہ اگر میرے تزکیہ و تطہیر کا آپ ارادہ فرمالیں تو پھر آپ کے ارادہ کو کون توڑ سکتا ہے پس آپ اپنے کرم سے میرے تزکیہ کا ارادہ فرمالیں۔ اے اللہ آپ کے علم میں مجھ پر جتنے احسانات ہوئے ہیں ان میں سے اے اللہ اس وقت جتنے احسانات کا استحضار ہو سکا ان کا بھی اور جن لامتناہی احسانات کا استحضار نہیں ہو سکا ان کا بھی ہر بُنِ مو سے شکر ادا کرتا ہوں۔

(۱۳) جو لوگ شہر میں آمد و رفت رکھتے ہوں وہ جب گھر سے نکلیں تو دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر دعا کریں کہ اے اللہ میں اپنی آنکھوں کو اور اپنے قلب کو آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں اور آپ خیر الحافظین ہیں۔ پھر اگر کوتاہیاں ہو جاویں تو واپسی پر ان سے استغفار کریں اور ہر غلطی پر چار رکعت نفل نماز کا جرمانہ مقرر کریں اور اگر محفوظ رہیں تو شکر ادا کریں۔

(۱۴) ان معمولات کے باوجود بھی خطائیں ہوتی رہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں معمولات ادا کرتے رہیں اور استغفار کرتے رہیں۔ اس دستور العمل پر عمل کرنا ہی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ایک دن ایسا آوے گا کہ تمام تقاضے مغلوب ہو جاویں گے کتنے بندگان خدا جو مدۃ العمر بدنگاہی اور دیگر امراض خبیثہ میں مبتلا تھے اس دستور العمل پر عمل کر کے نجات پا چکے ہیں۔

(۱۵) ایک سو مرتبہ روزانہ ذکر اسم بسیط اللہ اللہ اس تصور سے کریں کہ میرے ہر بن مو سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اور پھر یہ اضافہ کریں کہ میرے ہر بن مو کے ساتھ زمین و آسمان شجر و حجر بحر و بر چرند و پرند غرض ہر ذرۂ کائنات سے ذکر جاری ہے۔

(۱۶) چند اضافات جاہ کی بیماری والوں کے لئے۔ جاہ کا حریص دل میں یہ تصور کرے کہ جس مخلوق میں اس وقت بڑا اور معزز بننے کی فکر میں احکام شرعیہ سے گریز کر رہا ہوں یا عار محسوس کر رہا ہوں کہ لوگ مجھے ملا کہیں گے یا دنیا لوسی

خیال رکھنے والا کہیں گے تو جب روح نکلے گی یہ لوگ میرے ساتھ نہ جائیں گے۔ میرے ساتھ میرے اچھے اعمال ہی جائیں گے اور یہ سوچے کہ بادشاہ کے ہم نشین سے کوئی بھنگی کہے کہ تم بادشاہ کی مرضی کے خلاف فلاں کام کرو ورنہ میری نگاہ سے گر جاؤ گے تو کیا اس بھنگی کی نگاہ سے گر جانے سے وہ کچھ خوفزدہ ہوگا۔ ہرگز نہیں! بلکہ یہ کہے گا کہ تیرا دماغ چل گیا ہے تو اپنے دماغ کا علاج کر۔ پس حق تعالیٰ کے احکام میں یہی مراقبہ کیا جاوے اور دنیا والے اگر ڈرائیں یا شیطان ڈرائے کہ تم اگر شریعت کے پابند ہو جاؤ گے تو دنیا والوں کی نگاہ سے گر جاؤ گے تو یوں سمجھے کہ دنیا والوں کی نگاہ میں بڑے ہی بن کر کیا مل جائے گا۔ کیا یہ لوگ خدا کے عذاب سے مجھ کو بچا سکیں گے۔ جو مخلوق آج میرے آگے پیچھے چل رہی ہے اور میری بڑی عزت کر رہی ہے روح نکلنے کے بعد یہی لوگ میرے جسم کے پاس بیٹھنا بھی پسند نہ کریں گے حتیٰ کہ بیوی اور بچے بھی میری لاش کو گھر سے نکال باہر کریں گے پس ایسی فانی اور عاجز و محتاج مخلوق کی نگاہ میں بڑا بننے کا شوق سخت نادانی ہے اور مرنے کے بعد کوئی کام آنے والا نہیں ہے۔ بس مالک حقیقی کی نگاہ کو دیکھو کہ ان کی نگاہ میں ہم کیسے ہیں۔ مولیٰ کی مرضی ہمیشہ بندہ کے پیش نظر رہنی چاہیے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے ۔۔۔ مدنظر تو مرضی جانا نہ چاہیے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ ۔۔۔ کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

سید سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر خوب ہے۔ سادے الفاظ میں کیا ہی مفید بات فرمائی ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے ۔۔۔ وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

ایک مثال اور دل میں سوچے کہ کسی عورت کی سارے محلے کے لوگ تعریف کرتے ہوں کہ نیک صورت نیک سیرت ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور اس کی نگاہ میں یہ عورت سخت قابل نفرت ہو تو کیا اس عورت کو محلے والوں کی تعریف سے اور عزت کرنے سے کوئی خوشی ہوگی۔ ہرگز نہیں! کیونکہ وہ جانتی ہے

کہ زندگی بھر کے لئے شوہر ہی اس کا حاکم اور رفیق حیات ہے اگر وہ خوش نہیں تو سارے محلے کی تعریف وعزت اسے کوئی نفع نہ پہنچا سکے گی اللہ اکبر! شوہر اور بیوی کے تعلقات میں تو یہ اثر ہو اور عبد ومعبود میں اتنا بھی تعلق نہ ہو۔ وہ ذات کہ ہمارا ہر ہر ذرہ جس کا مملوک ہے جس کا مخلوق ہے جس کا مرزوق ہے جس کا مربوب ہے جن کو ہمارے اوپر ہر قسم کا تصرف واختیار ہے ان کی نگاہ میں گر جانے کا ہمیں خوف نہ ہو اور خوف ہو تو اپنی جیسی عاجز وفانی مخلوق کا خوف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کس سے توڑا اور کس سے جوڑا ہے

بقول دشمن پیمان دوست بشکستی
ببیں کہ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی

آفتابا با توچوں قبلہ وامیم — شب پرستی وخفاشی می کنیم
پیش نور آفتاب خوش مساغ — رہنمائی جستن از شمع وچراغ
بے گماں ترک ادب باشد زما — کفر نعمت باشد وفعل ہوا (رومیؒ)

پھر یہ دعا کرے کہ اے اللہ میرے قلب میں جا ہی اور باہی جتنی بھی بیماریاں ہیں سب کو دور فرما دیجئے اور میرا ظاہر وباطن ایسا بنا دیجئے کہ آپ مجھ سے راضی اور خوش ہو جائیں اور مجھے صدق فی الطلب یعنی سچی طلب عطا فرمائیے۔

(۷) کسی اللہ والے کی صحبت میں گاہ گاہ التزاماً حاضری دیتا رہے اور اللہ کی محبت کی باتیں سنتا رہے کہ بدون صحبت اہل اللہ اصلاح نفس اور توفیق استقامت عادۃً دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

(۸) باہی بیماری یعنی عشق مجازی میں مبتلا اشخاص کے لئے ایک مختصر تتمہ۔ مراقبہ (۱) دنیا کے حسینوں کی بے وفائی کو سوچے کہ اگر ان پر جان ومال اور دولت وعزت سب قربان کر دے پھر بھی اگر ہم سے زیادہ کوئی مالدار نہیں مل گیا تو یہ سابق عاشق سے آنکھیں چرانے لگتے ہیں اور بعض اوقات سابق عاشق کو زہر کھلا کر ہلاک کر دیتے ہیں کہ اس سے پیچھا ہی چھوٹ جائے۔ مراقبہ (۲) اگر وہ معشوق

مرگیا تو اس کو آپ جلد سے جلد قبرستان کے سپرد کر دیتے ہیں یا آپ پہلے مر گئے تو معشوق آپ کی لاش سے متنفر ہو جاوے گا کیسی عارضی محبت ہے۔ مراقبہ (۳) اس حدیث کا مراقبہ کرے کہ اَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ تم جس سے چاہو محبت کرو لیکن ایک دن اس سے جدا ہونے والے ہو۔ تنبیہ ضروری۔ اگر کسی فرد خاص مرد یا عورت سے عشق راسخ ہو چکا ہو اور اس سے عرصہ تک خط و کتابت یا ساتھ اٹھنا بیٹھنا رہا ہو تو ایسی صورت میں چند باتوں کا اہتمام اور بھی کرنا ہوگا اور بڑی ہمت سے کام کرنا ہوگا لیکن تھوڑے دن بعد اس جہنم سے آزادی کی وہ مسرت نصیب ہوگی کہ دنیا ہی آثار بہار جنت محسوس ہونے لگیں گے۔

۱ اس سے خط و کتابت اٹھنا بیٹھنا ملاقات مطلقاً بند کر دے اور اپنا قیام اس قدر دور رکھے کہ ملاقات ممکن نہ ہو۔

۲ اس معشوق کے آنے کا خطرہ ہو تو اس سے اس طرح جھگڑا کرلے کہ اس کو اب اس سے دوستی کی ناامیدی ہو جائے۔

۳ خیالات میں قصداً اس کو نہ لائے اور نہ اس کے تصور سے لطف حاصل کرے کہ خیانت صدر کا گناہ کبیرہ دل کا ستیاناس کر دیتا ہے۔

۴ عشقیہ اشعار و عشقیہ قصے نہ پڑھے اور باقی تمام اعمال دستور العمل مذکور کو پابندی سے اختیار کرے۔

۵ ان امور کے باوجود اگر اس کے خیالات آئیں تو گھبرانا نہیں چاہئے۔ رفتہ رفتہ انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً ایک دن ایسا آوے گا کہ اس کو غیر اللہ کی محبت سے نجات حاصل ہو جاوے گی۔

ان معمولات پر عمل کرنے میں خواہ نفس کو کتنی ہی مشقت معلوم ہو محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ کی رضا کے لئے سب برداشت کرلے۔ چند دن کے بعد وہ انعامات قلب و روح کو محسوس ہوں گے جو ہر وقت روح پر وجد طاری رکھیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا معلوم ہوگا کہ کوئی دوزخی زندگی جنتی زندگی سے تبدیل

ہو گئی ہے

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد | انچہ در وہمت نیاید آں دہد
شاہ جاں مر جسم را ویراں کند | بعد ویرانیش آباداں کند

اب دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمادیں اور اس دستور العمل کو اپنے بندوں کے لئے رذائل نفس سے خلاصی کا بہترین دستور بنادیں اور ہم سب کو اس دستور العمل کے مطابق اہتمام عمل کی توفیق عنایت فرمادیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○

خلاصہ دستور العمل برائے یادداشت

(۱) ۲ رکعت نفل توبہ کی نیت سے۔ پھر استغفار بلوغ سے اس وقت تک کے معاصی سے اور ۲ رکعت نفل حاجت کی نیت سے۔ پھر تزکیۂ نفس کی دعا کرے (۱۰ منٹ)

(۲) جس قدر ہو سکے تلاوت۔ اگر استحضار معانی کے ساتھ ہو بہتر ہے۔

(۳) ذکر نفی و اثبات لا الٰہ الا اللہ تین سو مرتبہ اور تین سو مرتبہ اللہ کا ذکر اس طرح کریں کہ زبان اور قلب سے ساتھ ساتھ اللہ نکل رہا ہے جہر خفیف یعنی ہلکی آواز ہو کہ خود سن سکے اور آواز میں درد و گریہ کی ہلکی آمیزش کرے اگرچہ بہ تکلف کرنا پڑے۔

(۴) کسی وقت ہر روز تین سو مرتبہ درود شریف صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ پڑھ لیا کریں۔

(۵) مراقبہ بصیر و خبیر ہونے کا کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں (۳ منٹ)

(۶) بدنگاہی کے مضرات کے متعلق تحریر کردہ عبارات کو ہر روز پڑھنا ۳ منٹ

(۷) خیانت چشم و قلب کی بلوغ سے اس وقت تک خصوصی استغفار اور حفاظت کی دعا اور ان خیانتوں کے مضرات کا مراقبہ (۳ منٹ)

(۸) مراقبۂ عذاب جہنم تفصیلی طور سے جیسا کہ تحریر کیا گیا (۵ منٹ)

(۹) آیات واحادیث وعید وخوف کا مطالعہ جو تحریر کی گئیں۔ (۳ منٹ)

(۱۰) ابتدائے آفرینش سے اب تک کے انعامات الٰہیہ کا استحضار اور ان پر شکر (۱۰ منٹ)

(۱۱) مراقبۂ موت اور روح کا بدون تن کے تنہا حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے کا تصور اور دعاء خاتمہ بالخیر کرنا (۵ منٹ)

(۱۲) ایک سو مرتبہ ذکر اللہ اللہ اس تصور سے کرنا کہ ہر بُن مو سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اور کائنات کے ہر ذرہ سے ذکر جاری ہے۔

یہ معمولات اگر ایک وقت میں نہ ہو سکیں تو دو مجلسوں میں ادا کر لے۔

(نوٹ) ان تدابیر کے باوجود بھروسہ صرف حق تعالیٰ کے فضل پر رہنا چاہئے۔ بغیر انکی عنایت کے کچھ کام نہیں چلتا ؎

ذرہ سایہ عنایت بہتر است — از ہزاراں کوشش طاعت پرست

یہ تدابیر مذکورہ بھی عنایت حق کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہی تحریر کی گئی ہیں۔

انتباہ:۔ اگر ضعف ہو تو مصلح کے مشورہ سے ذکر کی تعداد کم کر دیں اور بدون مشورہ شیخ یہ دستور تزکیۂ نفس کچھ مفید نہیں۔ شیخ سے اطلاع حال و اتباع تجویز و انقیاد کا سلسلہ بذریعہ صحبت اور مکاتبت جاری رہنا بھی ضروری ہے۔

چند روز کی محنت ہے پھر راحت ہی راحت دونوں جہان میں انشاء اللہ عطا ہوگی جمعہ کو قبیل مغرب گھڑی قبولیت کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو اپنی رحمت سے قبول فرما دیں اور سالکین و مشائخ کیلئے نافع فرما دیں آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○

محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

۲۲ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ

یوم الجمعہ قبیل مغرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ الآیۃ

دین پر استقامت کا طریقہ

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند (رومی)

انہوں نے صبر اختیار کیا اور دین میں مضبوط ہو کر ولایت کی اعلیٰ اور انتہائی منزل صدیقیت سے مشرف ہو گئے

راہ وفا میں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کئے ہے اختر

تکمیل الاجر بتحصیل الصبر

مع ترجمہ و مختصر شرح

(مؤلف)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

خلیفہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم
وخادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
از اکابر خلفاء حضرت اقدس حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(ناشر)

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال ۲ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورة ماكتبه العلامة الشيخ الكبير

مولانا ابرار الحق حقي ناظم مجلس دعوة الحق

هردوئی هند اطال الله بقاءه وكثر الله في الامة امثاله

حامدا ومصليا ومسلما امابعد طالعتها من اولها

الى اخرها فوجدتها نافعة للطالبين وسميتها تكميل

الاجر بتحصيل الصبر

تقبل الله تعالى وجزى المرتب خير الجزاء

ابرار الحق عفا الله عنه

عاشر رجب المرجب سنه ۸۹ھ

(ترجمہ) تقریظ از حضرت مولانا ومرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب حقی دامت برکاتہم
ناظم مجلس دعوت الحق ہردوئی (ہند)

حامدا ومصلیا ومسلما امابعد مطالعہ کیا میں نے مقالۂ صبر کا اول تا آخر پس میں نے اس کو طالبین کے لئے نافع پایا اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں اور مرتب کو جزائے خیر عطا فرمادیں۔

ابرار الحق عفا اللہ عنہ

۱۰ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ

تكميل الاجر بتحصيل الصبر

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

فيقول العبد الذليل المفتقر الى رحمة ربه الجليل محمد اختر عفا الله عنه ان معنى الصبر كف النفس عن المناهى والاستقامة على الاوامر وقد ذكره الله تعالى فى القرآن اكثر من سبعين

فان الصبر قد يستعمل بصلة على وقد يستعمل بصلة عن وقد يستعمل بصلة فى فان الصبر على ثلثة انواع

احدها الصبر على الطاعة ثانيها الصبر عن المعصية ثالثها الصبر فى المصيبة فاشرح كل قسم على اللف والنشر المرتب

فالقسم الاول الصبر على الطاعة

وهذا يشتمل على ثلثة انواع (احدها) اصلاح النية قبلها (اى قبل الطاعة) (ثانيها) الاحتراز عن الحركة الفكريه فيها (اى فى الطاعة)

وهذا هو المراد بالخشوع الذى فسر بالسكون وقد يبدء ان يشغل قلبه الى الفكر المحمود كتصور بيت الله او الملتزم الى

اوالی مایقرء بان یحسن الاداء ویلاحظ معانیها والحکمة فیها ان النفس لاتتوجه الی شیئین فی ان واحد فالاشتغال بالفکر المحمود یکون وقایة عن الافکار المذمومة۔

(ثالثها) الاخفاء عن الناس بعدها (ای بعد الطاعة)

(التنبیه) الاستقامة والدوام علی کل نوع من تلک الانواع مطلوب فی الشرع کما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احب الاعمال الی اللّٰہ ادومها وان قل (متفق علیه) والمراد بالتقلیل ھٰهنا تقلیل النوافل والاذکار لاتقلیل الفرائض والواجبات والسنن المؤکده

القسم الثانی الصبر عن المعصیة

وھذا ایضاً یشتمل علی ثلثة اقسام

(احدها) الاهتمام فی الاحتراز عن مقدماتها لان مقدمة الحرام حرامٌ قال تعالیٰ لاتقربا ھٰذه الشجرة ومن ھٰهنا قال مشائخنا ان الحفظ عن المعاصی لایمکن الا بالاحتراز عن قربانها ای ترک اسبابها وھذا القرب قد یکون بالقلب اعنی الالتذاذ بالتصور وقد یکون بالعین وقد یکون بالجوارح قال اللّٰہ تعالیٰ اللّٰہ یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور وقال تعالیٰ الیوم نختم علیٰ افواههم وتکلمنا ایدیهم وتشهد ارجلهم بما کانوا یکسبون۔

(ثانیها) الاهتمام فی تضعیف اقتضاء الرذائل

بکثرة ذکر اللہ ولزوم صحبة اھل اللہ والاھتمام بمطالعة کتبھم وملفوظاتھم عند فوات الصحبة وکثرة مراقبة الموت وعذاب جھنم وانمراقبة بفناء لذات المعاصی وبقاء نعماء الآخرة.

ویقول العبد الاواہ ان لزوم صحبة الشیخ واخبارہ عن رذائل النفس واتباع امرہ لزوماً اکسیرٌ وانفع شیئٍ فی ھذا الباب۔ وقد ثبت ھذا النفع من جمھور اولیاء الامة بالتواتر۔ فمن شاء فلیجرب ولا یمکن الاصلاح عادةً الابعنایة الشیخ الکامل وبلزوم صحبتہ واتباعہ کما ھو عادة اللہ فی عالم الاسباب کما قال العارف الرومی فی صحبة الشیخ ۔ ؎

پیر باشد نردبان آسماں　　تیر پراں از کہ گردد از کماں
نفس نتواں کشت الا ظل پیر　　دامن آں نفس کش راسخت گیر
بے عنایات حق وخاصان حق　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق
ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید　　ہم بعون ہمت مرداں رسید

وماھذا الا تشریح قولہ تعالیٰ

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (ای المتقین الکاملین)

(ثالثھا) التدارک بعدھا (ای بعد المعصیة)

وھذا علی خمسة انحاء

(احدھا) الندامة بالقلب والتضرع بھا (اعنی

بکاء القلب)

(ثانیها) ان یصلی صلوٰۃ التوبۃ ثم یبکی ساجدًا او قاعدًا ویلوم نفسہ ویتاسف علیٰ فعلہٖ ویستغفر ربہ باکیًا وملحا ویغلب علی نفسہ الحزن والغم حتی تضیق علیہ الارض بما رحبت وتضیق علیہ نفسہ ویظن ان لا ملجاء من اللہ الا الیہ ولا یجد فی قلبہ السکون بالطعام ولا بالشراب ولا یتکلم احبابہ ولا یفرح بلقاء رفقائہ ولا باھل وعیالہ بل یستغفر ویتضرع ویشتغل بالتوبۃ ویبکی بدموع کثیرۃ او یجعل وجھہ کالباکین والمتضرعین ان لم یقدر علی الدموع حتی یجد ربہ راضیًا فی وجدانہ۔ ویتصدق علی الفقراء

(ثالثھا) ان یترک المعصیۃ فی الحال۔

(رابعھا) العزم علی التقویٰ اعنی ترک المعصیۃ فی المستقبل توکلاً علی اللہ۔

(خامسھا) الاھتمام والاستمرار علیٰ اسباب التقویٰ من دوام الذکر والمعمولات واتباع الشیخ الکامل۔

والقسم الثالث الصبر فی المصیبۃ

ھذا یشتمل علیٰ ثلثۃ اقسام۔

(احدھا) الرضا والتسلیم والتفکر فی الحکمۃ وطریقۃ المراقبۃ بان اللہ تعالیٰ حکیم وفعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ ومثالہ رضا الام عند حجامۃ الطفل والطفل یبکی۔

(ثانيها) الاحتراز عن الشكاية الى الخلق والاعتراض عليها سواء كان بالقلب او باللسان۔

(ثالثها) الاهتمام لتقليل الحزن بكثرة النوافل و كثرة الذكر والصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم والتفكر فى اجر الاخرة وثوابها وبورد ياحىّ يا قيوم خمس مائة مرة كل يوم وبمطالعة باب الصبر والشكر من حيات المسلمين وتبليغ دين وبلزوم صحبة اهل الله۔ وهذا الاهتمام لتقليل الحزن واجب والا فقد تفضى المصيبة الى الحزن المفرط الذى يضرُّ فى الاستقامة على المعمولات والاخلاق والطاعات لتشويش القلب وفساد الصحة وان فساد الاعمال قد يكون مفضياً الى فساد الايمان (العياذ بالله العلى العظيم) لان فساد الاعمال وتقليلها او تركها اوّلاً يضعفُ الهمة لمقاومة المصائب ثم ان ضعف التحمل قد يكون جائراً الى الاعتراض على التقدير وهذا الكفر (عياذاً بالله)

التنبيه: صبر الاغنياء كيف هو؟

فاقول ان الاغنياء يتحقق لهم الصبر ايضاً بثلثة انحاء (احدها) الاحتراز عن الاتراف والفرح والاستكبار وعن ظنه استحقاق الاموال والاجتناب عن استحقار الفقراء والمساكين ولزوم خدمة المساكين على نفسه كما ورد احسن كما احسن الله اليك (الاية)

(ثانیها) (الف) مراقبة واقعة قارون إذ خرج على قومه في زينته وقال له قومه لا تفرح ان الله لا يحب الفرحين قال انما اوتيته على علم عندی. فما كان حشره؟ فخسفنا بداره وبماله الارض فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله وما كان من المنتصرين.

(ب) مراقبة حديث يقول مالی مالی ومالك من مالك الا ما اكلت فافنيت ومالبست فابليت وما تصدقت فامضيت كما فی المشكوٰة المصابيح (او كما قال صلى الله عليه وسلم)

(ج) المراقبة بان نعماء الله تعالىٰ كلها تحصل من فضله تعالىٰ لا باستحقاق العبد فكيف يجوز الفرح والاتراف عليها عقلاً وطبعاً ولا يرضى بها الطبائع الشريفة ابداً.

(ثالثها) الاهتمام فی الاستقامة على الطاعات والاحتراز عن المعاصی كلها مع حصول الانتهاء من كثرة المال وهذا هو الشكر العملی وقد غفل عنه الاكثرون قال الله تعالىٰ عزوجل اعملوا ال داؤد شكرا - وان يقول فی الدعاء اللّٰهم انی اعوذ بك من مالٍ يطغينی وقال الله تعالىٰ عزوجل لا تلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذالك فاولئك هم الخسرون وتدبيره ان يخاف يوماً تتقلب فيه القلوب والابصار كما قال الله تعالىٰ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة يخافون يوماً تتقلب فيه القلوب والابصار. والاهتمام لصحبة الكاملين كما قال تعالىٰ يا ايها الذين امنوا اتقوا الله

وكونوا مع الصادقين.

(التنبيه) وهذا داخلٌ في الصبر على الطاعة الذي قد ذكرناه في الصفحة الاولى.

قد تمت هذه المقالة المفيدة بحمد الله تعالى وعونه وحسن توفيقه.

حرره العبد الحقير حكيم محمد اختر غفر له
ربه الأكبر وتقبل منه وشكر سعيه
لاثنتي عشرة من الجمادى الاخرى سنة
تسع وثمانين بعد الالف من الهجرة
النبوية على صاحبها الف الف سلام
وتحية

رائے عالی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی
وصدر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف معارف مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ فارسی اردو میں قدرتِ شعر، حسنِ ذوق، پاکیزگیٔ خیالات درد دل کا بہترین مرقع ہے۔ اب موصوف نے دیوان شمس تبریز جو عارف رومی کے شیخ ہیں ان کے حقائق و معارف کا انتخاب و تشریح و بیان لکھ کر اپنے حسنِ ذوق، لطافتِ طبع، سلامتِ فکر کا ایک اور شاہد عدل پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ارباب ذوق کو انکے شگفتہ تالیفات و نگارشات سے مزید مستفید فرمائے۔ آمین

محمد یوسف بنوری
سہ شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

ترجمہ رسالہ ھٰذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ احقر نے صبر کے متعلق ایک مفید مقالہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے عربی زبان میں لکھا جس کو احباب اہل علم نے پسند فرمایا۔ نیز حضرت اقدس مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اوّل تا آخر اس کا مطالعہ فرما کر اس کے متعلق تقریظ تحریر فرمائی۔ اور طالبین راہ سلوک کے لئے اس مقالہ کو مفید خیال فرما کر اس کی اشاعت کی اجازت عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمادیں اور اسکے نفع کو عام و تام فرمادیں۔ آمین

صبر کے معنی اصطلاح شریعت میں نفس کو گناہوں سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام پر نفس سے پابندی کرانا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صبر کے حقیقی معنی بیان فرمائے ہیں کہ ہوائے نفس کے مقابلہ میں خدا کے حکم پر مستقل اور ثابت قدم رہنا صبر کہلاتا ہے اور یہ نعمت صرف انسان ہی کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے کیونکہ فرشتے جانتے ہی نہیں کہ شہوت کیا چیز ہے اور بہائم میں عقل نہیں لہٰذا صبر کا مرتبہ ان دونوں میں سے کسی کو حاصل نہیں اور تحقیق کہ صبر کا مضمون قرآن پاک میں ستر مقام سے بھی زیادہ بیان فرمایا گیا ہے۔

صبر کا استعمال عربی قاعدہ سے تین طرح پر ہوتا ہے۔

کبھی علی کے صلہ سے کبھی عن کے صلہ سے کبھی فی کے صلہ سے پس صبر کے تین اقسام ہیں۔ (۱) صبر علی الطاعت (۲) صبر عن المعصیت (۳) صبر فی المصیبت

قسم اوّل۔ الصبر علی العبادۃ صبر کی پہلی قسم عبادات پر صبر کرنا ہے۔ یہ قسم تین طریقوں پر مشتمل ہے

(الف) عبادت شروع کرنے سے پہلے نیت کی درستی کر لی جائے یعنی صرف رضائے مولیٰ کے لئے شروع کرے۔ دل کو اور نیتوں سے پاک وصاف کرے۔

(ب) عبادت شروع کرنے کے بعد دل کو اللہ کے سامنے حاضر رکھنا ایسا نہ ہو کہ جسم تو خدا کے سامنے ہو اور دل غیر خدا کے ساتھ مشغول ہو اور یہی مفہوم خشوع کا ہے جس کی تفسیر "سکون" سے مفسرین نے کی ہے۔ اور عبادت میں اس نعمت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کو فکر محمود میں مشغول کر دیا جائے۔ مثلاً بیت اللہ کا تصور کیا جائے یا اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھا جاوے کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں یا مثلاً نماز میں جو کچھ زبان سے ادا کرے اسکو سوچ سوچ کر اور ارادہ سے ادا کرے اور اسکے معانی اور مفہوم کی طرف توجہ رکھے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نفس بیک وقت دو شے کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ پس جب فکر محمود کے ساتھ دل مشغول ہو گا تو خود بخود لایعنی اور فضول خیالات دل سے دور ہو جاویں گے۔

(ج) عبادت کی تکمیل کر کے پھر لوگوں سے کہتا نہ پھرے جیسا کہ ایک

کسی حاجی صاحب نے اپنے ملازم سے کہا کہ میرے مہمان کو اس صراحی سے پانی پلانا جو میں دوسرے حج میں مکہ شریف سے لایا ہوں اور ایک جملہ سے دو حج کا ثواب ضائع کر دیا۔ پس عبادات کر کے مخلوق پر ظاہر کرنے کی خواہش کو روکے اور جو تکلیف ہو اس پر صبر کرے۔

تنبیہ :۔ تمام اقسام مذکورہ پر دوام اور پابندی مطلوب ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل (متفق علیہ)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال سے محبوب تر عمل وہ ہے جو ہمیشہ جاری رہے اگرچہ قلیل ہو اور مراد تقلیل سے یہاں نوافل اور اذکار میں تقلیل ہے نہ کہ فرائض اور واجبات اور سنن مؤکدہ میں کمی۔

قسم ثانی۔ الصبر عن المعصیتہ

دوسری قسم صبر کی گناہوں سے نفس کو روکنے میں جو تکلیف دل کو ہو اس کو برداشت کرنا ہے۔

اور اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔

(الف) گناہوں کے اسباب سے دور رہنا کیونکہ گناہ کا مقدمہ بھی گناہ ہوتا ہے۔ پس جس طرح زنا حرام ہے اور بدنگاہی اس کا سبب ہوتا ہے پس شریعت نے بدنگاہی کو بھی حرام اور آنکھ کا زنا قرار دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ (حدیث)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لاتقربا ھذہ الشجرۃ فتکون من الظالمین

شجر منہی عنہ سے قرب [illegible] اور نہ ظالم

پس ممنوعات و محرمات شرعیہ کے اسباب و مقدمات سے بھی احتراز ضروری ہے۔ نیز اسی طرح غض بصر کا حکم ارشاد فرمایا گیا کہ اپنی آنکھوں کو کسی امرد یا نامحرم پر مت ڈالو۔ تجربہ ہے کہ جو آنکھوں کی حفاظت نہیں کرتا اس کی شرم گاہ بھی محفوظ نہیں رہتی۔ پس آنکھوں کو ننگی کرنا اپنی شرم گاہ کو ننگا کرنے کا پہلا قدم ہے۔ اسی سبب سے ہمارے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ گناہوں سے حفاظت و احتیاط ناممکن ہے جب تک انکے مقدمات اور اسباب سے دوری نہ اختیار کی جائے اور گناہوں کے اسباب سے قریب ہونا کبھی قلب سے ہوتا ہے۔ یعنی دل میں کسی مرد یا اجنبیہ کا تصور جمانا اور کبھی آنکھ سے ہوتا ہے جس کا نام بدنگاہی ہے اور کبھی دیگر اعضاء سے ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اللہ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور

اللہ آنکھوں کی اور سینوں کی خیانتوں سے باخبر ہے ؎

چوریاں سینوں کی اور آنکھوں کے راز جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن زبان پر مُہر لگا دی جاوے گی اور تمہارے ہاتھ اور پاؤں تمہارے اعمال پر گواہی دیں گے۔

(ب) گناہوں کے تقاضوں کو کمزور کرنے اور مغلوب کرنے کی کوشش میں اہتمام کرنا جس کی تدبیر کثرت ذکر اللہ اور اہل اللہ کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ حاضری کا اہتمام کرنا ہے۔ اور بزرگوں کی کتب کا اور ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرنا اس وقت جب صحبت کامل میسر ہو

اور موت کا کثرت سے مراقبہ کرنا اور دوزخ کے حالات دردناک کا مراقبہ کرنا اور دنیا کی تمام لذتوں کے فانی ہونے اور آخرت کی تمام نعمتوں کے باقی ہونے کا مراقبہ کرنا۔ ان تدابیر سے گناہوں کے تقاضے مغلوب اور کمزور ہو جاتے ہیں۔

انتباہ :۔ یہ تمنا کرنا کہ گناہ کا تقاضہ ہی نہ پیدا ہو یہ محض نادانی ہے اور نفس کا مجاہدہ کی تکلیف سے گریز کرنا ہے۔ حالانکہ حکمت الٰہیہ نے یہ تقاضے اسی لئے رکھے ہیں کہ مجاہدہ سے بندوں کا امتحان کیا جاوے۔

اور کہتا ہے یہ بندہ محمد اختر کہ شیخ کامل کی صحبت کا لزوم اور اپنے حالات کی صحیح صحیح طور پر اطلاع کرنا اور شیخ کی تجویزات پر اہتمام سے پابندی کرنا اصلاح کے باب میں اکسیر و مجرب ہے اور سب تدابیر سے نافع تر ہے اور پیر کامل کی صحبت سے اصلاح کامل کا ترتب اولیاء امت سے بطور تواتر کے ثابت ہے۔ پس جس کا دل چاہے تجربہ کرلے اور عادۃً اصلاح ممکن نہیں ہے بدون شیخ کامل کی نظر عنایت اور لزوم صحبت اور اس کی اتباع کے۔ جیسا کہ یہ عادۃ اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور ہے۔ اس عالم اسباب میں جیسا کہ حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؎

پیر باشد نردبان آسمان تیر پراں از کہ گردد از کماں

ترجمہ :۔ پیر آسمان کے لئے سیڑھی ہوتا ہے یعنی قرب خداوندی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اس غیر مبصر و غیر محسوس مفہوم کو مولانا ایک مثال محسوس و مبصر سے سمجھاتے ہیں۔ کہ تیر خود اڑتا نہیں ہے بلکہ جب کمان

میں رکھا جاتا ہے اور تیر چلانے والا اس کمان کو اپنی قوت سے کھینچتا ہے تو تیر بہت دور کی مسافت کو سیکنڈوں میں طے کر لیتا ہے اور کمان کی مضبوطی اور صاحب کمان کے دست و بازو کی قوت سے تیروں کی رفتار میں فرق مراتب کا ظہور بھی مشاہد ہے چنانچہ آج حضرات صحابہؓ کے مقام ولایت کو کوئی اُمتی ہزارہا نوافل و علوم کے باوجود حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ روح مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان اب کہاں حاصل ہے۔ اسی طرح جس پیر کامل کی روح جس قدر قوی نسبت مع اللہ کی حامل ہوتی ہے۔ اسی قدر اس کے طالبین و مریدین کی ارواح کی رفتار سلوک بھی قوی تر ہوتی ہے۔

نفس نتواں کشت الا ظلِ پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

اس شعر میں مولانا فرماتے ہیں کہ نفس نہیں فنا ہو سکتا جب تک پیر کامل کی صحبت میسر نہ ہو۔ پس نفس کو کچلنے والے شیخ کامل کے دامن کو مضبوط پکڑ لو۔ سخت گیر پر حضرت اقدس مولانا شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مضبوط پکڑنے کو اس لئے فرمایا ہے کہ کبھی شیخ سختی بھی کرتا ہے۔ اگر مضبوط نہ پکڑو گے تو اس کا دامن ایسی صورت میں چھوڑ بیٹھو گے اور شیخ کی سختی سے شیطان اس کی صحبت سے بھگانے کے لئے تمہارے دل کو کینہ ور کر دے گا۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

حضرت عارف رومیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ بدون حق تعالیٰ کی

عنایات کے جو بواسطۂ خاصان حق (اہل اللہ) عطا فرمائی جاتی ہیں اگر فرشتہ بھی ہو جاوے تو بھی اس کا ورق سیاہ ہے یعنی اللہ تک رسائی سے محروم ہو گا۔

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید ہم بعون ہمت مرداں رسید

اور اگر اتفاق سے بطور نادر امر کوئی راہ کو قطع بھی کر گیا تو اس کو بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کو وقت کے کسی اہل دل کی توجہ اور غائبانہ فیضان سے امداد حاصل ہوئی ہے اگرچہ اسے خبر بھی نہ ہو۔

مولانا کے یہ سب ارشادات مذکورہ دراصل قرآن پاک کی اس آیت کی تشریحات ہیں۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (اے المتقین الکاملین)

(ج) التدارک بعدھا

معصیت سے صبر کرنے کی تیسری قسم یہ ہے کہ گناہ ہو جانے کے بعد اس کی تلافی میں سستی نہ کی جاوے اور فوراً مولیٰ کو راضی کرنے کی تدابیر میں لگ لیا جاوے جس کی ۵ صورتیں ہیں۔

(۱) الندامۃ بالقلب والتضرع بہا یعنی دل میں ندامت ہو کہ ہائے یہ گناہ مجھ سے کیوں ہو گیا۔ افسوس صد افسوس میں نے اپنے مولیٰ کو ناراض کر دیا اور رونا شروع کر دے یعنی دل رونا شروع کر دے زاری دل و زاری چشم اگر دونوں جمع ہو جاویں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست

اے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں کہ مبارک ہیں وہ آنکھیں جو

اللہ کے خوف یا محبت سے روتی ہوں اور خوش نصیب ہے وہ دل جو ان کی محبت سے بریاں ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ توبہ کی نیت سے ۴ یا ۸ رکعت نفل نماز خوب دل لگا کر پڑھے پھر سجدہ میں خوب روئے۔ تھک جاوے تو بیٹھ کر روئے اور اپنے نفس کو خوب بُرا بھلا کہے یعنی ملامت کرے اور اپنے رب سے استغفار و گریہ وزاری میں دیر تک مشغول رہے اور ایک ایک دعا میں بار بار الحاح کرے۔ اور دل میں یہ محسوس کرے کہ مولیٰ کی ناراضگی سے میرے لئے تمام دنیا اندھیری ہوگئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوگئی اور اس قدر غم محسوس کرے کہ اپنی جان سے بیزار ہو اور یقین کرے کہ جب تک مولیٰ کو راضی نہ کر لوں گا۔ میرے لئے کھانا پینا بیوی بچوں میں ہنسنا بولنا اور دوستوں سے ہم کلامی سب تلخ ہے

لکل شیئٍ اذا فارقتہ عوض

ولیس للہ ان فارقت من عوض

ترجمہ :۔ ہر شے سے اگر جدائی ہو تو اس کا بدل ممکن ہے لیکن اگر مولیٰ سے جدائی ہوگئی تو مولیٰ کا بدل ممکن نہیں۔ اللہ تو ایک ہی ہے انکی ناراضگی کے بعد تو ؎

نگاہ اقربا بدلی مزاج دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

حق تعالیٰ کو راضی کئے بغیر پوری کائنات سے دل برداشتہ ہو کچھ اچھا نہ لگے اور بالیقین اللہ کے سوا کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے۔ پس گناہ سے سچی توبہ کئے بغیر چین نہ ملنا چاہیئے اور ذرا بھی دیر توبہ میں کرنی

چاہئے۔ ایک سانس بھی مجرمانہ حالت میں لینا خطرناک ہے. کیا عجب کہ یہی سانس آخری سانس ہو اور مجرمانہ حالت میں روح قبض ہو جاوے لہٰذا گناہ سے توبہ کرنے میں دیر نہ کرے فوراً باوضو ہو کر توبہ کی نماز پڑھ کر اس قدر روئے کہ دل اندر سے کہنے لگے کہ اب میاں کو ہماری آہ وزاری پر ترس آگیا ہوگا۔

مبارک تجھے اے مری آہ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لارہی ہے (اختر)

اگر رونا نہ آوے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رونے والوں کا سا چہرہ بنالے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی نقل کو قائم مقام اصل کردے گی۔ اور فقراء و مساکین پر حسب مقدور کچھ خرچ کرے تاکہ آتش غضب الٰہی کو یہ صدقات بجھادیں۔ (کما ھو مصرح فی الحدیث)

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ فوراً گناہ کو اسی وقت ترک کردے اور اسکے لئے صرف ہمت کافی ہے۔ نیز یہ سوچے کہ گناہ کی ایک سزا تو دوزخ ہے جو مرنے کے بعد ہوگی اور ایک سزا نقد ہے وہ دل کا سکون ضائع ہوتا ہے۔ گنہگار کے دل کو حق تعالیٰ بے چین اور بے سکون فرمادیتے ہیں جس سے اس کی دنیا کی زندگی نہایت تلخ ہوجاتی ہے پس ذرا دیر کی لذت کے لئے اپنی زندگی کو تلخ کرنا کس قدر نادانی ہے۔

(۴) چوتھی بات عزم علی التقویٰ ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے پختہ ارادہ اور اللہ تعالیٰ سے عہد کرے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا اور اس ارادہ

وعہد پر بھروسہ نہ کرے بلکہ ارادہ وعہد کے وقت بھی یہی کہے کہ اے اللہ آپ کے بھروسے پر آئندہ کے لئے یہ ارادہ اور عہد کرتا ہوں کہ گناہ نہ کروں گا اور آپ میری مدد فرمائیے کہ میں اس عہد پر قائم رہوں

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو با مائی نہ باشد ہیچ غم (رومی)

اگر ہزاروں جال گناہوں کے میرے ہر قدم پر آتے رہیں اور اے مولیٰ آپ کا کرم میرا محافظ و پاسبان ہو تو پھر کوئی غم نہیں۔

(۵) پابندی ذکر و معمولات اور اطلاع و اتباع شیخ کامل کا اہتمام کرے کہ عادۃً تقویٰ کا رسوخ و بقاء انہیں امور پر موقوف ہے۔

والقسم الثالث الصبر فی المصیبۃ

صبر کی تیسری قسم مصیبتوں میں صبر کرنا ہے اور یہ تین قسموں پر مشتمل ہے۔

۱۔ رضا و تسلیم :۔ یعنی دل کو یہ اعتراض اور ناگواری[۱] نہ ہو کہ یہ مصیبت حق تعالیٰ نے ہم پر کیوں بھیجی۔ کیا ہمیں رہ گئے تھے ــــ العیاذ باللہ۔ ایسا خیال ایمان کو ضائع کر دیتا ہے ایسے وقت یہ مراقبہ کرے کہ یہ مصیبت حق تعالیٰ کی طرف سے میری اصلاح کے لئے آئی ہے کیونکہ وہ حکیم ہیں اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا جس کا علم ہم کو ہونا ضروری بھی نہیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ

---

[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں اور دل راضی برضاء الٰہی تھا ؎

راہ وفا میں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کئے ہے

ماں اپنے بچے کے پھوڑے پر نشتر لگانے کے لئے جراح کو بلاتی ہے۔ بچہ تو روتا ہے لیکن ماں خوش ہوتی ہے کہ ابھی میرے بچے کے پھوڑے سے تمام مادۂ فاسد نکل جاوے گا اور چین مل جاوے گا۔ ماں جراح کو فیس بھی دیتی ہے، دُعائیں بھی دیتی ہے اور بچہ کے رونے کی پروا نہیں کرتی۔ اسی طرح حق تعالیٰ ہماری غفلت کا مادۂ فاسد دور فرمانے کے لئے ہم پر مصیبت بھیجتے ہیں تاکہ دل کا پردۂ غفلت چاک ہو کیونکہ درد وغم دل کو شکستہ کر دیتا ہے اور حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتے ہیں اور مصیبت پر صبر سے جو انعام قرب کا عطا ہوتا ہے اس کو اہل بصیرت اپنے قلب میں محسوس بھی کرتے ہیں۔ اسی کو حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد

انچہ در وہمت نیاید آں دہد (رومیؒ)

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ بندوں پر ان کی اصلاح کے لئے جن مجاہدات و تکالیف کا وزن رکھتے ہیں ان کو برداشت کرنے سے اگرچہ آدھی جان ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کے عوض سو جانیں غیب سے عطا فرماتے ہیں اور ایسی ایسی نعمتیں دل کو عطا فرماتے ہیں جن کا بندہ وہم و گمان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت بزبان حال کہو گے ؎

جو دل پہ ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں

تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

۲۔ مخلوق سے اس مصیبت کی شکایت نہ کرتا پھرے یعنی جس طرح

اوپر مذکور ہوا کہ دل میں کوئی شکایت کا خیال نہ لائے اسی طرح اپنی زبان سے بھی شکوہ و شکایت اور اعتراض کی بات نہ نکلے

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است

اسی تسلیم کا انعام یہ ہوگا کہ ہر وقت غیب سے ایک نئی جان حق تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ مصیبت کے وقت بعض مرتبہ آدمی اتنا زیادہ غمگین ہوجاتا ہے۔ جس سے معمولات ذکر میں خلل آجاتا ہے اور بندوں کے حقوق میں بھی کوتاہی ہوتی ہے اور صحت کو نقصان پہنچنے لگتا ہے اور اتنا غم بندوں کے لئے مطلوب نہیں۔ کیونکہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کرنے اور رابطہ و تعلق مع اللہ کو مضبوط کرنے نیز آخرت یاد دلانے کے لئے جس معیار کا غم بعض بندوں کے لئے تجویز ہوتا ہے وہ وُہ اُس غم کے برابر نہیں ہوتا جو عبادت بھی چھڑا دے اور صحت کو نقصان پہنچادے اور بستر پر لٹادے۔ اگر اتنا غم ہوجاوے تو اس غم کو ہلکا کرنا پڑے گا۔ جس کی تدبیر حسب ذیل ہے۔

الف :۔ کثرتِ ذکر۔ کثرت نوافل۔ کثرت درود شریف اہل اللہ کی صحبت۔

ب :۔ صابرین اولیاء اللہ کے واقعات وحکایات کا مطالعہ کرنا۔

ج :۔ مصائب پر اجر و ثواب کے انعام کو سوچنا۔

د :۔ پانچسو مرتبہ ہر روز یا حی یا قیوم کا ورد کرنا۔

س :- حیات المسلمین اور تبلیغ دین کے باب صبر و شکر کا مطالعہ کرنا۔

جاننا چاہیئے کہ تقلیل حزن و غم کا یہ اہتمام سالکین کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے ورنہ پھر یہ مصیبت خون مفرط (شدید غم) کا سبب بن کر استقامت و پابندی معمولات اور اخلاق میں مخل ہوجاتی ہے اور تشویش قلب اور فساد صحت کا سبب بن جاتی ہے اور فساد اعمال فساد ایمان کا سبب بن جاتا ہے۔ حق تعالیٰ محفوظ فرمادیں۔ آمین۔ کیونکہ فساد اعمال یا تقلیل اعمال یا ترک اعمال اولاً ہمت مقاومت کو کمزور کرتے ہیں جس سے مصائب کا مقابلہ دوبھر ہوجاتا ہے۔ پھر یہ ضعف تحمل تقدیر پر اعتراض کا باعث بن کر کفر کا سبب ہوجاتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

التنبیہ

مالداروں کو بھی صبر کی ضرورت ہے

اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱- اپنے مال پر اترانے اور تکبر کرنے سے احتراز کرنا اور اپنے مال و دولت کو عطاء خداوندی سمجھنا اپنا استحقاق اور دست و بازو کا ثمرہ نہ سمجھنا اور فقراء و مساکین کو حقیر نہ سمجھنا بلکہ ان کی عزت کرنا اور مساکین و فقراء کی خدمت کو اپنے اُوپر لازم رکھنا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

احسن کما احسن اللہ الیک احسان کر جیسا کہ احسان کیا اللہ نے تجھ پر

۲- (الف) قارون کے واقعہ سے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ عبرت حاصل کرنا جب قارون اپنے سازوسامان کے ساتھ اپنی قوم میں اتراتا ہوا نکلا تو قوم کے سمجھدار افراد نے اس کو نصیحت کی

اے قارون اِترامت۔ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

پس قارون نے جواب دیا۔ انما اوتیته علی علم عندی

مجھے تو یہ دولت وخزانہ اپنے علم کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ بس اس کا انجام کیا ہوا؟ مع اپنے خزانے کے زمین میں دھنسا دیا گیا، اور حق تعالیٰ کے عذاب سے اس کو کوئی طاقت نہ چھڑا سکی

(ب) مراقبہ کرنا۔ اس مضمون حدیث شریف کا کہ

تقول مالی مالی الخ

ترجمہ:۔ تو کہتا ہے یہ میرا مال ہے یہ میرا مال ہے حالانکہ تیرا مال صرف وہی ہے جو تونے کھا لیا اور فنا کردیا اور جو پہن لیا اور پُرانا کر دیا اور جو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا اور ہمیشہ کے لئے باقی کر دیا جس کو کبھی فنا نہیں ہو گی۔

(مشکوٰۃ شریف)

(ج) یہ مراقبہ کرنا کہ یہ تمام نعمتیں بندوں کے دست وبازو یا علم پر نہیں دی جاتی ہیں بلکہ محض فضل خداوندی سے عطا کی جاتی ہیں بعض وقت نادانوں کو اتنا دیتے ہیں کہ دانا حیران اور محو حیرت رہ جاتے ہیں۔

پس کیسے جائز ہوگا اغنیاء کو اپنے اموال پر اترانا اور ناز

کرنا۔ اور ہر شریف طبیعت اترانے اور ناز کرنے سے ہمیشہ محتاط ہوتی ہے۔

۳۔ تیسری صورت اغنیاء کے صبر کی یہ ہے کہ احکام شریعت پر پابندی کرنا اور گناہوں سے بچنا اور دولت کے ہوتے ہوئے یہ دونوں باتیں مال داروں کے لئے بہت صبر آزماء ہیں اور یہی ان کا عملی شکر ہے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اعملوا آل داؤد شکراً (الآیۃ)

اور حق تعالیٰ شانہٗ سے یہ دعا مانگتے رہیں۔

اللّٰھم انی اعوذ بک من مالٍ یطغینی

اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں ایسے مال سے جو مجھے نافرمان اور سرکش بنا دے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذالک فاولٰئک ھم الخاسرون!

ترجمہ:۔ اے لوگو! تمہارے اموال اور اولاد تم کو اللہ سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا پس وہی لوگ خسارہ میں ہوں گے اور قیامت کے ہولناک منظر کو ہر وقت یاد رکھیں۔

جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلٰوۃ وایتاء الزکٰوۃ یخافون یوماً

تتقلب فیه القلوب والابصار۔

ترجمہ :۔ مردان خدا ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ اور وہ ایسے دن کی دارو گیر سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔ اور اغنیاء کو کاملین کی صحبت میں حاضری دیتے رہنا بھی دولت کے نشہ کا اُتار ہے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو تقوی اختیار کرو اور تقوی کی نعمت کس طرح حاصل ہو گی۔ متقین کاملین کی صحبت سے۔

تنبیہ :۔ اور یہ مضمون یعنی صبرا تمنیا درحقیقت صبر علی الطاعت کی ایک نوع ہے۔

تمت بالخیر

جمادی الاخر ۸۹ھ کی ۱۲ تاریخ کو یہ مقالہ تکمیل الاجر بتحصیل الصبر بفضلہٖ تعالیٰ وعونہ تمام ہوا۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمادیں اور اس کے نفع کو عام و تام فرمادیں۔ آمین

راقم الحروف
احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

منجملہ ارشادات مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب

دامت برکاتہم

ہر انسان کو دو حالتیں پیش آتی ہیں۔ جس میں اس کا امتحان ہوتا ہے ایک وہ جو طبع کے موافق ہیں۔ دوسری طبع کے خلاف۔ اول حالت میں شکر مامور بہ ہے اور دوسری حالت میں صبر۔

خلاف طبع امور پیش آنے کو اکثر لوگ سخت حالت خیال کرتے ہیں کیونکہ اس میں تکلیف و الجھن و ضیق ہوتی ہے اس لئے اس کو ناپسند کرتے ہیں اور موافق طبع معاملات کو اچھا خیال کرتے ہیں اسلئے اس میں آرام و سہولت و فرحت ہوتی ہے اسی لئے اسکے خواہاں و خوہاں رہتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت خلاف طبع امور کا پیش آنا یہ سہل امتحان ہے جس میں پاس ہونا آسان ہے اور موافق طبع امور کا پیش آنا سخت امتحان ہے جس میں پاس ہونا مشکل ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ فو اللہ لا الفقر اخشیٰ علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علیٰ من قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلکم کما اھلکتھم متفق علیہ مشکوٰۃ ص۴۴۰ وکما قال اللہ تعالیٰ وقلیل من عبادی الشکور

لہٰذا جن کو خلاف طبع امور پیش آیا کرتے ہوں ان کو شکر کرنا چاہیئے کہ سہل پرچہ میں امتحان ہو رہا ہے اور موافق طبع امور والوں کو بہت ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ ان کا امتحان سخت پرچہ میں ہے۔ فکر و ہمت سے انسان کو کامیابی امتحان نصیب ہوتی ہے۔ ہر حال میں دعا کا اہتمام رکھے بہت الحاح کے ساتھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو کلام

از

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

وخادم خاص حضرت مولانا عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجازین بیعت

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

ناشر

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال ۲ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام منتخب

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

انعام مجاہدہ

ہائے جس دل نے پیا خون تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہونگے

ترقی قرب در مصائب

وہ جلا اس کا نشیمن وہ اٹھا اس سے دھواں
یوں کیا صیاد نے طائر کا سامان وصال

فنائیت حسن مجاز

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تا کہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

حسن عارض کا عارضی ہونا

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

مجاہدۂ نفس سے شہادت باطنی معنوی

(۱) ترے حکم کی تیغ سے ہوں میں بسمل
شہادت نہیں میری ممنون خنجر

(۲) اس خنجر تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

(۳) قتل کرتی ہے جسے شمشیر عشق
وہ شہید زندہ دیکھا چاہیے

اشک ندامت اور آہ مضطر

آہ سے راز چھپایا نہ گیا　　منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر
چشم نم سے جو چھلک جاتے ہیں　　ہیں فلک پر وہی اختر ہو کر

ہنگامۂ عالم شباب کی قیمت

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

احتیاط از تحقیر مسلماناں

نامناسب ہے اے دل ناداں
اک جذامی ہنسے زکامی پر

یہ ملفوظ حضرت حکیم الامت تھانوی کا ہے کہ ہر انسان اپنی روحانی بیماری کو کوڑھ سمجھے اور دوسروں کی بیماریوں کو زکام۔ پس کسی جذامی کو نہ دیکھا ہوگا کہ کسی کے نزلہ زکام کا مذاق اڑاتا ہو۔

عظمت صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

خدا نے خود جنہیں بخشا رضامندی کا پروانہ
انہیں پر بعض ناداں کچھ گڑھا کرتے ہیں افسانہ
خدا کی رائے سے بھی منحرف تو ہے معاذ اللہ
میں کیوں کیوں نہ اے ظالم تجھے پھر حق سے بیگانہ

انعام خون تمنا

ہزار خون تمنا ہزار ہا غم سے
دل تباہ میں فرمانروائے عالم ہے

حاصلِ زندگی

وہ مرے لمحات جو گذرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

ذکر کے اقسام اربعہ ذکر لسانی و قلبی و روحی و بہ ہر بُن مو

مرے ہر بُنِ مو سے اللہ نکلے
زباں و دل و جان سے اللہ نکلے

شوقِ حاضریِ حرمین

ساحل سے لگے گا کبھی میرا بھی سفینہ
دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ

میری زندگی کا پہلا شعر

دردِ فرقت سے مرا دل اسقدر بیتاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہیِ بے آب ہے

شانِ عشاقِ حق

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریبانوں کو
آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو
ہم فدا کرنے کو ہیں دولتِ کونین الٰہی
تو نے بخشا ہے جو غمِ عشق کے بیماروں کو

غمِ عشق

سینکڑوں غم ہیں زمانہ ساز کو
اک ترا غم ترے ناساز کو

منّتِ اخفائے راز

کہیں ظاہر نہ کرے آہ مرا رازِ نہاں
عمر گذری ہے مری منّتِ اخفا کرتے

بدون تعلق مع اللہ زندگی مشکل

ترے غم کے سوا ممکن نہیں تھا
گذرتے دن مری جانِ حزیں کے

شانِ قلب اہل اللہ

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

تکالیف راہ سلوک کے ثمرات

جفائیں سہہ کر دعائیں دینا بھی تھا مجبور دل کا شیوہ
زمانہ گذرا اسی طرح سے تمہارے در پر دلِ حزیں کا
نہیں خبر تھی مجھے یہ اختر کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

دیکھئے کیا رنگ لاتا ہے شہیدوں کا لہو

اس کی رحمت سے ملے مجھکو مرا جام وسبو

قربِ سجدہ

مجھکو جینے کا سہارا چاہیئے
غم تمہارا دل ہمارا چاہیئے
بحرِ اُلفت کا کنارا چاہیئے
در تمہارا سر ہمارا چاہیئے

میری ویرانی

گو ہوں گل افسردہ و متروک عنادل
لیکن ہیں عیاں مجھ سے ہی اسرار چمن کے

تعمیر از دست و عنایت حق بعد از ویرانی در راہِ حق

ترے ہاتھ سے زیر تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

سوختہ جاں اہل اللہ کے فیوض

ویرانۂ حیات کی تعمیر کر گئی
روئیدادِ زندگی کسی خانہ خراب کی

علاج غم ہجراں

تلخیٔ شام غم ہجراں سے گھبراتا ہے دل
آ مری آہ سحر تجھ سے بہل جاتا ہے دل
صفحۂ ہستی پہ میرے لیے افسانے بھی ہیں
اُف تصور سے بھی جن کے منہ کو آجاتا ہے دل
لاکھ شمعیں جل رہی ہیں ہر طرف اختر مگر
وہ نہیں تو روشنی میں تیرگی پاتا ہے دل

آثار تجلیات اور آہ بے نوا

اپنا جہاں دکھا کے یوں محو جمال کر دیا
میری نظر میں یہ جہاں خواب و خیال کر دیا
عالم ہجر کو مرے تو نے وصال کر دیا
یعنی ہماری آہ کو واقفِ حال کر دیا

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا

آہ دل

یہی آہ دل دل کو گرما رہی ہے
محبت کی تکمیل فرما رہی ہے
مری آہ کی کچھ خبر لا رہی ہے
صبا آج با چشم تر آ رہی ہے
مری چشم تر خون برسا رہی ہے!
جہاں بھی کہیں سنگ دریا رہی ہے
مُبارک تجھے اے مری آہ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے

دردِ دل

نشانِ دل بتایا مجھکو تیرے دردِ پنہاں نے
نہیں معلوم تھا پہلے کہ سینے میں کہاں دل ہے

عبرت

مرے دوستو سنو غور سے یہ صدائے اختر بے نوا
نہ ہو ذکر حق نہ ہو فکر حق تو یہ جینا جینا حرام ہے

شانِ سوختہ جانِ عارف

تجھ سے روشن ہیں جہانِ درد کے شمس و قمر
اے امام دردِ دل اے رہبر دردِ جگر

نیند پُرسکون از فیضانِ ذکر

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کر سُلا دیا

کرامت عشق

معذور تھا ضمیر کے اظہار سے لیکن
مجمع میں تیرے درد نے پھر دن بُلا دیا

لذت تعلق مع اللہ

گرچہ میں دور ہو گیا لذت کائنات سے
حاصل کائنات کو دل میں لئے ہوئے ہوں میں

لذۃ تلاوت

لذّت دو جہاں ملی اس کے کلام سے مجھے
اس کے قرین بیٹھ کر راحت دو جہاں ملی

لذت ذکر

دل کی گہرائی سے ان کا نام جب لیتا ہوں میں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہار کائنات

ظاہری شکستہ حالی اور باطنی دولت

قطرہ کا بھی محتاج سمجھتی تھی جنہیں خلق
دل میں ہیں مگر عیش کا دریا لئے ہوئے

علاج ذوق حُسن بینی

نہیں علاج کوئی ذوق حُسن بینی کا
مگر یہی کہ بجا آنکھ بیٹھ گوشہ میں

اگر ضرور نکلنا ہو تجھکو سوئے چمن
تو اہتمام حفاظت نظر ہو توشہ میں

قرب از مجاہدات حزن وغم

گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جسکی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

بربادی عشق مجازی

ہر عشق مجازی کا آغاز بُرا دیکھا
انجام کا یا اللہ کیا حال ہوا ہوگا

جمع ضدین خوشی وغم

عجیب مظہر اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

موت کا سحار نامہ

آ کر قضا با ہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

انجام عشق مجازی اور عشق حقیقی

جہانِ رنگ و بو میں رنگ گوناگوں کا منظر تھا
مگر ہر اہل رنگ و بو کا حالِ رنگ ابتر تھا
نظام رنگ و بو سے ہو کے جو مافوق جیتا ہے
بس مست خدا کا رنگ ہر دم رنگ خوشتر تھا

زندگی کیسے گذری؟

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

زاہد خشک

زاہد سے کیا سنوں میں محبت کی داستاں
الفاظ خشک میں ہے نہاں سرِ غم کہاں

جنت دُنیا ہی میں

تری طاعت کے صدقے لطف جنت زندگی میں ہے
خلش حاصل جو تیرے غم کی میری بندگی میں ہے

دل کے خورشید و قمر

اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائنات دل کے خورشید و قمر

غم میں بھی بے غم رہا

زندگی پر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
اُنکے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

دولت عاشق

سرد آہیں کبھی گریہ کبھی نالہ و فغاں
دولت عاشق مسکین اسے کہتے ہیں

رضائے حق کے لئے شکست آرزو اور خون آرزو کا مقام

بپاس خاطر دیوانہ مے آتی ہے جنت سے
یہی انعام ہے نہلا اُٹھے جو خونِ حسرت سے

ہر خون آرزو کا صلہ یہ ملا ہے مجھے
ان کے کرم نے گود میں لے کے اُٹھا لیا

تو نے انکی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکست آرزو کا بھی مقام قرب دیکھ

سر فروشی جاں فروشی دل فروشی سب سہی
پی کے خونِ آرزو پھر کیفِ جامِ قرب دیکھ

نامرادی ہمہ مرادِ دلبر ست

کون کہتا ہے بامرادی کا
عشق ہے نام نامرادی کا

وہ نامراد کلی گرچہ ناشگفتہ ہے
مگر وہ محرمِ رازِ دلِ شکستہ ہے

عاشقوں پر طعنے

انعام اہلِ درد سے پاتا رہا ہوں میں
اور اہلِ عیش بس مجھے طعنے دیا کئے

طوفانِ غم کا آسرا

بحرِ طوفانِ غم ہے مخالف ہوا
میری کشتی کا ہے تو ہی بس ناخدا
تیرے دریائے رحمت کا ہے آسرا
ورنہ اختر ہے اعمال سے بے نوا

فنائے تجویز پر انعامِ تفویض

شامِ غم بن گئی صبحِ گلشن
یہ ہے تفویض کا فیضِ روشن

عشق کی بے زبانی

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھیے

تعریف خانقاہ

اہل دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس یہی اختر ہے اصلی خانقاہ

گناہ کی ظلمت و نحوست

یہ کائنات اسے تنگ تھی بایں وسعت
کوئی حیات جو اس کے عتاب سے گذری

مقام دعا بحالت اضطرار

ہائے کیا جانے وہ آہوں کی نزاکت کی کسک
جس نشیمن پر نہ ہو برق حوادث کی چمک

نعرۂ مستانہ

پھر نعرۂ مستانہ ہاں اے دلِ دیوانہ
زنجیرِ علائق پر اک ضرب ہو رندانہ
پھر اشک بداماں ہو پھر چاک گریباں ہو
پھر صحرا نوردی کا دہرا کوئی افسانہ
پا جائے کوئی اختر گر اہل کی صحبت
ہو خاک تن سے ظاہر مخفی کوئی خزانہ

اہل اللہ کی صحبت

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
یہ تری عطا ہے یارب یہ ترا ہے فضل پنہاں
مرا نالۂ ندامت ترے سنگ در پہ کرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے اولیا سے سیکھا ترے سنگ در پہ مرنا
مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی
تری رحمتوں کا صدقہ مرا جُرم عفو کرنا
کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

مطلعِ خورشیدِ قربِ خداوندی

وہ سُرخیاں کہ خون تمنّا کہیں جسے
بنتی شفق ہیں مطلعِ خورشیدِ قرب کی

دنیائے بے ثبات

دھوکہ نہ دے مجھے کہیں دنیائے بے ثبات
آئی خزاں ہے رنگِ بہاراں لئے ہوئے

تربیتِ باطنی از عبورِ وادیِ حسرت

اس نے جب وادیٔ حسرت سے گذارا مجھکو
ہر بُنِ مو سے مرے خون کا دریا نکلا

صدمہ و غم میں تبسّم کی مثال

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

نعمتِ دردِ دل ودیعتِ ازلی

وہی اک تیر لگا تھا جو ازل میں دل پر
آج تک درد وہ رہ رہ کے کسک لیتا ہے

حق تعالیٰ کی محبت کا غم

غارت گرِ حیات سمجھتی تھی کائنات
میری نظر میں غم ترا جانِ حیات ہے

اہل اللہ کی صحبت کا انعام استقامت ہے

ہاں وہ در میخانہ تو کھلتا ہے آج بھی
پیمانۂ رحمت تو چھلکتا ہے آج بھی
وہ درد جو ارواح کی کلیوں کو ملا تھا
ہر چاک گریباں سے مہکتا ہے آج بھی
جو مست ہوا مرشد کامل کی نظر سے
سو بار بھی گر کر کے سنبھلتا ہے آج بھی
وہ جام محبت ترا نایاب نہیں ہے
سینوں سے اہل درد کے ملتا ہے آج بھی

تلاش دیوانۂ حق

سینے میں ہو جو درد کا نشتر لئے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کئے ہوئے
یارب ترے عشاق سے میری ہو ملاقات
قائم ہیں جن کے واسطے یہ ارض و سمٰوٰت
کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاک گریباں
اے دامن تر اشک رواں زلف پریشاں
ہے کس نگہ پاک کا تیرے جگر میں تیر
اک خلق ہوئی جاتی ہے جس درد کی اسیر

تیرے چمن کو کیسے اُجاڑے گی وہ خزاں
جو خود ہی تیرے فیض سے ہے رشکِ گلستاں
پا جاتا ہوں جب آشنائے دردِ جگر کو
کرتا ہوں فاش رابطۂ شمس و قمر کو

دل کا مصرفِ حقیقی

ظالم ہے عدل کے خلاف غیر کو دل دیا اگر
جس نے دیا ہے دل تجھے دل کو فدا اُسی پہ کر

خطرۂ جوانی

سنبھل کر رکھ قدم اے دل بہارِ حُسنِ فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خون ہے بحرِ جوانی میں
ہزاروں حسن کے پیکر لحد میں دفن ہوتے ہیں
مگر عشاق ناداں مبتلا ہیں خوش گمانی میں

داستانِ دردِ عشق

ہر شاخ سے لپٹ کر روتی ہے کوئی چڑیا
دیکھا ہے جب سے اپنا جلتا ہوا نشیمن

طرب از حزنِ غیر اختیاری

وہ زندگی حرم کی کبھی پاسباں نہ تھی
جس زندگی میں غم کی کوئی داستاں نہ تھی

متاعِ زندگی

غمِ پنہاں متاعِ زندگی ہے
رموزِ عاشقی و بندگی ہے

اب عشق میں ان کی خاطر ہم آنکھوں سے لہو برسائینگے
جب دل سے انہیں ہم چاہیں گے اک دن تو کرم فرمائینگے

آہ کی تاثیر

کیوں آہ میں کچھ تاثیر نہیں کیا عشق کا دل میں تیر نہیں
جب نور نہیں خود ہی دل میں منبر پہ وہ کیا برسائیں گے
جائیں گی کبھی آہیں دل کی بالائے فلک تا عرش بریں
یہ درد محبت کے نالے کچھ رنگ تو اپنا لائیں گے
جب شمع محبت دل میں لئے محفل میں ہو کوئی صاحب ضو
پھر عشق خدا کے پروانے خود اڑکے وہاں آجائیں گے
بلبل کو نہ تو کر اے ناداں پابند سکوت و خاموشی
جب اس کو چمن یاد آئے گا نالے بھی لبوں تک آئیں گے
تم لاش کو میری غسل نہ دو بس خون میں لتھڑی رہنے دو
کل خون شہادت میں لتھڑا یہ جسم انھیں دکھلائیں گے
اختر کو جو تو نے دولت غم بخشی ہے یہ فیض پیر ھدیٰ
امید ہے تجھ سے بارخدا اس درد کا درماں پائیں گے

ساقی ازل کا فیض

کسی کی یاد میں ہے مضطرب جان حزیں ساقی
گریباں چاک ہے اشکوں سے تر ہے آستیں ساقی
عجب لذت تری آغوش رحمت میں ملی دل کو
نہیں اٹھتی ہے تیرے سنگ در سے اب جبیں ساقی
مقام قرب کی عظمت اگر کردے عیاں دل پر
مجھے پھر من وسلویٰ ہو مری نان جویں ساقی

بفیض عشق تیری یاد میں یہ حال ہے دل کا
مرے اشکوں سے تر ہے آج تیری سرزمیں ساقی
عبث کرتا ہے ناصح مجھکو تعلیم جہاں داری
مجھے جب ہوش اپنا ہی یہاں باقی نہیں ساقی
کہاں اختر کہاں یہ ذکر جام و ساغر و مینا
کرم ہے تیرا ورنہ میں کسی لائق نہیں ساقی

تجلیاتِ قرب

اگر صاحب عرش جلوہ دکھائے
تو سینے میں پھر کون دل اپنا پائے
جو وسعت میں ارض و سما کے نہ آئے
کرم ہے مرے دل کو مسکن بنائے
نہ چھیڑو کسی غم کے مارے ہوئے کو
دُکھے دل کو ناحق کوئی کیوں ستائے
ہو آزاد فوراً غم دو جہاں سے
ترا ذرۂ غم اگر ہاتھ آئے
یہ گُل اور بُلبل کے قصّے نہیں ہیں
مری آہ دل ہے یقیں جس کو آئے
ترے غم کی طالب ہے پروانہ فطرت
مگس کو مگر یہ کہاں راس آئے
عجب درد میں ان کی لذت ہے اختر
مبارک جسے اُن کا غم ہاتھ آئے

چند اشعار فارسی

از مولف

صُحبت اہلُ اللہ

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

ترتیب اثرِ ذکر

نورِ حق از ذکرِ حق در جاں رسد
از زباں درد دل ز دل تا جاں رسد

تعلق مع اللہ

جانِ خود با ذاتِ حق آویختہ
دردِ دل اندر دُعا آمیختہ

تعریفِ اہلِ دل

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد اورا کہ دل را میدہد

قیمتِ اشکِ ندامت

قطرۂ اشکِ ندامت در سجود
ہمسری خونِ شہادت می نمود

مقامِ گریہ

ہر کجا گریہ بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریمِ آں شہے

بہارِ مجاہدات

از حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تلخیِ شامِ غمِ ہجراں سے گھبراتا ہے دل
آ مری آہ سحر تجھ سے بہل جاتا ہے دل
اپنی ہر اک آہ سے گو خود جلا جاتا ہے دل
پھر نہ جانے آہ کیوں پیہم کئے جاتا ہے دل
جب بہارِ قربِ پیہم آہ سے پاتا ہے دل
خوں بہائے خونِ دل ہر آہ کو پاتا ہے دل
غم پہ جب کچھ اختیار اپنا نہیں پاتا ہے دل
ہر نفس دستِ طلب اُس در پہ پھیلاتا ہے دل
صفحۂ ہستی پہ میرے ایسے افسانے بھی ہیں
اُف تصور سے بھی جن کے منہ کو آجاتا ہے دل
آرزوئے دل کو جب زیر و زبر کرتے ہیں وہ
ملبۂ دل میں انہیں کو میہماں پاتا ہے دل
لاکھ شمعیں جل رہی ہیں ہر طرف اختر مگر
وہ نہیں تو روشنی میں تیرگی پاتا ہے دل

نالۂ غمناک دریادِ مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

نظم کنندہ احقر اختر عفا اللہ عنہٗ

یہ کس کا جنازہ لیکر ہم پاپوش[1] نگر کو جاتے ہیں
یہ کس کی جدائی سے زخمی ہم قلب و جگر کو پاتے ہیں

کس رشکِ قمر کو دفنانے ہم دل کو سنبھالے جاتے ہیں
سینوں سے کلیجے خوں ہوکر کیوں منہ کو ہمارے آتے ہیں

کیا گورِ غریباں کی جانب اب شیخ ہمارے جاتے ہیں
کفنی سے چھپائے نوری تن ہم سب کے سہارے جاتے ہیں

لمحاتِ گذشتہ صحبت کے جب دل کو مرے یاد آتے ہیں
اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اور نالے فلک تک جاتے ہیں

صحبت میں تمہاری اے مرشد! اک عمر ہماری گذری ہے
اب آج ہمارے وہ لمحے یاد آکے ہمیں تڑپاتے ہیں

الطاف تمہاری صحبت کے اب آہ کہاں ہم پائیں گے
دنیا ہی اندھیری ہے ہم کو گھبرا کے جدھر بھی جاتے ہیں

اک دن وہ ہمارا تھا اختر آغوش میں انکی رہتے تھے
اب آہ جدائی کے غم میں آنکھوں سے لہو برساتے ہیں

---

[1] پاپوش نگر کے قبرستان میں بالکل صدر دروازہ کے پاس جنوبی جانب حضرت والا مدفون ہیں اور ساتھ ہی مولانا شبیر علی صاحب مرحوم حضرت شیخ تھانویؒ کے بھتیجے شرقی جانب مدفون ہیں

نالۂ غم بہ یادِ حضرت شیخ پھولپوریؒ

مرا جانِ بہاراں سوگیا مرقد میں جب اے دل
بھلا اب تا قیامت کیا بہارِ وصل آئے گی
مرے محبوب مرشد تم کو کیا ہم بھول جائیں گے؟
ہماری جاں تمہاری یاد میں آنسو بہائے گی
ذرا سی دیر کو تیری توجہ تام ہو جائے
مری جاں دردِ مہجوری کا افسانہ سنائے گی
تمہارے لطف کی باتیں ہمیں سب یاد آتی ہیں
جدائی تیری اخترؔ کو قیامت تک رلائے گی

فریادِ اختر در یادِ دلبر

یہ نظم چھتاری منزل علی گڑھ میں لکھی تھی جب احقر حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ وہاں مہمان تھا

رہوں روز و شب گرچہ باغِ ارم میں
وہ دونوں جہاں دیں عموم کرم میں
کروں عیش گو ہر طرح کی نعم میں
عطا ہفت اقلیم ہو ہر قدم میں
مرے دل میں تیرا اگر غم نہیں ہے
تو یہ ساری راحت کم از سم نہیں ہے

بہت خوش نما ہیں یہ بنگلے تمہارے
یہ گملوں کے جھرمٹ یہ رنگیں نظارے
ارے جی رہے ہیں یہ کس کے سہارے
کہ مرنے سے ہو جائیں گے سب کنارے

اگر قرب جان بہاراں نہیں ہے
یہ ننگ خزاں ہے گلستاں نہیں ہے

تمہیں سے ہے جنت بھی جنت ہماری — نہ ہو تم تو جنت میں بھی ہوں میں ناری
محبت کی دل میں لگے ضرب کاری — مری کامیابی کی آ جائے باری

مری جاں کا کوئی سہارا نہیں ہے
بجز تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

یہ ہے عشق میں امتحاں کس بشر کا — بنائے ذبیحہ جو اپنے پسر کا
پدر سے ہے اعجاز قلب و جگر کا — پسر سے ہے اعجاز تسلیم سر کا

ترے حکم پر کیا گوارا نہیں ہے
کوئی تجھ سے بڑھ کر پیارا نہیں ہے

ترے عشق کے غم کا ادنیٰ اثر ہے — کہ جاں سر بکف زیر تیغ و تبر ہے
بکوئے ملامت کوئی دربدر ہے — بشوق شہادت کوئی دار پر ہے

اگر آپ کا غم ہمارا نہیں ہے
مجھے ہر دو عالم گوارا نہیں ہے

ملائک زخون شہیدان ملت — محبت کی ہمت سے ہیں محو حیرت
کہا تھا کہ مفسد بشر کی ہے فطرت — دلے شاد باش اے جنون محبت

ترے غم سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہے
بشر سے یہ اعجاز غم کم نہیں ہے

بہت سے سلاطیں ہوئے گھر سے بے گھر — دلوں میں جب انکے کیا عشق نے گھر
مزہ ان کو آیا جو اس سنگ در پر — تو پایا فقیری کو شاہی سے بہتر

وہ دل جس میں جلوہ تمہارا نہیں ہے
وہ دل سب کا ہو پر تمہارا نہیں ہے

کبھی تو بآہ و فغاں رو رہا ہوں
کبھی دل ہی دل میں نہاں رو رہا ہوں
کبھی اک خلش سی محض پا رہا ہوں
کبھی خون آنکھوں سے برسا رہا ہوں

ترے غم کا جو ہائے مارا نہیں ہے
کسی کا وہ ہو پر تمہارا نہیں ہے

خون کا سمندر

از اختر عفا اللہ عنہ

(یہ نظم کراچی میں لکھی گئی ۱۳۹۲ھ میں)

عارفاں زانند ہر دم آمنوں
کہ گذر کردند از دریائے خوں (رومیؒ)

سنو داستان مضطر ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر
یہ لہو لہان کا منظر مرا سر ہے زیر خنجر

مرے خوں کا بحر احمر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

میں کلی ہوں ناشگفتہ مری آرزو شکستہ
میں ہوں ایک ہوش رفتہ مرا درد راز بستہ

مری حسرتوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرے دل میں غم نہاں ہے مری چشم خوں فشاں ہے
مرے لب پہ وہ فغاں ہے کہ فلک بھی نوحہ خواں ہے
مری بے کسی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طور سینا
مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری آہ کا اثر ہے مرے درد کا ثمر ہے
کہ جہاں بھی سنگ در ہے مرے آنسوؤں سے تر ہے
مری عاشقی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غمزدہ جگر ہے مری چشم چشم تر ہے
مرا بحر خوں سے تر ہے مرا بر لہو سے تر ہے
مرے بحر و بر کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

وہ جو خالق جہاں ہے وہی میرا رازداں ہے
مرا حال خود زباں ہے مرا عشق بے زباں ہے
کسی بے زباں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری فکر لامکاں ہے مرا درد جاوداں ہے
مرا قصہ داستاں ہے مری رگ سے خوں رواں ہے

مرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

دلائل توحید و وجود باری تعالیٰ

منظوم

(از اختر عفا اللہ عنہ)

اے خدا اے خالق کون و مکاں ہے تری تعریف سے قاصر زباں
خاک کو کیسا شرف تو نے دیا قطرۂ ناپاک کو انساں کیا
آب و گل پر یہ تری صورت گری فہم سے باہر ہے یہ صنعت گری
ماں تھی تیری صنعتوں سے بے خبر بن رہا تھا پیٹ میں اس کے بشر
ہاتھ کس کا کام کرتا ہے وہاں جز ترے دست کرم اے شاہ جاں
کارنامے دست قدرت کے ترے نو مہینے بعد ظاہر ہو گئے
وہ جو کل اک نطفۂ بے جان تھا لے کے نکلا جسم وہ انسان کا
آفریں بر دست قدرت کاملہ آفریں بر دست قدرت غالبہ
ہاتھ کو تیرے نہیں ہم دیکھتے پر ہیں مصنوعات تیری سامنے
تاکہ خلقت یہ کرشمہ دیکھ کر لائے ایماں تجھ پہ اے رب البشر
اللہ اللہ ایں چہ نیکو داوری از منی مردہ بت خوب آوری

خاک کو اڑتا فضا میں دیکھ کر
لاتے ہیں ایماں ہوا پر بے خطر

عقل استدلال کرتی ہے یہیں
بے ہوا یہ خاک اڑ سکتی نہیں

پھول کی خوشبو جہاں پاتے ہیں ہم
بر وجود گل یقیں لاتے ہیں ہم

عقل استدلال کرتی ہے یہیں
ہو نہ ہو یاں پھول مخفی ہے کہیں

پھول کی خوشبو کو بن دیکھے ہوئے
ہم یقیں کرتے ہیں اس پر عقل سے

جب کماں سے تیر پرّاں ہو گیا
تیر ظاہر اور کماں مخفی ہوا

عقل استدلال کرتی ہے یہیں
بے کماں یہ تیر اڑ سکتا نہیں

تیر اڑتا ہے ہوا میں جب کہیں
ہے پس پردہ کماں بھی بالیقیں

ایک چیونٹی رات میں آہستہ سے
چل رہی تھی دانۂ گندم لئے

دانۂ گندم کی حرکت تھی عیاں
چیونٹی تھی ظلمتِ شب میں نہاں

یہ جو حرکت دانۂ گندم کی ہے
اس میں حرکت چیونٹی کی مخفی ہے

جاں مخفی ہے نظر سے بالیقیں
پر علامت سے کیا اس پر یقیں

یعنی کہتے ہیں سبھی انساں یہی
حرکت تن حرکت جاں سے ہوئی

صد ہزاراں یہ نظائر غیب کے
اے خدا شاہد ہیں تیری ذات کے

تاکہ پہچانیں تجھے تیرے عباد
یومنوں بالغیب سے ہوں شاد باد

تاکہ بندوں پر کرے حجت تمام
تا نہ ہو اتمام حجت تشنہ کام

یہ مہ و خورشید یہ ارض و سما
جز ترے کس نے انہیں پیدا کیا

ہے کوئی مخلوق جو دعویٰ کرے
ہم نے یہ ارض و سما پیدا کئے

چاند سورج کی یہ خوش رفتاریاں
ہیں یہ کس کے حکم سے جاری یہاں

تو نے یہ پیدا کیا سارا جہاں　　اپنے بندوں کے لئے اے شاہ جاں

اور بندوں کو چنا اپنے لئے

اپنی طاعت اور الفت کے لئے

نظم تقریر اثبات قیامت

از اختر عفا اللہ عنہ

(نوٹ) حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر اثبات قیامت پر کانپور میں ہوئی تھی اسکو وہیں احقر نے منظوم کردیا تھا جسکو حضرت پھولپوریؒ نے بہت پسند فرمایا تھا

قیامت کے منکر ذرا غور تو کر　　کہ پیدا ہوا ہے تو دنیا میں کیونکر

ورق تو الٹ خلق اوّل کا ناداں　　نہ خود پر گماں کر یہ ہے کار یزداں

ترا یہ وجود مجسم کہاں تھا　　ترا مادہ منتشر تھا نہاں تھا

جو کھاتے تھے ماں باپ شام و سحر میں　　وہ پھیلا تھا ہند و عرب بحر و بر میں

غذاؤں پہ آثار شمس و قمر کے　　ہواؤں کے جھونکے وہ شام و سحر کے

گذرتا تھا پودوں میں پانی جدھر سے　　وہ مخلوط تھا معدنوں کے اثر سے

غرض سارے ذرات تولید آدم　　کہاں تھے یہ ماں باپ میں یوں منظم

جو ذرہ ترا تھا نہاں جس غذا میں　　غذائیں وہ حاضر تھیں علم خدا میں

وہ اقصائے عالم سے آئے سمٹ کر　　نہیں جا سکا کوئی ذرہ بھی ہٹ کر

کھلایا انہیں تیرے ماں باپ کو جب　　اکٹھے ہوئے تیرے ذرات بھی سب

بنایا اسے خون پھر اس سے نطفہ　　ہوا بطن مادر میں جا کر وہ علقہ

پھر علقہ سے مضغہ پھر اس سے بنا کیا — بتاؤں میں صنعت گری اسکی کیا کیا
جو بخشے گئے اس نے اس آب و گل میں — سمجھ سے ہے باہر یقیں کرے دل میں
غرض جو رہا بطن مادر کے اندر — نکل آیا دنیا میں انسان بن کر
وہ جس نے کیا شکم مادر سے پیدا — ہے قادر کرے قبر سے پھر ہویدا
تری قبر اول جو تھی شکم مادر — وہ ہے قبر ثانی کی تشریح یکسر
ترا خلق اول تھا مشکل کہ ثانی — تو خود فیصلہ کر بایں راز دانی
تو خود ہے مجسم دلیل قیامت — اس انکار پر تجھ کو ہوگی ندامت

قیامت کا دن منتہائے عمل ہے
جزائے عمل ہے سزائے عمل ہے

اصلاح کا آسان نسخہ

مجوزہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (اقتباس از وعظ ملت ابراہیم)

(نوٹ) خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے یہ نظم احقر نے لکھی تھی اور مہتمم خانقاہ شریف حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب مدظلہ نے اس کو بعد نماز عشاء پڑھ کر سنایا حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اور سب حضرات نے بہت پسند کیا۔ (اختر)

مخاطب ہے میرا وہ گم کردہ راہ — جسے یاس نے کر دیا ہو تباہ
جسے آہ ہمت دوا کی نہ ہو — سکت جس میں پرہیز کی بھی نہ ہو
وہ مایوس بندہ یہ مژدہ سنے — بڑے عارف حق کا نسخہ سنے

وہ جو تھے مجدد و غوث زماں — وہ تھانہ بھون کے حکیم زماں
رہے عشق حق میں شب و روز مست — ہمیشہ رہا نبض امت پہ دست
ہوا ہر گرفتارِ آزارِ سخت — تری صحبت پاک سے نیک بخت
جنہیں رات دن فکر ملت کی تھی — بڑی فکر اصلاح امت کی تھی
وہ مولائے اشرف علی شاہِ دیں — دکھاتے رہے عمر بھر راہِ دیں
انہیں کا یہ نسخہ ہے اصلاح کا — خدا سے فقط ہے وہ الحاح کا
ہے نسخہ بہت سہل و آسان سا — کرے نفس بد کو جو بے جان سا
وضو کرکے دو رکعتیں تم پڑھو — نیت اس میں توبہ کی پہلے کرو
دعا کے لئے ہاتھ کو پھر اٹھا — خدا سے تو رو کر کرے التجا
الٰہی گنہ گار بندہ ہوں میں — سراپا برا اور گندہ ہوں میں
بہت سخت مجرم کمینہ ہوں میں — گناہوں کا گویا خزینہ ہوں میں
نہ قوت گناہوں سے بچنے کی ہے — نہ ہمت عمل نیک کرنے کی ہے
ترا ہو ارادہ اگر اے کریم — تو ہو پاک پل میں یہ بندہ لئیم
تو ہی غیب سے کوئی سامان کر — گناہوں سے بچنے کو آسان کر
ارادے مرے نیک اعمال کے — حوالے ہوئے نفس کی چال کے
اگر تیری توفیق ہو چارہ گر — تو پھر نفس و شیطاں سے کیا مجھکو ڈر
میں بندہ ترا ہوں محض نام کا — بنادے کرم سے مجھے کام کا
تلون مزاجی مری ختم کر — مرے عزم کو تو عطا جزم کر
عطا کر مجھے ذرۂ دردِ دل — ترا درد ہو جائے یہ آب و گل
رہِ غیب سے کر مری رہبری — تری بندگی سے ہو عزت مری
دکھا غیب سے مجھکو راہ نجات — پلا اپنے مردے کو آب حیات

کرم سے خطاؤں کو تو عفو کر
گناہوں کے انبار کو محو کر

یقیناً گنہ مجھ سے ہوں گے ضرور
کراؤں گا پھر عفو اپنا قصور

غرض روز اس طرح اقرار ہو
ندامت کا ہر روز اظہار ہو

عجب کیا بہت جلد ان کا کرم
ہدایت کا سامان کر دے بہم

وہ کر دے تجھے پاک ہر عیب سے
ہو نصرت تری پردۂ غیب سے

نہ بٹہ لگے گا تری شان میں
نہ فرق آئے گا کچھ تری آن میں

اگر جسم تیرا ذرا ہو علیل
حکیموں کی سنتا ہے تو بے دلیل

دوا تلخ سے تلخ پیتا ہے تو
خوشامد طبیبوں کی کرتا ہے تو

مداوائے تن میں تو تو چست ہے
مگر فکر ایماں میں کیوں سست ہے

تری عقل دنیا میں کیا کر گئی
مگر دین میں وہ کہاں مر گئی

نہ خود اپنی جو فکر درماں کرے
خدا کیا ہدایت کو چپاں کرے

بڑے شرم کی بات ہے دوستو!
کہ اتنی بھی ہمت نہ تم کر سکو

اگر یوں ہی غفلت میں گذری حیات
نتیجہ برا ہو گا بعد الممات

ہو سہل اس سے صورت کوئی آہ کیا
بھلا اس سے آسان ہو راہ کیا

ترغیب عمل برائے شعرائے بے عمل

دنیائے دوں ہے خواب پریشاں لئے ہوئے
سر مست عشق ہے غم جاناں لئے ہوئے
حاضر ہوں سر بکف سر میداں لئے ہوئے

ہر رگ ہے جوشِ خون شہیداں لئے ہوئے

پروانۂ الفت تو جلے شمع پہ لیکن
جلتی ہے شمع آہ غریباں لئے ہوئے

برباد زندگی جو تھی عشق مجاز میں
آئی ہے موت مژدۂ حرماں لئے ہوئے

معلوم ہو گی عارض و گیسو کی حقیقت
ناداں مگن ہیں خار مغیلاں لئے ہوئے

غافل ہے آخرت سے اگر خبط شاعری
بیکار خوش ہیں داد کا ساماں لئے ہوئے

قرآں میں اجازت ہے اگر شعر و سخن کی
اعمال نیک ذکر اور ایماں لئے ہوئے

کوئی بھی ہو جو سیرت نبویؐ سے دور ہو
اک جانور ہے صورت انساں لئے ہوئے

دھوکہ نہ دے کہیں مجھے دنیائے بے ثبات
آئی خزاں ہے رنگ بہاراں لئے ہوئے

احساس سخت کوشی الفاظ ہیچ ہے
جب تک نہ ہو عمل کا بھی پیماں لئے ہوئے

مدنظر ہے شاعری اختر نہیں مجھے
کہتا ہوں میں ہدایت قرآں لئے ہوئے

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

(از مختصر عفا اللہ عنہ)

اے خدا اے خالق کون و مکاں
ہے تری تعریف سے قاصر زباں

تو نے یہ پیدا کیا سارا جہاں
اپنے بندوں کے لئے اے شاہ جاں

اور بندوں کو چُنا اپنے لئے
اپنی طاعت اور الفت کے لئے

اے خدائے پاک ربِ بے نیاز
اپنے بندوں کا ہے تو ہی کارساز

صدقہ تیری رحمتِ ذخار کا
صدقہ تیرے سید الابرار کا

صدقہ سب اصحاب کا اور آل کا
صدقہ کل اقطاب کا ابدال کا

صدقہ اس امت کے ہر خاص کا
صدقہ میرے مرشد فیاض کا

اے خدائے پاک اپنے فضل سے
چن لے مجھکو آخرت کے واسطے

اے خدائے پاک اے رب العباد
تیرے ہی محتاج ہیں سارے عباد

ہم نے گو گستاخیاں کیں راہ میں
گو گرے ہم معصیت کے چاہ میں

اب ہیں لیکن اشکبار و شرمسار
اپنے کرتوتوں پہ اے پروردگار

تیری رحمت سے ہمارا انفعال
ہو قبول بارگاہِ ذوالجلال!

کر نہ واپس تو مجھے دربار سے
ہوں میں بہرہ ور تری سرکار سے

جس کو چاہے تو کرے اپنا ولی
تو نہیں پابند فن کا اے غنی

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

صدقہ رحمت واسعہ کا اے کریم
عفو فرما میرے عصیان عظیم

بھیس میں ہوں پاکبازوں کے ترے
گو نہیں اعمال ہیں ایسے مرے

نقل کی برکت سے لیکن اے خدا — اپنے پاکوں سے نہ کر مجھ کو جدا
اے خدا تابع رہوں تیرا سدا — ہو نہ میرا نفس میرا مقتدا
اے خدائے پاک اے پروردگار — سخت دشمن ہے یہ میرا نفسِ مار
گر نہ ہووے فضل تیرا اے کریم — میں رہوں بس ننگ شیطان رجیم
گر ہو تیرا فضل اے رب رحیم — جان صدیقاں ہو یہ جان سقیم
ہمقریں ہے نفس بد ابلیس کا — کام ہے اس کا محض تلبیس کا
کشمکش میں پڑ گئی جان حزیں — العیاذ از نفس بد بئس القریں
تیری جانب سے نہ ہو رحمت اگر — ہر قدم میرا پڑے سوئے سقر
موکشیدہ گر رسیدم کوئے تو — آفریں بر دست و بر بازوئے تو
صدقہ تیرے جذب کا اے شاہ جاں — صدقہ شان یجتبی بر بندگاں
جان مہجوراں کو از راہ نہاں — جذب کر لے اے مرے جذاب جاں
اے خدائے پاک اے پروردگار — جز ترے ناصر کوئی میرا نہ یار
ہم ضعیفوں عاجزوں کو اے خدا — دستگیری کا تری ہے آسرا
آپ کی عظمت کا حق میرے اِلٰہ — کچھ نہیں مجھ سے ادا ہوتا ہے آہ
اے خدائے پاک اے رب کریم — بخش دے میرے گناہان عظیم
صدقہ فیض مرشد عبد الغنی — دے مجھے اپنے سے تو کچھ آگہی
صدقے حضرت پھولپوری شاہ کے — تو عطا کر مجھکو نعرے آہ کے
پار کر دے اے خدا کشتی مری — بہر فیض مرشد عبد الغنی
جیسے تڑپے مچھلی پانی کے بغیر — دے تڑپ اس سے سوا اپنے بغیر
قرب کی لذت چکھا کر اے خدا — رنج دوری میں نہ کر پھر مبتلا
یار شب کو روز مہجوری نہ دے — جان قربت دیدہ کو دوری نہ دے

معصیت کی ذلتوں سے اے خدا — ہو نہ رسوا بندۂ عاجز ترا
باب رحمت پر ترے اے شاہ جاں — دے رہا ہوں دستک آہ و فغاں
کٹ گئی اک عمر میری اس طرح — مضطرب ہو مرغ بسمل جس طرح
تیری رحمت کا اگر ہو فتح باب — بندۂ عاجز ترا ہو کامیاب
آہ رہ سکتا ہے کب کوئی حجاب — فضل کا تیرے جو نکلے آفتاب
اے خدا وندا ترے افضال سے — طالب رحمت ہیں ہم بدحال سے
مانگتا ہوں تجھ سے تیرے فضل کو — واسطہ اس فضل کا خود فضل ہو
دین ہی کی چاکری تو کر نصیب — یاد ہی میں رکھ تو اپنی اے حبیب
"جز بذکر خویش مشغولم مکن — از کرم از عشق معزولم مکن"

(رومیؒ)

بے مشقت یہ ہوس گو جرم ہے — مجھکو اس نالائقی پر شرم ہے
پر خداوندا کہاں جاؤں بھلا — کیا کوئی در ہے ترے در کے سوا
ہمت و محنت کہ توفیق عمل — سب ترے محتاج ہیں اے عزوجل
جس کو تیری راہ سے جو بھی ملا — وہ ترے دست کرم سے ہی ملا
ناخن تدبیر گھس جانے کے بعد — پردۂ اسباب جل جانے کے بعد

بس تری جانب ہے اب میری نگاہ
ناؤ میری پار ہو میرے اِلٰہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوۃ الی اللہ جل شانہٗ

مذاکرات دکن

مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ

خلیفہ

حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ناظم مجلس دعوۃ الحق ہر دوئی۔ یو پی ہند

وخادم خاص حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

مجاز بیعت

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مرتب وجامع

مولانا محمد رضوان القاسمی فاضل دیوبند

خطیب مسجد عامرہ عابد روڈ۔ حیدرآباد دکن

(بہ شکریہ روزنامہ نوید دکن)

(۲۹ ربیع الاول تا ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

ناشر: کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

فہرست مضامین

تقریظ

از حضرت اقدس عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب دامت برکاتہم

(مولف اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و ماثر حکیم الامت و بصائر حکیم الامت)

خلیفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولانا حکیم محمد اختر سلمہ اللہ تعالیٰ کی جملہ تالیفات کو حق سبحانہ تعالیٰ کے فضل خاص سے عوام و خواص امت نے بہ نظر تحسین دیکھا اور مفید پایا جس میں معارف مثنوی مولانا روم خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

عزیز موصوف کی مجالس و مواعظ سے بھی ماشاءاللہ خلق کو نفع ہو رہا ہے۔ حیدر آباد دکن میں آپ کے مواعظ سے کچھ کچھ اقتباسات مولانا محمد رضوان القاسمی فاضل دیوبند نے مقامی اخبار روزنامہ نوید دکن کے "کالم ندائے حجاز" میں جو مسلسل کئی روز شائع کیا تھا ان کا مجموعہ بعنوان "مواعظ حیدر آباد دکن" کراچی سے شائع کیا جا رہا ہے۔ ان مضامین کا کچھ حصہ احقر نے بالاستیعاب اور کچھ حصہ جستہ جستہ دیکھا ماشاءاللہ "از دل ریزد بر دل خیزد" کا مصداق ہے۔

مجھے اس بات سے خاص طور پر مسرت ہوئی ہے کہ عزیز موصوف کی تقاریر میں وہی جھلک و انداز بیان ہے جو خانقاہ تھانہ بھون کا طرۂ امتیاز ہے۔ "جاذبیت و نافعیت" دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو نیز موصوف کی جملہ تالیفات اور خدمات دینیہ کو حسن قبول عطا فرمائیں۔

دعا گو محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

۱۳ رمضان المبارک ۹۶ھ

”یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے“

(نظم بہ عنوان)

زبان عشق

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

در راز شریعت کھولتی ہے
زبان عشق جب کچھ بولتی ہے

خرد ہے محو حیرت اس زباں سے
بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے

جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی
وہ پا سکتے نہیں درد نہانی

لغت تعبیر کرتی ہے معانی
محبت دل کی کہتی ہے کہانی

کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

مگر دولت یہ ملتی ہے کہاں سے
بتاؤں میں ملے گی یہ جہاں سے

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے
دعاؤں سے اور انکی صحبتوں سے

وہ شاہ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمال شمس کا نور قمر کا

نہ لذت پوچھ پھر ذکر خدا کی
حلاوت نام پاک کبریا کی

بگویدزیں سبب ایں عشق بے باک
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ دولت درد اہل دل کی اختر
خدا بخشے جسے اس کا مقدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف وتقدمہ

از

مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب فاضل دیوبند

خطیب مسجد عامرہ (عابد روڈ) حیدرآباد (دکن)

کچھ زمین پر بھی چاند تارے ہیں

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ بڑی خوبیوں اور کمالات کے بزرگ ہیں۔ ایک عرصہ ہوا ترک ہند کر کے پاکستان (کراچی) کی اقامت انھوں نے اختیار فرمائی ہے۔ پہلے اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری سے قائم فرمایا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی طرف رجوع ہوئے۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد "بارگاہ ابراری" سے سند خلافت عطا ہوئی۔ معارف مثنوی، معارف شمس تبریز، دنیا کی حقیقت، مجالس ابرار حضرت حکیم صاحب کی گراں قدر تالیفات ہیں جو علمی اور دینی حلقوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئیں اور شوق کے ہاتھوں لی گئی ہیں۔ اپنے مرشد اول کی کتاب معرفت الٰہیہ کے مرتب بھی موصوف ہی ہیں۔

حضرت حکیم صاحب کا نام سن رکھا تھا۔ کتابیں بھی ان کی مطالعہ میں آئی تھیں۔ دید کی حسرت دل میں تھی جواب پوری ہوئی۔ وعظ کی مجلسوں میں بھی شرکت کی سعادت نصیب میں آئی۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ "دید" نے

"شنید" سے بڑھ کر پایا اور اس کا اندازہ ہوا کہ "اختر" (ستارہ) آسمان ہی پر نہیں زمین پر بھی ہیں۔ جیسا کہ ایک شاعر نے اپنے اس مصرعہ میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے ع کچھ زمین پر بھی چاند تارے ہیں

حضرت حکیم صاحب کی مجلس بڑی پرکیف اور معلومات افزا ہوتی ہے۔ جس میں کہیں سے کسی تصنع اور تکلف کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ عام واعظوں کی طرح اپنے سامعین کو ان کے خیالات کی وادی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ کر خود بڑھتے ہوئے نہیں چلے جاتے ہیں بلکہ شروع سے آخر تک اپنی دلربا مسکراہٹ اور مؤثر واقعات دلوں کو چھو لینے والے اشعار اور قرآن وحدیث کی دلنشیں تشریح و توضیح کے ساتھ انھیں اپنا "شریک سفر" بنائے رکھتے ہیں۔ یہ اپنی مجلس میں مولانا روم کے "باغ مثنوی" کی سیر جی بھر کر کراتے ہیں جس سے دل کو تازگی اور روح کو بالیدگی ملتی ہے اور غفلت دور ہو کر "حضوری" کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

آج (۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ) صبح مدرسہ فیض العلوم باقر باغ سعید آباد حیدرآباد میں حضرت حکیم صاحب کی مجلس مقرر تھی۔ کافی لوگ شریک تھے جن میں اہل مدارس کی تعداد زیادہ تھی۔ گو یہ راقم الحروف کی حاضری قدرے تاخیر سے ہوئی۔ مگر جتنی باتیں سنیں ان میں سے ہر بات دل سے نکل کر دل تک پہنچ رہی تھی گویا دل کو دل سے کوئی رسم وراہ ہو۔ آیئے زمیں کے اس چاند تارے کی بزم سے آپ بھی کچھ استفادہ کیجئے۔

منبر پر وہ کیا برسائیں گے

فرمایا کہ ایک عالم اور ایک واعظ کو عمل کا پابند ہونا چاہیئے بغیر عمل کے صرف "قول" مفید اور مؤثر نہیں ہوتا۔ صاحب قصیدہ بردہ نے تو

"قول بلا عمل" سے مغفرت طلب کی ہے الفاظ ان کے یہ ہیں استغفر اللہ من قول بلا عمل یعنی میں اللہ تعالیٰ سے اس قول سے پناہ چاہتا ہوں جو بغیر عمل کے ہو۔

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب ان کے پاس اپنے لڑکے کو لے کر آئے۔ کہنے لگے "حضرت یہ گڑ بہت کھاتا ہے۔ ہزار سمجھایا مگر ایک بات بھی اس نے مان کر نہ دی۔ میں پریشان ہوں کہ اسے اس عمل سے کس طرح روکوں مجھے اندیشہ ہے کہ اس کثرت سے اگر یہ گڑ کھاتا رہے تو جگر خراب ہو جائے گا آپ دعا فرمائیے اور کچھ زبان مبارک سے نصیحت بھی فرما دیجئے"

بزرگ نے جواب میں فرمایا آپ کل تشریف لائیے۔ وہ آئے تو انھوں نے لڑکے کو نصیحت فرمائی اور دعا بھی کی۔ جب لڑکے کے والد جانے لگے تو پوچھا۔ حضرت یہ نصیحت اور دعا کل بھی آپ فرما سکتے تھے آج آپ نے کیوں بلایا؟

بزرگ نے فرمایا۔ بھئی کل تک بہت گڑ کھایا کرتا تھا۔ اس حالت میں اسے گڑ ترک کرنے کی نصیحت کیوں کرتا۔ آج میں نے خود گڑ کھانا کم کر دیا ہے تو پھر اسے نصیحت کی۔ تاکہ یہ نصیحت مؤثر ہو اور میں پوری قوت کے ساتھ اپنی بات کہہ سکوں فرمایا اس سلسلہ میں میں نے ایک شعر کہا ہے جو نہایت قابل غور ہے وہ یہ ہے ؎

جب نور ہی نہیں خود ہی دل میں منبر پر وہ کیا برسائیں گے

وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

فرمایا کہ یہ دنیا چند روزہ ہے کسی طرح گذر ہی جائے گی بگر

جب ہمیں یہاں کچھ کرنا ہے تو اچھا کام کیوں نہ کریں تاکہ آخرت میں کامیابی اور سرخروئی حاصل ہو جب کہ وہیں کی کامیابی اور سرخروئی اصل ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس گہری حقیقت کو اپنے ایک سادہ شعر میں کس خوبی کے ساتھ سمجھایا ہے۔ سنئے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے — وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

شیطان کش دوا

فرمایا کہ آج کل وسوسہ کی بیماری عام ہے۔ طرح طرح کے بُرے خیالات ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے رہتے ہیں۔ شیطان کا ہر طرف سے حملہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سے جس طرح کہ مچھر اور کھٹمل کا۔ لوگوں نے مچھر اور کھٹمل کو مارنے کی نئی نئی دوائیں ایجاد کی ہیں اس کے باوجود ان کا مرنا یقینی نہیں۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وسوسہ کو دور کرنے اور وسوسہ شیطانی کو مارنے کے لئے ایک دوا تجویز فرمائی ہے بہت مختصر مگر نہایت زود اثر اور فائدہ قطعی ہے یہ دوا جامع صغیر میں موجود ہے الفاظ یہ ہیں آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (میں ایمان لایا اللہ پر اور تمام رسولوں پر) میں نے ایک تبلیغی اجتماع میں اس "شیطان کش دوا" کا ذکر کیا تو ایک صاحب اس کا ذکر کثرت سے کرنے لگے۔ بعد میں انھوں نے بتایا کہ یہ تو بہت مؤثر ہے، کتنے وساوس دور ہو گئے۔ میں بد نگاہی کے مرض میں بھی مبتلا تھا۔ گھر سے نکلتے ہوئے اور راستہ میں اس کا ورد کرتا تھا، اس کی برکت سے میرا یہ مرض ختم ہو گیا ——— میں نے اس وقت خیال کیا کہ اصل تعلق تو اس کا "ایمان" سے ہے مگر بہت خوب کہ "اعمال" میں بھی اس کی برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ ہر بُرے خیال آنے کے ساتھ ذکر کے وقت، نماز سے قبل تلاوت کے وقت اور دوسرے "اعمال صالحہ" کے وقت اس کو پڑھ لیا کیجئے۔ انشاء اللہ بہت مفید پائیں گے۔

مسلح ہو کر نکلو

فرمایا کہ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم (مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہٗ) فرمایا کرتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہے کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے۔ اس سے مسلح ہو کر نکلو

اس سے بدنگاہی اور دوسری چیزوں سے حفاظت ہوگی۔ شیطان جب تم کو مسلح دیکھے گا تو اسے تمہارے نزدیک آنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ وہ تو دور ہی سے بھاگ کھڑا ہوگا۔" فرمایا اس لئے ہم لوگوں کو مسلح نکلنا چاہئے اس کے فائدے انشاء اللہ آپ خود محسوس کریں گے۔

یکم جمادی الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۷۷ء

بروز پنجشنبہ روزنامہ۔ نوید دکن۔ حیدرآباد (ہند)

ارشاداتِ اختر

(۲)

کل اسی صفحہ پر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ (کراچی) کے ارشادات کی پہلی قسط دی گئی تھی، آج دوسری قسط ملاحظہ فرمائیے۔ (محمد رضوان القاسمی)

ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ذکر دراصل ایک کنجی ہے جس سے دل کا قفل کھلتا ہے اور طاعت فرمانبرداری میں جی لگتا ہے اور اس کے لئے جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کنجی کے دندانے کو بھی درست رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ دل کا قفل آسانی سے کھلے کوئی مشکل اور دشواری پیش نہ آئے۔ اور ذکر کی کنجی کے دندانے کو درست رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ذکر، فکر و توبہ کو خشوع و خضوع کے ساتھ کیا جائے۔ ایسے ہی ذکر کے خاطر خواہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ذکر کی کنجی کی جو بات میں نے کہی ہے وہ اپنی طرف سے نہیں، بلکہ اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے۔ **ارشاد** ہے اللّٰھم افتح اقفال قلوبنا بذکرک یعنی اے اللہ ہمارے دلوں کے تالوں کو کھول دے اپنے ذکر کے ذریعہ۔

فرمایا کہ ذکر میں صرف کمیت یعنی مقدار و تعداد مطلوب نہیں ہے بلکہ کیفیت بھی مقصود ہے، یعنی اللہ کا خیال اور دھیان جس قدر ذکر میں جمایا جائے گا اسی قدر ذاکر کو نفع اور فائدہ ہوگا۔ اور اتنی ہی اس کے اندر طاقت و قوت پیدا ہوگی۔ دیکھئے لومڑی کس قدر بزدل اور ڈرپوک ہے لیکن شیر اگر اس کی پشت پر ہاتھ پھیر دے اور یہ کہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تو اس وقت لومڑی چیتے کا جگر بھی نکال سکتی ہے۔ اور اس کے لئے اس کے اندر ہمت پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ذاکر کے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت ہوتی ہے اور کسی حال میں تنہائی محسوس نہیں کرتا بلکہ نور ذکر کی برکت سے ذاکر اپنے قلب میں حق تعالیٰ کا خاص تعلق محسوس کرتا ہے جس کو مشائخ معیت خاصہ کہتے ہیں معیت عامہ تو ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

فرمایا کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کا ایک شعر "ذکر" کے سلسلہ میں بڑا حقیقت آفریں اور حلاوت آمیز ہے ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا　　ذکر میں تاثیر دور جام ہے

محبت کے لئے معرفت ضروری ہے

فرمایا کہ فرض کیجئے، کسی کا باپ اس کے بچپن ہی میں باہر چلا گیا ہو اب تیس سال بعد اس کو لوٹنے کی اطلاع ملی ہے۔ دن تاریخ اور وقت مقرر ہے۔ بیٹا، عرصۂ دراز کے بعد باپ کی آمد سے خوشی و مسرت سے سرشار ہے

لیکن وہ اپنے باپ کو پہچانتا نہیں۔ اسے خیال آتا ہے کہ ایسی صورت طیارگاہ پر استقبال کے لئے جانے سے بھی کیا فائدہ؟ دوسرے ہی لمحہ اس کے ذہن میں ایک بوڑھے اور کمزور آدمی کا نام آتا ہے جو اس کے باپ کا صورت آشنا ہے، بڑی منت وسماجت کے بعد طیارگاہ چلنے کے لئے اسے آمادہ کرلیتا ہے طیارہ آیا اور لوگ اتر کر باہر آنے لگے، بیٹا جس بوڑھے کو اپنے ہمراہ لایا تھا وہ ایک گوشہ میں بیٹھا ہے۔ اتنے میں طیارہ سے اتر کر ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس آتا ہے جو اپنے باپ کو لینے آیا ہوا تھا۔

بوڑھا مسافر اس سے خواہش کرتا ہے " میں نہایت کمزور ہوں، کئی روز کے سفر سے چکنا چور ہوں للہٰذ آپ تھوڑی دیر کیلئے میرے اس سامان کو سنبھالئے اور کسی طرح ٹیکسی تک پہنچا دیجئے"

وہ آدمی اس پر جھنجھلاتا اور غصہ میں آتا ہے اور کہتا ہے میں خود اپنے والد محترم کو لینے کے لئے آیا ہوں ان کے ساتھ بھی سامان ہوگا۔ جب نہایت تلخی وترشروئی سے وہ اسے جواب دے رہا تھا، اتنے میں گوشہ میں بیٹھے ہوئے بوڑھے کی نظر اس مسافر پر پڑتی ہے اور وہ لڑکے سے کہتا ہے " یہی تو آپ کے والد ہیں"

اب ایک ہی لمحہ میں اس لڑکے کا انداز بدل جائے گا۔ تعارف ہوجانے کے بعد اسے اپنے تلخ جواب پر ندامت اور شرمندگی اور لجاجت کے ساتھ کہے گا۔ ابا جان! معاف کیجئے پہچانا نہیں، سامان کا اٹھانا تو کجا، آپ مجھ پر سوار ہوکر چلئے۔ میں آپ پر اپنی سو جان نثار کرتا ہوں!"

غور کیجئے جب تک "معرفت نہیں تھی" محبت نہیں تھی، جب معرفت ہوگئی تو" محبت پیدا ہوگئی" اب اپنے محبوب پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہے

یہی حال اللہ کا ہے جب تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوگی، محبت پیدا نہ ہوگی اور جب تک محبت پیدا نہ ہوگی اس وقت تک اللہ کے لئے کسی کام کو کرنا اور نہ کرنا، آسان نہ ہوگا۔ اور اللہ کی معرفت ''اہل معرفت'' کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے اور ان سے تعلق پیدا کرنے سے آئے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے الرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (وہ بڑی رحمت والا، سو پوچھ اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہو) یعنی رحمان کی عظمت کو ہر شخص کیا جانے اس کا علم تو باخبر لوگوں کو ہی ہے، ایسے ہی باخبر کے ذریعہ اس کی معرفت و محبت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے بغیر یہ راہ بڑی پُرپیچ، مشکل اور کٹھن ہے۔ ہر قدم پر بہکنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اس لئے کسی ''باخبر'' سے تعلق پیدا کرنا چاہئے تاکہ وہ بھی باخبر بنے ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ ملنے والوں سے راہ پیدا کر

تزکیہ کی ضرورت

فرمایا کہ تزکیۂ نفس ضروری ہے، ہر شخص کو اس کی فکر کرنی چاہئے۔ قرآن مجید میں ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (تحقیق کہ کامیاب ہوا وہ شخص جس نے نفس کو سنوار لیا) مولانا تھانویؒ فرمایا کرتے تھے ''تزکیہ'' چونکہ فعل متعدی ہے اس لئے مفعول کے ساتھ فاعل کی ضرورت ہے۔ یعنی ''مزکی'' کی جو اس کا تزکیہ کرے جس طرح ''مربّہ'' جو حکیموں کے یہاں ملتا ہے۔ اس کے لئے ''مربی'' کی ضرورت ہے۔

---

۲۳ را پریل ۱۹۷۷ء ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

(۳)

شیخ سے مناسبت ضروری ہے

فرمایا کہ جب آپ نے تزکیہ اور شیخ کی ضرورت

داہمیت کو سمجھ لیا، تو اس حقیقت پر بھی آپ کی نظر رہنی چاہیئے کہ شیخ کے انتخاب میں جلدی نہ کی جائے، بلکہ پہلے اس سے ربط و تعلق قائم کر کے مناسبت دیکھ لی جائے اور یہ معلوم کر لیا جائے کہ مزاج و طبیعت کی ہم آہنگی ہو سکے گی یا نہیں؟ جب اس حیثیت سے اطمینان ہو جائے تو بیعت کرے، اس سے انشاء اللہ بڑا فائدہ اور نفع ہوگا، حضرت تھانویؒ کا یہی اصول تھا جب تک آپ کی طبیعت سے کسی کو مناسبت نہ ہو جاتی اس وقت تک سلسلۂ بیعت میں داخل نہیں فرماتے تھے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب ڈاکٹر کسی مریض اور کمزور کو خون چڑھاتا ہے، تو ہر دو خون میں مناسبت دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے، اگر دونوں خون میں مناسبت نہیں ہوگی تو جسے خون چڑھایا جا رہا ہے۔ اس کے لئے ضرر و نقصان کا باعث ہوگا، بلکہ زندگی بھی خطرے میں پڑھ سکتی ہے سوچئے جب "جسمانی زندگی" کے لئے مناسبت ضروری ہے تو کیا "روحانی زندگی" کے لئے مناسبت کی ضرورت نہیں ہوگی؟ بلکہ سچی بات یہ ہے اس زندگی کے لئے پہلی زندگی سے کہیں زیادہ مناسبت کی ضرورت ہے، اسی لئے ایک "طالب حق" کو لازمی طور پر اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

اولیاء اللہ ہر زمانے میں موجود ہیں فرمایا کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ آج کل شیخ اور مرشد اچھے نہیں ملتے، اس لئے ہم کہاں اور کس کے پاس جائیں؟ مگر ان کی یہ بات صحیح نہیں یہ اللہ تعالیٰ پر ایک طرح کا الزام ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصٰدقین ۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ ایسے "صادقین" کو پیدا فرماتے رہیں گے، دگرنہ اللہ تعالیٰ کا بندے سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ جس کا وجود اس کے کارخانۂ قدرت میں نہ ہو "تکلیف مالایطاق" ہے، جس سے اس کی ذات بری ہے، جس کی شہادت یہ آیت کریمہ دے رہی ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا " (اللہ تعالیٰ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا) معلوم ہوا کہ ہر دور اور ہر عہد میں باصدق و باصفا مشائخ کا ہونا لازمی ہے، تاکہ لوگوں کو ان کی صحبت و معیت کا شرف حاصل ہوتا رہے، جس سے اللہ کی یاد آئے دنیا کی محبت کم ہو، اور آخرت کی فکر بڑھے ——— کوئی ان مشائخ اور بزرگوں کو نہ جانے اور پہچانے تو اس کی یہ کور نگاہی ہے اور طبیعت کی سہل انگاری کا کرشمہ ہے اس میں قانونِ قدرت کا کوئی قصور نہیں۔

فرمایا کہ دیکھئے، آج کوئی مریض ہوتا ہے تو وہ کسی ڈاکٹر اور حکیم کے پاس علاج کے لئے ضرور جاتا ہے، ایسے مریض کے لئے کبھی یہ کہتے ہوئے نہیں سنا گیا کہ آج کل کے ڈاکٹر اور حکیم اچھے نہیں ہیں۔ اس لئے مجھے اپنی حالت میں رہنے دو، میں علاج نہیں کراتا، ہاں حکیم اجمل خاں اپنی قبر سے باہر آئیں گے تو ان سے میں علاج کراؤنگا ——— تو جب لوگ اپنے امراض جسمانی میں اسی زمانے کے حکمائے جسمانی کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اور شفا پاتے ہیں. تو کیا اپنے امراض روحانی میں اس دور کے حکمائے روحانی سے ربط و تعلق پیدا کر کے ان امراض سے نجات نہیں پائیں گے؟ یقیناً پائیں گے. اگر لوگوں کے اندر اس کی فکر ہو، اور مرض کا احساس ہو، اور یہ خیال ہو کہ "روح" کی بیماری، جسم کی بیماری سے زیادہ مہلک اور

خطرناک ہے۔

فرمایا کہ، آپ کے ہندوستان میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب، مولانا مسیح اللہ خان صاحب، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مولانا محمد احمد صاحب پھولپوری، یہ سب حکمائے روحانی ہیں ان میں سے جس کسی کے پاس آپ نیازمندانہ حاضر ہوں گے آپ کی بیمار روح انشاء اللہ شفا پائے گی، اور وہ سکون ملے گا جسے آپ دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کر کے حاصل نہیں کر سکتے۔

گر جواں بھی ہے تو میرا پیر ہے

فرمایا کہ، شیخ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ معمر اور سن رسیدہ ہو ایک جواں سال بھی شیخ اور پیر ہو سکتا ہے۔ شیخ سعدیؒ کا مشہور مقولہ ہے۔ "بزرگی بہ عقل است نہ بسال" یعنی بزرگی کا حقیقی معیار "عقل" ہے نہ کہ سال۔ اس لحاظ سے اس شخص کی عمر کم ہوگی جو عقل و ہنر، علم و معرفت اور تقویٰ و طہارت میں کم تر درجہ رکھتا ہے، اور اس شخص کی عمر زیادہ ہوگی جو ان اعتبارات سے درجہ کمال پر فائز ہے، ـــــ کتنے صحابہؓ تھے جو سن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے تھے، لیکن اس کے باوجود وہ آپؐ کو اپنا "معلم اکبر" اور "مرشد اعظم" بنائے ہوئے تھے، سن کی کمی زیادتی اور فرق و امتیاز نے کبھی بھی ان کی "منزلِ علم و معرفت" کو کھوٹی نہیں کی۔

ایک واقعہ یاد آیا جس کا تعلق حضرت مرزا جان جاناںؒ سے ہے، لکھا ہے کہ دہلی میں ایک بوڑھا شخص ان سے بیعت ہوا جبکہ یہ ابھی جوان تھے۔ لوگوں کو معلوم ہوا تو عار دلانے لگے کہ تم کس جوان سے مرید ہو گئے،

کیا وہ تمہارا "پیر" بھی بن سکتا ہے؟

وہ بوڑھا شخص ان تمام باتوں کو صبر و سکون کے ساتھ سنتا رہا، چونکہ اسے حضرت جانِ جاناںؒ کے کمالات اور گوں نہ گوں خصوصیات سے واقفیت تھی، اور دل اس کا ان کے "دامِ محبت" میں گرفتار ہو چکا تھا اس کے پیش نظر اس نے ایک برجستہ شعر کہا ؎

جس کے دردِ دل میں کچھ تاثیر ہے ۔۔۔ گر جواں بھی ہے تو میرا پیر ہے

۲۴ر اپریل ۱۹۷۷ء ۔۔۔ ۵ر جمادی الاول ۹۷ھ

(۴)

اگر آپ کے اندر کوئی روحانی اور اخلاقی مرض ہو

فرمایا کہ، اگر آپ کے اندر کوئی روحانی اور اخلاقی مرض ہو تو اسے معمولی نہ سمجھئے۔ ممکن ہے آہستہ آہستہ یہ مرض بڑھ کر آپ کی روحانی اور اخلاقی زندگی کی موت کا سبب بنے اس لئے اس کے علاج کی طرف فوری توجہ کیجئے۔ اور جو بھی حالت ہے بلا کم و کاست اپنے شیخ یا کسی بزرگ سے بیان کر دیجئے اس میں نہ کسی طرح کی جھجک محسوس کرنی چاہئے نہ کسی "عار" کو دل میں جگہ دینی چاہئے۔ بزرگانِ دین تو ایسے لوگوں سے بہت خوش ہوتے ہیں جو بلا تکلف اپنے امراض ان سے بیان کر کے علاج کی خواہش کرتے ہیں ـــ اگر آپ نے اپنی زندگی کا یہ دستور اور معمول بنا لیا۔ تو دیکھیں گے کہ آپ کس طرح "رذائل" سے پاک ہو کر "فضائل" کی بلندیوں پر فائز ہو جاتے ہیں۔

اصلاح کا اثر حضرت حکیم صاحبؒ "شیخ" کی ضرورت اور اسکی

اصلاح و تربیت کے جو دور رس اثرات انسانی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں اس پر روشنی ڈالنے کے بعد اس ذیل میں ایک واقعہ کا ذکر فرمایا۔

دو اچھے عالم ہیں۔ لوگوں میں قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ مگر شیطان کا سب سے زوردار حملہ عالموں پر ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے، ہمارے دشمن تو اصل میں یہی ہیں۔ ایک دفعہ شیطان کے حملہ کی زد میں یہ دونوں بری طرح آگئے۔ ہوا یہ کہ کسی معاملہ کو بنیاد بنا کر شیطان نے ان دونوں کے درمیان نفرت کا بیج ڈال دیا۔ رفتہ رفتہ اس بیج نے تناور درخت کی شکل اختیار کر لی۔ نوبت بایں جا رسید کہ ہر دو کو ایک دوسرے کی صورت دیکھنا گوارہ نہ تھا۔ ہر جانب سے سخت غم و غصہ کا اظہار، ذہنی گھٹن ان دونوں کو پریشان کر رہی تھی، صلح و صفا کی کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ بلکہ حال یہ تھا کہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" ان میں سے ایک کا اصلاحی تعلق ایک مرشد کامل سے تھا۔ ایک دن ان کے دل میں خیال آیا کیوں نہ حضرتؒ کو صورت حال کی اطلاع دے کر مشورہ طلب کیا جائے ــــ چنانچہ انہوں نے خط لکھا۔ یہ خط لکھنا دراصل اس بات کی علامت تھی کہ ان کا دل زندہ ہے اور مرض کا احساس ہے اور جنھیں مرض کا احساس ہوتا ہے تو اس کے علاج کی فکر کرتے ہیں، تو وہ اس سے افاقہ بھی پاتے ہیں۔ جواب میں حضرتؒ نے جو علاج تجویز فرمایا اس کے پانچ اجزا تھے:

(۱) آپ انھیں سلام میں پہل کرنے کی کوشش کریں۔

(۲) کبھی کبھار اپنے گھر پر انھیں بلا کر ناشتہ کی دعوت دیں۔

(۳) ہدیہ و تحفہ دینے کا معمول رکھیں۔

(۴) اپنی مجلسوں میں ان کی خوبیوں کا ذکر کریں۔

(۵) خلوت اور جلوت میں ان کے لئے دعا کریں۔

ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں تھی جو ان کے نفس اور طبیعت پر بار کا موجب نہ بنے. گویا یہ ایک نہایت مفید مگر تلخ دوا تھی جس کا حلق کے نیچے اترنا دشوار تر تھا۔ مگر تجویز شیخ کامل کی تھی، عمل میں لائی گئی۔ آہستہ آہستہ تکدر ختم ہونے لگا۔ نفرت محبت میں بدلتی گئی انبساط نے انقباض کی جگہ لینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ دو دل جو کچھ دنوں پہلے بہت دور تھے آپس میں شیر و شکر ہو گئے۔ ہر ایک کا چہرہ دوسرے کے لئے گلاب کی طرح کھلنے لگا. انہوں نے خود ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا "میں نفرت و عداوت میں جادۂ اعتدال سے بہت دور جا پڑا تھا۔ اگر میں اپنے مرشد سے رجوع نہ کرتا اور وہ میری اصلاح نہ فرماتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ حضرت پر اپنی سو جان فدا کروں، اور گر کر ان کے قدموں سے لپٹا رہوں" کہ ان کی برکت سے کیسی پر سکون حیات عطا ہوئی۔

فرمایا کہ یہ ہے شیخ کی اصلاح اور ان کی باتوں کو مان لینے کا اثر! اگر آج کسی شیخ کامل سے اپنا تعلق قائم کرنے اور ان کی اصلاحی باتوں کو مان لینے کا جذبہ عام ہو جائے تو سیکڑوں برائیاں ہماری زندگی سے نکل جائیں اور ان کی جگہ اچھائیاں لے لیں۔ لیکن آج ہم کسی کو بڑا بنانے میں عار محسوس کرتے ہیں، ہر شخص اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھنے لگا ہے جو اس کی طبیعت اور مزاج میں آئے خیال کرتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور "خواہش نفسانی" کے بت کی پوجا زور شور سے جاری ہے۔ پھر اس ماحول میں اخلاقی اور روحانی امراض کا علاج ہو تو کیونکر ہو؟ اور زندگی صاف ستھری بنے تو کیونکر بنے ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر بھلے برے کی تمیز پیدا کریں؟ اور اپنی

"اصلاح" سے کسی لمحہ بھی غافل نہ رہیں۔ اور اپنے کو کبھی مستقل بالذات نہ سمجھیں۔ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بدذات ہوجاتا ہے ہمیشہ اپنے اوپر کسی بڑے کا سایہ رکھے اور ان سے مشورہ لیتا رہے مشائخ بھی اس سے مستغنی نہیں ہیں انھیں بھی اگر بڑا نہ ملے تو اپنے معاصرین یا چھوٹوں سے مشورہ لے لینا چاہئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ شیخ اول کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا شیخ منتخب کرلینا چاہئے۔

ہفت اختر

حضرت حکیم صاحب مدظلہٗ نے مجلس کے آخر میں جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں انھیں ہم اختصار کے پیش نظر "سات" میں محصور کرکے مجموعی طور پر ایک ہی عنوان کے تحت ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) آج کل "بدگمانی" کی بیماری عام ہے اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ہمارے دینی مدارس بھی اس سے خالی نہیں رہے، عام حیثیت سے بھی اور ان مدارس میں بھی ایک دوسرے سے اعتماد اٹھتا جارہا ہے۔ اسکی بنیادی وجہ یہی "بدگمانی اور غلط فہمی" ہے، اس لئے ہمیشہ ایک دوسرے سے ذہن صاف رکھنا چاہئے۔ خوش گمانی قائم رکھنی چاہئے اور بدگمانی کو راہ دینے والی کوئی بات سامنے آئے تو خلوص اور محبت کی فضا میں تحقیق کرلینی چاہئے یاد رکھئے قیامت میں بدگمانی پر "دلائل" طلب کئے جائیں گے، خوش گمانی پر نہیں، اس لئے ایسا کام کیوں کیا جائے جس میں گرفت اور مواخذہ ہو، اور وہ کام کیوں نہ کیا جائے جس میں چھوٹ اور آزادی ہو۔

(۲) آج کل بہت سے عالم احساس کمتری کے شکار ہیں، وہ بھی دنیا کی

طرف للچائی نظروں سے دیکھتے ہیں حالانکہ ان کے پاس جس علم کی انمول دولت ہے اس سے دنیا کا خزانہ خالی ہے۔ عالموں کو احساس بلندی پیدا کرنا چاہئے اور اپنی قدر و قیمت پہچاننی چاہیئے جبھی دوسرے لوگ ان کی قدر و قیمت پہچانیں گے۔

(۳) آپ دین کے کاموں میں ایک دوسرے کے رفیق بنئے، فریق نہ بنئے۔

(۴) حضرت ہردوئی دامت برکاتہم فرماتے ہیں اگر کسی میں کوئی بُرائی نظر آئے تو نکیر تو کیجئے مگر تحقیر نہ کیجئے۔

(۵) پیر وہ ہے جو "پیر" دل کے اور گناہوں کے کانٹے نکال دے۔

(۶) مفردوں سے مراد وہ ذاکرین ہیں جو اللہ کا ذکر والہانہ اور عاشقانہ کرتے ہیں حدیث پاک میں انکی تعریف آئی ہے کہ وہ سبقت لیجاتے ہیں

(۷) کسی انسان کو خارش ہو تو جب تک وہ اپنے جسم کو کھجلاتا رہتا ہے، بڑا مزا آتا ہے لیکن چھوڑنے کے بعد ہی اس کی لہر شروع ہو جاتی ہے اور وہ اذیت محسوس کرتا ہے۔ یہی حال گناہ کی لذتوں میں پڑے ہوئے انسان کا ہے جب موت اسے نکالے گی تو اس کا مزا چکھے گا۔ اور پورے طور پر اس کی لہر اور اذیت کو محسوس کرے گا۔

۲۵ر اپریل ۱۹۷۷ء ۶ر جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

(۵)

باتیں انکی یاد رہیں گی

محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے "تعارفی خاکہ" کے ساتھ ان کی اس مجلس کے بعض گرانقدر ارشاد آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جو

جو ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ سہ شنبہ کو مدرسہ فیض العلوم باقر باغ حیدرآباد میں منعقد ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت حکیم صاحب ایک "صاحب علم" صاحب دل بزرگ ہیں اور ان کی باتیں بیک وقت "دل" اور "دماغ" دونوں کو متوجہ کرتی ہیں، اس لئے خیال آیا کہ جس مجلس اور جس وعظ میں راقم الحروف کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اس میں آپ کو بھی شریک کر لیا جائے۔ اس شرکت اور مل بیٹھنے کو غنیمت ہی سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ عنقریب پاکستان واپس تشریف لے جانے والے ہیں ع "مبادا پھر بہار آئے نہ آئے" اگرچہ ان کو دیکھنے والی آنکھیں، سننے والے کان اور محسوس کرنے والے دل، اس بہار کے بار بار آنے کی تمنا لئے ہوئے ہیں لیکن یہ بھی حق ہے ع مقدر سے ملا کرتی ہیں غافل وصل کی راتیں

۲ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ پنجشنبہ کو بعد نماز عشاء مسجد عامرہ حیدرآباد میں حضرت حکیم صاحب کا وعظ مقرر تھا، ہم اس صحبت میں اسی وعظ کے بعض اہم اقتباسات ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

چین کی نگری

فرمایا کہ آج لوگ سمجھتے ہیں کہ چین بیوی میں ہے اولاد میں ہے دوست احباب میں ہے، مال و دولت میں ہے، حکومت و سلطنت میں ہے، زمین جائداد میں ہے، تجارت و ملازمت میں ہے، لیکن سب جانتے ہیں اور سب کا تجربہ ہے کہ ان چیزوں میں چین تلاش کرنے والے بے چین ہیں، ان کو سکون و قرار نہیں، اس بھری دنیا میں ان کا دل بڑا اُجڑا سا ہے، پھر آخر ایک انسان چین کہاں اور کس طرح پا سکتا ہے اس کا جواب قرآن نے یہ دیا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(وہ لوگ جو ایمان لائے انکے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں)

یعنی دنیا کی کسی چیز میں چین نہیں ہے، چین کی نگری تو اس دل میں بسی ہوئی ہوتی ہے جس دل کو تعلق مع اللہ ہوتا ہے اور جو دل اللہ کے ذکر اور اللہ کی یاد سے کسی لمحہ غافل نہیں رہتا۔

فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، جب انسان یہاں کسی چیز سے اپنا اپنا دل جوڑ لیتا ہے تو اس کے فنا اور زائل ہو جانے کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے، ظاہر ہے ایسی صورت میں دل چین کیسے پا سکتا ہے؟ اللہ کی ذات چونکہ باقی ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس لئے جب کوئی شخص اللہ سے تعلق قائم کر لیتا ہے اور اسی کو اپنے دل میں بسا لیتا ہے اس کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھتا ہے، تو اسکی وجہ سے اس کے دل کو دوام سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ ذکر اللہ کا نور ایسے شخص کے قلب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے اور حقیقی اطمینان سے اسے ہمکنار کرتا ہے۔

اللہ میں اپنی آہ کو سمودیجئے

فرمایا کہ اللہ کو ہمیشہ یاد کیجئے، اسی سے لو لگائیے اور تعلق جوڑیئے، "اللہ" کہتے ہوئے اسے قدرے کھینچئے، پھر دیکھئے کتنا مزا آتا ہے اس وقت ایسا معلوم ہوگا کہ گویا اس لفظ "اللہ" میں آپ نے "اپنی آہ" بھی سمو دی ہے اور اپنی ساری فریاد اس لفظ کے ادا کرنے کے ساتھ ہی اس کے دربار میں پیش کر دی۔

بزرگانِ دین کو اہل دل کہنے کی وجہ

فرمایا کہ ایک دن مجھے خیال آیا دل تو ہر انسان کے سینہ میں ہے، اس لئے ہر شخص "اہل دل" ہے پھر اللہ والے کو خصوصیت کے ساتھ "اہل دل" کیوں کہتے ہیں۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ انھیں "اہل دل" اس لئے کہنا مناسب ہے کہ یہ اپنا دل، اللہ کو دے چکے ہوتے ہیں،

ہر وقت ان کا دل اللہ کے پاس ہی ہوتا ہے، جب دل، دل دینے والے کو کسی نے دیدیا، تو اسے اہل دل ہی کہنا چاہئے ؎

اہل دل آنکس کہ حق را دل دہد   دل دہد او راکہ دل را مید ہد (اختر)

چھینک کے وقت الحمدللہ کہنے کی حکمت

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اگر کسی کو چھینک آئے تو وہ "الحمدللہ" (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) کہے۔ لوگوں نے اس موقع پر "الحمدللہ" کی تعلیم دیئے جانے کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں لیکن ایک حکمت ان سب میں نرالی ہے۔ شاید آپ نے یہ حکمت نہ کسی کتاب میں پڑھی ہو نہ کسی سے سُنی ہو، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں بنایا ہے مگر جب اس کو چھینک آتی ہے تو اس وقت اس کی شکل بگڑ جاتی ہے چونکہ چھینک کے بعد شکل اپنی حالت پر عود کر آتی ہے اور اس کا بگاڑ ختم ہوجاتا ہے اس لئے حکم دیا گیا کہ "الحمدللہ" کہو، تاکہ اللہ کی عظیم نعمت جو تم سے خواہ ایک آن کے لئے ہی سہی، مگر چھین لی گئی تھی، اور اب واپس دیدی گئی ہے۔ اس پر تمہاری طرف سے "شکر" ادا ہوسکے۔

سوچئے، چھینک کے بعد "الحمدللہ" کہنا بظاہر کتنی معمولی بات ہے، لیکن اس میں کتنی بڑی حقیقت پوشیدہ ہے۔ شریعت کی ہر تعلیم میں اس طرح کی حکمتیں چھپی ہوئی ہیں۔ خواہ ہمیں ان کا ادراک ہوسکے یا نہیں، تاہم ہم ہر تعلیم پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ یہی پابندی ایک بندہ کو خدا کا بندہ بنادیتی ہے۔ یہ حکمت الحمدللہ کہنے کی حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ارشاد

فرمایا ہے۔ جس کو احقر نے اپنے شیخ مرشد حضرت پھولپوریؒ سے سنا ہے۔

۲۶ اپریل ۱۹۷۷ء   ۷ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

(۶)

اور اس کا دماغ روشن ہو گیا

فرمایا کہ ایک صاحب خدا کے قائل نہیں تھے، وہ کہا کرتے تھے، اس دنیا میں مقناطیسی نظام قائم ہے، اسی نظام نے دنیا کی ہر چیز کو اپنی اپنی جگہ پر تھام رکھا ہے اور کارخانۂ عالم چل رہا ہے، جب انہوں نے اپنے اس نظریہ کا اظہار ایک بزرگ کے سامنے کیا تو انہوں نے ایک لٹھ اٹھا کر اس کے سر پر مارا۔ ملحد نے کہا۔ خدا اگر ہے تو اس کا ثبوت آپ کو دلائل سے دینا چاہئے، یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے مار بیٹھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپکے پاس اس سلسلے میں کوئی دلیل نہیں۔

بزرگ نے فرمایا: میں نے آپ کو کہاں مارا؟

ملحد نے کہا: آپ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ نے ہی مجھے مارا ہے،

بزرگ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ میں نے نہیں مارا بلکہ یہ آپ کے دماغ کا مقناطیسی اثر ہے جس نے اس لاٹھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ چونکہ آپ کے دماغ میں مقناطیسی اثر کم ہے اس لئے لاٹھی ہلکے انداز سے کھینچی۔ اس لئے آپ کو مار لگی، مگر ہلکی، وگرنہ زیادہ ہونے کی صورت میں لاٹھی پوری قوت کے ساتھ کھینچتی، اور آپ کو مار شدید پڑتی۔

ملحد نے اپنی پہلی بات دہرائی۔ جس پر بزرگ نے فرمایا:

جب ایک معمولی لاٹھی کسی کے اٹھائے اور چلائے بغیر نہ اٹھ سکتی ہے

نہ کسی پر چل سکتی ہے، اور آپ کو یہاں کوئی مقناطیسی اثر نظر نہیں آرہا ہے تو یہ زمین و آسمان اور چاند، ستارے، سورج کا اتنا بڑا اور ہمہ گیر نظام کسی کے چلائے بغیر کیونکر چل سکتا ہے: یہاں بھی تو کسی ذات کو ماننا پڑے گا، جو عالم کے سارے نظام کو اپنے "قبضۂ قدرت" میں رکھ کر چلا رہی ہے، اور وہی خدا ہے:

بزرگ کی کہی ہوئی بات ملحد کے دل میں اتر گئی، ایک لاٹھی نے اسکے دماغ کو روشن کر دیا، اور تائب ہو کر خدا کی طرف رجوع ہوا۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ (مؤلف تعلیق الصبیح، شرح مشکوٰۃ) خدا کے وجود پر اس واقعہ کو "دلیل لٹھ" فرمایا کرتے تھے۔ اور میں اسے "لاٹھی دماغ روشن کرنے والی" کہا کرتا ہوں۔

آج مغربی نظام تعلیم اور عصری تہذیب و تمدن نے بہت سے نوجوانوں کو خدا سے دور کر دیا ہے، اور وہ تشکیک اور الحاد و دہریت کی وادئ نامراد میں سرگرداں ہیں، ضرورت ہے کہ اس زبان و بیان میں انہیں سمجھا کر خدا سے قریب کیا جائے جس زبان و بیان کو یہ سمجھنے کے عادی ہیں، ہر شخص سے مناسب حال گفتگو کرنا اور "علوم نبوت" سے اس کے دماغ کو روشن کر کے اسے "راہ راست" پر لانے کی برموقع تدبیر اختیار کرنا، یہی "حکمت" ہے اور یہ حکمت بزرگوں کی صحبت سے خوب سمجھ میں آتی ہے۔

علم نبوت تو ہے، مگر نور نبوت نہیں

فرمایا کہ: علامہ سید سلیمان ندویؒ کا شمار علم و فضل کے اعتبار سے اونچے لوگوں میں ہوتا ہے، جب یہ زندہ تھے ہر طرف ان کے علم کا شہرہ

اور غلغلہ تھا۔ مرنے کے بعد بھی ان کا "علمی احترام" کم نہ ہوا۔ شروع میں انکے دل میں "اہل اللہ" کی کوئی وقعت وعظمت نہیں تھی یہ سمجھتے تھے کہ انہیں دنیا میں کوئی کام نہیں رہ گیا ہے اس لئے "چہار دیواری" میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں مگر جب ایک نادیدہ قوت انہیں کشاں کشاں مولانا تھانوی کے پاس لے گئی اور ان سے "اصلاحی تعلق" قائم ہو گیا تو ان کے فکر و نظر کا پیمانہ بدل گیا۔ اس کے بعد تو انہیں اس وقت تک کی اپنی تصانیف اور علمی تحقیقات "جسد بے روح" کی طرح نظر آنے لگیں، وہ فرمایا کرتے تھے "علم کا مزہ تو اب ہم نے پایا ہے" جب ان کی یہ "نظر" کھلی تو صاحب دل "اہل نظر" کی باتیں کرنے لگے۔

چنانچہ ایک دفعہ **فرمایا کہ** "آج کل ہمارے علماء کے اندر مدرسوں میں رہنے کی وجہ سے "علم نبوت" تو آجاتا ہے لیکن "نور نبوت" نہیں آتا جس طرح یہ علم نبوت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح انہیں نور نبوت کی تحصیل میں بھی سعی کرنی چاہیئے۔ جس کے لئے "اہل دل" کی صحبت وخدمت ضروری ہے۔

واقعہ ہے، سید صاحب نے ایک گہری حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ علماء کو نبوت کا علم اور نور دونوں اپنے اندر جمع کرنا چاہیئے اسی وقت ان کا کام، اخلاص وللہیت کی وجہ سے تسلسل ودوام اختیار کرے گا اور اللہ کے بندوں کو ان سے بھر پور فائدہ پہنچے گا۔ حضرت سید سلیمان ندوی نے حضرت شیخ تھانوی کی مجلس اور تاثیر صحبت پر چند اشعار فرمائے ہیں ؎

ایسے کچھ انداز سے تقریر کی — پھر نہ پیدا شبہ باطل ہوا

آج ہی پایا مزہ ایمان میں   جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا

عالم کا سونا عبادت کیوں

فرمایا کہ وہ عالم دین جس کا اوڑھنا بچھونا دین ہے، اور ہمہ وقت دینی خدمت میں مصروف رہتا ہے اللہ کے نزدیک اسی کا بڑا اونچا مقام ہے ایسے عالم کا دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کا سونا بھی عبادت ــــ عالم کے سونے پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا، جسے میں نے حضرت پھولپوریؒ سے سنا تھا واقعہ یہ ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے سوال کیا۔ حضرت! حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم کا سونا بھی عبادت ہے، مگر اس کا عبادت ہونا سمجھ میں نہیں آتا؟۔

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا ایک بڑھئی ایک شخص کا دروازہ بناتا ہے اسے اپنے کام کے دوران میں بعض اوزاروں کو پتھر پر گھسنے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے تاکہ اوزار کے تیز ہو جانے کے بعد اس سے صحت اور تیزی کے ساتھ کام لے اب یہ بتایئے کہ بڑھئی جب اوزار کو تیز کر رہا ہوتا ہے اس وقت دروازہ تو وہ نہیں بناتا ہے لیکن اس کو اس وقت کی مزدوری ملے گی یا نہیں؟ پوچھنے والے نے جواب دیا، ہاں ضرور ملے گی۔ پھر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا، جب ایک بڑھئی کو اوزار تیز کرنے کے وقت کی مزدوری ملے گی، اور یہ وقت مزدوری ہی میں شمار ہوگا، منہا نہ کیا جائے گا، اسی بنیاد پر کہ اوزار کو تیز اس لئے کیا جارہا ہے کہ آئندہ اسی سے کام لے گا، تو سوچئے کہ ایک عالم بھی تو اسی لئے سوتا ہے، تاکہ سونے کے بعد اس کی تھکن اور اضمحلال دور ہو، اور نشاط،

مستعدی اور چاق چوبندی کے ساتھ دین کی خدمت کر سکے، اس صورت میں اس کا سونا کیوں نہ عبادت قرار پائے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی مزدوری کیوں کاٹی جائے، جبکہ اللہ کے بندے کے یہاں ایک بڑھئی کی مذکورہ بالا صورت میں مزدوری نہیں کٹتی ہے یہ تقریر بھی احقر نے اپنے مرشد پھولپوریؒ سے سنی تھی۔

---

۲۷ اپریل ۷۷ء ۸ جمادی الاول ۹۷ھ

(۷)

زمین کی شہادت

فرمایا کہ جب حشر برپا ہوگا، اس دن زمین کے پیٹ اور پیٹھ کی ساری چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔ مُردے، سونا، چاندی اور دیگر جو بھی دفینے اور معدنیات زمین کے اندر ہیں، اس کے لئے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ خون خرابہ ہوتا ہے، لیکن اس دن یہ باہر پڑے ہوں گے اور کوئی نظر اٹھا کر دیکھنے والا نہ ہوگا۔ اور سب جان لیں گے یہ کس قدر بے حقیقت ہیں۔

اسی طرح مومن اور کافر ہر انسان سے جو بھی اچھا عمل یا بُرا عمل صادر ہوتا ہے، وہ زمین ہی پر ہوتا ہے۔ آج یہ زمین بے زبان ہے، لیکن حشر کے دن قادر مطلق کے حکم سے زمین میں قوت گویائی آجائے گی، یعنی ساکت، وناطق ہو جائے گی۔ اور چھوٹے بڑے اچھے بُرے، ہر ہر واقعہ کی پوری پوری شہادت پیش کرے گی۔ گویا آج یہ زمین زندگی کے تمام اقوال و افعال اور حرکات و سکنات کو جوں کا توں ٹیپ کر رہی ہے کل ٹیپ کا

بند کھول دیا جائے گا۔ اور پورا ٹیپ کیا ہوا مواد سامنے آ جائے گا۔ مثلاً کہے گی۔ فلاں شخص نے نماز پڑھی تھی، فلاں، فلاں کی مصیبت میں کام آیا تھا، فلاں ہر کارِ خیر میں آگے بڑھ کر حصہ لیتا تھا، فلاں اللہ کے سامنے سرِ نیاز خم نہ کرتا تھا اور اس کے ہر حکم سے سرتابی کرتا تھا، فلاں نے چوری کی تھی، ظلم کیا تھا، خون ناحق بہایا تھا۔ ان حقائق کو قرآن مجید کی ان آیات میں بیان کیا گیا ہے: اذا زلزلت الارض زلزالها الخ

ترجمہ:۔ "جب کہ زمین اپنی جنبش سے خوب ہی ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک نکالے اور آدمی بول اُٹھے کہ اسے (یہ) ہوا کیا؟ اس دن زمین اپنی سب چیزیں بیان کر گذرے گی، یہ اس لئے کہ آپ کے پروردگار کا حکم اسے یہی ہو گا۔

(الزلزال آیت ا تا ۵)

زمین کی اس "عظیم شہادت" کے پیش نظر شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے ایک بڑی "حکیمانہ بات" ارشاد فرمائی۔ فرماتے ہیں! جس زمین پر انسان سے کسی گناہ کا صدور ہو جاتے تو اسے چاہئے کہ اس جگہ کوئی نیک کام بھی کر دے تاکہ وہ زمین جو حشر کے دن اس کے گناہوں کی گواہی دے، ساتھ ہی نیکی کی شہادت بھی پیش کرے اور معاملہ برابر ہو جائے۔" بلکہ نیکی پر تو وعدہ ایک پر دس دینے کا ہے۔

حضرت علیؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ "بیت المال" کا سارا مال "اہل حقوق" میں تقسیم فرما دیتے اور بیت المال خالی ہو جاتا تو اس میں دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر فرماتے "تجھے قیامت میں شہادت دینی ہوگی کہ میں نے تجھ کو حق کے ساتھ بھرا، اور حق ہی کے ساتھ خالی

کر دیا — اس لئے زمین پر رہتے ہوئے ہمیں غافل نہیں رہنا چاہئے بلکہ ہم ہوشیار اور چوکنا رہیں کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جس دن زمین ہمارے تمام اعمال اور حرکات و سکنات کی ٹھیک گواہی اللہ کے حضور پیش کرے گی، بڑے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جن کے حق میں زمین کی گواہی نجات کا ذریعہ ہے۔

دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری

فرمایا کہ کسی کو پیچش ہو، حکیم اس کے لئے "اسپغول" تجویز کریں، وہ اس کو استعمال تو کرے، لیکن ساتھ کباب اور چٹنی بھی کھاتا رہے، بتلائیے اس بد پرہیزی میں اسپغول کیا کام دے گا۔ اس وقت تو اور بھی غضب کے مروڑ آئیں گے۔ اسی طرح آپ اپنے مرض روحانی میں عمل صالح کی دوا تو استعمال کریں مگر گناہ کی بد پرہیزی بھی جاری رہے تو اس طرح عمل صالح کی دوا سے آپ کا مرض روحانی کیوں کر زائل ہو گا ایک گناہ کے بعد دوسرے گناہ کا اور بھی ذوق بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے جس طرح صحت جسمانی کے لئے اچھی دوا کے ساتھ پرہیز لازمی ہے اسی طرح صحت روحانی کے لئے بھی "اعمال صالحہ" کے اہتمام کے ساتھ برائیوں سے بچنا ازبس ضروری ہے۔ اس کے بغیر صحت کی توقع فضول ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے تھے "ایک گناہ سے بچنا، ایک ہزار رکعت تہجد پڑھنے سے بہتر ہے۔

ترقی کا صحیح مفہوم

فرمایا کہ ترقی کی دو قسمیں ہیں، ظاہری ترقی، حقیقی ترقی، اللہ سے غافل ہو کر جس ذریعہ اور

جس طریقہ سے بھی ترقی کی جائے وہ ظاہری ترقی ہوگی۔ حقیقی اور اصلی ترقی وہ ہے جو اللہ سے تعلق قائم کرتے ہوئے کی جائے۔ اسے ایک مثال سے سمجھے۔

ایک شخص مغزیات کا استعمال کرے بادام اور میوے خوب کھائے یقیناً اس سے اس کا جسم فربہ ہوگا، وہ صحت مند اور تندرست ہوگا، لیکن ایک شخص وہ ہے جس کا جسم مقویات کے استعمال سے نہیں بلکہ ضرب شدید یا کسی بیماری سے ورم کر جائے۔ اب دیکھئے دونوں جگہ جسم کی ترقی ہے۔ مگر پہلی ترقی حقیقی ہے اور دوسری ترقی ہلاکت لانے والی ترقی ہے۔

اسلام پہلی ترقی کی دعوت دیتا ہے، جس میں اطمینان ہے، قرار اور دلجمعی ہے، دوسری ترقی سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو ہمیشہ انسان کو مضطرب اور بے چین رکھتی ہے۔ ننانوے کے پھیر سے اس کا قدم نکلتا نہیں اور سیر کبھی ہوتا نہیں، یہ ترقی انسان کو ہوا و ہوس اور حرص و لالچ کا غلام بنائے رکھتی ہے۔ قناعت اور صبر و سکون سے اس کا دامن خالی ہے۔

اس ترقی کے لئے یورپ اور امریکہ کی مثال آپ سامنے رکھ سکتے ہیں آپ کو چاہئے کہ ترقی کے صحیح مفہوم سے واقف ہوں۔ اور اسی ترقی کے دل وجان سے شیدا ہوں اور ظاہری ترقی کی طمع میں نہ آئیں کہ یہ ترقی باعث پریشانی اور بے سکونی ہوتی ہے۔

۲۸ر اپریل ۷۷ء ۱۹ — (۸) — ۹ر جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

کسی خاک کی پر مت کر خاک اپنی زندگانی کو

فرمایا کہ آج انسان اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو مختلف

انداز اور مختلف طریقے سے "خاک" پر صرف کر رہا ہے، خاک کا بدن، خاک کا مکان، خاک کی دکان، خاک کی فیکٹری، خاک کی غذا، خاک کے کپڑے، غرض یہ کہ جس طرف نظر اٹھائیے، ہر ایک کی اصل خاک ہے، اور اسی خاک کو بنانے اور سنوارنے کی محنت ہر سو جاری ہے، لیکن ظاہر ہے خاک پھر خاک ہے، جب "خاکی انسان" خاکی چیزوں پر اپنی زندگانی کو خاک کرے گا تو اس کا ٹوٹل اور جمع بھی "خاک" ہی ہوگا اور آخرت میں سوائے حسرت وندامت کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اگر کوئی ان "خاکی چیزوں" کی "بازار آخرت" میں قیمت چاہتا ہے، تو انہیں احکام الٰہی کا پابند بنادے اور اپنی پوری جوانی وزندگانی اس کے دینے والے اللہ پر فدا کردے، پھر دیکھے کہ وہ کس قدر دنیوی اور آخروی سعادتوں سے نوازہ جاتا ہے اور اسے کتنا اعلیٰ اور ارفع مقام ملتا ہے ـــــ؟ اس سلسلے میں یہ شعر بڑا حقیقت آفریں ہے۔ جو احقر ہی کا ہے۔

؎ کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

دنیوی زندگی ـــــ دھوکہ کا سامان

فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز فانی اور آنی جانی ہے، یہاں نہ بہار کو قرار ہے نہ خزاں کو، نہ راحت کو نہ مصیبت کو، نہ غم کو نہ خوشی کو، نہ مال ودولت کو نہ عہدہ ومنصب کو، نہ بیوی بچوں کو، نہ دوست احباب کو۔ یعنی بڑی سے اور چھوٹی سے چھوٹی کسی چیز کو یہاں قرار نہیں۔ سب آنکھیں چرانے والی ہیں، یہاں تک کہ خود انسان کی زندگی اور صحت اس سے

بے مروتی اور بے وفائی کا ہر روز اعلان کرتی ہے، قرآنِ مجید نے دنیوی زندگی کی حیثیت کو بڑے دلنشین انداز میں سمجھایا ہے،

ارشاد ہے:- (ترجمہ) "خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض ایک کھیل کود اور ظاہری خوشنمائی اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے پر برتری جتلانا ہے، گویا کہ بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے، پھر خشک ہو جاتی ہے، سو تو اسے زرد دیکھتا ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید بھی ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی بھی اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا سامان (مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) ہے۔" (الحدید آیت ۲۰)

مطلب یہ ہے کہ اس عارضی وفانی دنیا کے برعکس عالم آخرت باقی ولازوال ہے، اور وہاں کی کیفیتیں دو ہیں، دونوں ثابت و باقی، ایک کافروں کے لئے اور وہ عذاب شدید ہے، دوسری ایمان والوں کے لے اور اللہ کی مغفرت ورحمت ہے، اب انسان کو اختیار ہے کہ ان دو میں سے جس کو چاہے اپنا مقصود اعظم بنالے۔ احقر کا شعر ہے

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

ہے کے باوجود ہم لوگ اس پر جان نچھاور کرتے رہتے ہیں اور اسکی فکر او چکر میں پڑکر اللہ کی بلند و بالا ذات کو بھول جاتے ہیں۔ یعنی ہم نے دنیا اور "متاع دنیا" کو "لیلیٰ" بنا کر اپنے "مولیٰ" کو فراموش کر دیا ہے، جو کس قدر غفلت کیشی اور انجام سے بے خبری کی بات ہے ؎

قدم سوئے مرقد، نظر سوئے دنیا کدھر جا رہا ہے، ادھر دیکھتا ہے

تمت بالخیر

رائے اکابر علمائے کرام و مشائخ عظام برائے تصانیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

رائے عالی حضرت مولانا و مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی ؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد۔ کتاب معارف مثنوی کو مختلف مقامات سے دیکھا ماشاء اللہ مثنوی شریف کی خوب تشریح کی ہے گاہ بگاہ اس کو اپنے یہاں بعد عصر سناتا بھی ہوں، اس بات سے بہت ہی مسرت ہے کہ اکابر کرام نے بھی اس کو پسند فرمایا اور یہاں کے بعض اکابر ہندوستان میں اس کی طباعت و اشاعت کے خواہشمند ہیں اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمادیں اور لوگوں کو اس سے منتفع ہونے کی توفیق بخشیں۔

ابرار الحق
۲۲ صفر ۹۵ھ

رائے عالی حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی دامت برکاتہم
یادگار حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی ؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد۔ حضرت عارف رومی قدس سرہٗ کی مثنوی معنوی اپنے اسرار و معارف

کے لحاظ سے بین العوام والخواص مشہور و معروف ہے علماء و مشائخؒ نے اس کو تلقی بالقبول فرمایا ہے چنانچہ اپنی مجالس و مواعظ میں اس کے اشعار و مضامین بطور سند و حجت پیش فرماتے ہیں بلکہ اس کے درس و تدریس کا سلسلہ بھی رہا ہے جس کی وجہ سے بہتوں کی اصلاح ہوئی عقائد تک درست ہوئے اور عقائد زندقہ سے تائب ہو گئے ۔ معلوم نہیں کتنے اہل ذوق عشق و محبت الٰہی میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے ۔ نسبت مع اللہ کی دولت سے لوازے گئے اور واصل الی اللہ ہو گئے اور کتنے اہل علم حامئے تقلید سے پایۂ تحقیق تک پہنچ گئے ۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کو تو گویا مثنوی معنوی سے عشق تھا امداد المشتاق میں آپ کا یہ ملفوظ مذکور ہے کہ

"فقیر نے عادت کر لی ہے کہ سفر حضر میں کلام اللہ شریف، دلائل الخیرات و مثنوی معنوی کو ضرور پاس رکھتا ہوں"

نیز حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"تین کتابیں البیلی ہیں قرآن شریف، بخاری شریف، مثنوی شریف"

اسی طرح حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کو بھی اس کتاب سے خاص شغف تھا چنانچہ کئی دفتر کی شرح بھی لکھی جو کلید مثنوی کے نام سے مشہور ہے ۔

پس اکابر کے اس قدر شغف کا تقاضا تھا کہ ہم منتسبین بھی اس کتاب سے خاص ربط رکھتے اور مولانا رومیؒ کے فیوض سے مستفیض ہوتے مگر فارسی زبان سے ناواقفیت اور سلوک و طریق سے قلت مناسبت کی بناء پر اب گویا اس کتاب سے تعلق ہی ختم ہو رہا ہے ۔

بنا بریں ضرورت تھی کہ اس کے زیادہ مفید و موثر اشعار کا انتخاب کر کے اس کا اردو میں ترجمہ کیا جائے اور اس کے مفہوم و مقصود کو آسان و دلچسپ طریقے

سے بیان کیا جائے، اس کی حکایت کا اقتباس کیا جائے اور اس کے فوائد کو بالاختصار لکھا جائے تاکہ کچھ اس اہم کتاب سے ربط باقی رہے اور کل فائدہ نہیں تو بعض تو حاصل کیا جاسکے مالایدرک کلہٗ لایترک کلہٗ۔

لہٰذا قابل مبارکباد ہیں عزیز محترم و مکرم مجتمٌ و مخلصم جناب مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب سلمہ وزادلطفہ کہ انہوں نے اس خدمت کو بطریق احسن انجام دیا اور اس سلسلہ میں بہت محنت و عرق ریزی کی۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ بس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے یہ اہم کام انجام دیا فھنیاً لھم

درمیان میں جو موقع بموقع اپنے مشائخ و اکابر کے ارشادات کو بطور تائید لائے ہیں اس سے تو چار چاند لگ گئے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مشائخ اور متقدمین کی تعلیمات میں کس قدر تطابق ہے اس طرح گویا بہت سے عارفین کے معارف اس کتاب میں آگئے ہیں۔

کتاب کے عام فہم اور دلچسپ و مفید ہونے کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ معارف مثنوی اس لائق ہے کہ سفر حضر میں ساتھ رکھی جائے اور اس سے منتفع ہوا جائے فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین والسالکین

مثنوی اختر کو بھی دیکھا ماشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی خوب اور وجد آفریں ہے۔ مضامین بہت ہی مفید آگئے ہیں مسائل سلوک اور رذائل نفس اور اس کے علاج کو عمدہ طریقے سے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔

بطور خلاصہ عرض ہے کہ معارف مثنوی قابل دید ہے اور اس کے مؤلف سلمہٗ قابلِ داد۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و قوت کے ساتھ رکھے اور خوب کام لے۔

محمد احمد پھولپوری پرتاپگڈھی

۱۳ ربیع الثانی ۹۷ھ

رائے عالی برائے تصانیف حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

از حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

باسمہ سبحانہٗ

عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ آپ کی دو کتابیں **معارف مثنوی** اور **دنیا کی حقیقت** پہنچکر موجب منت ہوئیں۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کا تعلق اولاً مولانا پھولپوری سے اور آخراً مولانا ابرار الحق صاحب سے ہے اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کو اس ہدیہ سنیہ کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ یہ دونوں کتابیں سن بھی لیں۔ مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں۔ دل پر اثر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔ صدقہ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ معارف شمس تبریز کی طباعت کا بھی جلد از جلد انتظام فرمائے اور لوگوں کو ان معارف سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔ آپ کی دیگر تالیفات کی قبولیت کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ذخیرۂ آخرت بنائے اور اپنے وقت پر حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے۔

(حضرت شیخ الحدیث) **محمد زکریا** (دامت برکاتہم)

مدینہ طیبہ ۱۱/۵/۷۶ء

رائے عالی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی

و صدر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف معارف مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ فارسی اردو میں قدرۃ شعر حسن ذوق پاکیزگی خیالات درد دل کا بہترین مرقع ہے۔ اب موصوف نے دیوان شمس تبریز جو عارف رومی تکلم کے شیخ ہیں ان کے حقائق و معارف کا انتخاب و تشریح و بیان لکھکر اپنے حسن ذوق۔ لطافت طبع سلامت فکر کا ایک اور شاہد عدل پیش کیا اللہ تعالیٰ ارباب ذوق کو انکے شگفتہ تالیفات و انتخابات سے مزید مستفید فرمائے۔ آمین

محمد یوسف بنوری

سہ شنبہ ۔ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

رائے عالی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب دامت برکاتہم
رئیس تحریر مجلہ الفرقان لکھنؤ
(مؤلف معارف الحدیث)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تالیف کتاب معارف مثنوی کا مطالعہ شروع کیا جب تک نیند نے مجبور نہیں کیا پڑھتا رہا۔ کتاب کو بہت قابل قدر اور لذیذ پایا۔ مجھے برابر اس کتاب کا اشتیاق رہا محترم حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم ایک دن عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپ کی اس کتاب کا تحفہ ساتھ لائے اس وقت سے یہ کتاب برابر میرے قریب رہتی ہے۔ الحمد للہ اس سے بہت نفع ہوا شکر گزار اور دعا کا خواستگار والسلام

محمد منظور نعمانی
۴ ذوالحجہ ۹۷ھ

تالیفات

حضرت اقدس عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی ؒ

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۵۶۷ صفحات ۔ نو سو عنوانات اور تقریباً ۲ ہزار احادیث مبارکہ پر مشتمل ہے (حصہ اول) مضامین افتتاحیہ (حصہ دوم) مکارم اخلاق مظہر خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ سوم) خصوصیات انداز زندگانی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ چہارم) تعلیمات دین اکمل و اتم سید الاولین والآخرین صلی اللہ وسلم ۔ باب ۱ ایمانیات باب ۲ عبادات ۔ باب ۳ معاملات ۔ باب ۴ معاشرت باب ۵ اخلاقیات ۔ باب ۶ حیات طیبہ کے صبح و شام ۔ باب ۷ مناکحت و نومولود ۔ باب ۸ مرض و عیادت موت و مابعد موت ۔ مناجات ۔ **نوٹ** :۴۰ سال کے اندر پانچواں ایڈیشن طبع ہوا ہے اور سندھی زبان بھی شائع ہوا ہے ۔ نیز انگریزی اور گجراتی میں بھی ترجمہ چھپا ہے ۔

ماثر حکیم الامت

تقریباً ۴ سو صفحات حضرت کی خانقاہ کا تفصیلی خاکہ معمولات یومیہ ۔ امور طبعی ۔ حضرت کا مسلک اصلاح رسوم خانقاہی ۔ انداز تربیت ۔ حقیقت سلوک وغیرہ اہم عنوانات پر مشتمل ہے ۔

بصائر حکیم الامت

تقریباً ۶۰۰ صفحات حسب ذیل عنوانات حقیقت طریق ۔ لوازمات طریق ۔ متعلقات طریق اصطلاحات طریق ۔ احوال و کیفیات وساوس خطرات ۔ اخلاق حمیدہ رذیلہ ۔ انتخاب از تربیت السالک خاص مضامین / مقالات حکمت پر مشتمل ہے ۔

گناہ کے نقصانات

مرتبہ: مخدومنا حضرت اقدس مولانا الشاہ محمد ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رح

طاعت (نیکی) کے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں، گناہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی) کرنے سے وہ بسا اوقات ضایع ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک شخص ۲۵ سال تک سرکاری ملازمت پوری پابندی کے ساتھ انجام دیتا رہا ہو اور برابر ترقی ملتی رہی ہو اور برابر ترقی ملتی رہی ہو۔ اگر وہ کسی دن رشوت لیتا ہوا پکڑا جائے یا کسی کو قتل کر دے تو اس کی نیک نامی جو حکام اور عوام میں تھی وہ جاتی رہتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سزا کا بھی مستحق ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا معاملہ سمجھ لینا چاہئے مگر ایک بڑا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات رحیم و رحمٰن ہے اس لئے کیسا ہی بڑا گناہ ہو توبہ کرنے سے اس کو معاف کر دیتے ہیں ہر گناہ کی توبہ کا طریق الگ الگ ہے۔ (حقوق الاسلام کو دیکھئے)

گناہ کے نقصانات تفصیلی دیکھنے ہوں تو جزاء الاعمال کو دیکھئے یہاں مجملاً بعض نقصانات کو بیان کیا جاتا ہے۔ کتاب حیاۃ المسلمین سے جو حضرت اقدس حکیم الامت مولانا الشاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیف کی ہوئی ہے، اصلاح امت کے لئے بے نظیر کتاب ہے۔ حضرت موصوف کی حیات میں سات آٹھ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا حضرت موصوف فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کو اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرتا ہوں اس میں ۹۰ آیات قرآنی، تین سو احادیث شریفہ کے مضامین شرح کی گئی ہے، بہت ہی سہل و سلیس عبارت میں حضرت موصوف فرماتے تھے کہ جتنی مشقت اس کتاب کے

لکھنے میں ہوئی آتنی کسی کتاب میں نہیں ہوئی یعنی اس کے مضامین وعبارت کو سہل تر بنانے میں۔ حیواۃ المسلمین میں گناہوں کو جمع بھی فرمایا گیا ہے۔ اب اصل کتاب کا مضمون نقل کیا جاتا ہے۔

گناہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس میں سزا نہ بھی ہوتی تب بھی یہ سوچ کر اس سے بچنا ضروری تھا کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو جاتی ہے۔ اگر دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ احسان کرتا ہو اسکو ناراض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کے احسانات تو بندہ کے ساتھ بے شمار ہیں اس کے ناراض کرنے کی کیسے ہمت ہوتی ہے اور اب تو سزا کا بھی ڈر ہے خواہ دنیا میں بھی سزا ہو جاوے یا صرف آخرت میں چنانچہ دنیا میں ایک سزا یہ بھی ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے کہ اس شخص کو دنیا سے رغبت اور آخرت سے وحشت ہو جاتی ہے اور اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل کی مضبوطی اور دین کی پختگی جاتی رہتی ہے جیسا روح بست ودیکم کے شروع مضمون سے بھی صاف ظاہر ہو جاتا ہے تو اس حالت میں تو گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے خواہ دل کے گناہ ہوں خواہ ہاتھ پاؤں کے خواہ زبان کے پھر خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں خواہ بندوں کے ہوں اور یہ سزا تو سب گناہوں میں مشترک ہے اور بعض گناہوں میں خاص خاص سزا بھی آئی ہیں۔

پہلا نقصان حدیث پاک میں ہے کہ دل پر زنگ لگ جاتا ہے (روایت کیا اس کو امام احمد وترمذی نے) **دوسرا نقصان** حدیث پاک میں ہے کہ رزق سے محرومی ہو جاتی ہے (جزاء الاعمال) ف۔ ظاہر میں محرومی ہو جانا تو کبھی ہوتا ہے اور رزق کی برکت سے محرومی ہو جانا ہمیشہ ہوتا ہے۔ **تیسرا نقصان**۔ اللہ تعالےٰ کا غضب نازل

ہو جاتا ہے (روایت کیا اس کو امام احمد نے) خاص خاص گناہوں کے خاص نقصانات (۱) بے حیائی کے اعمال وافعال سے طاعون میں اور ایسی نئی نئی بیماریوں میں مبتلا کیا

جاتا ہے جو پہلے لوگوں میں نہیں تھیں (۲) زکوٰۃ نہ دینے سے بارش میں کمی ہوتی ہے (۳) ناحق فیصلہ کرنے اور عہد شکنی کرنے پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے (۴) ناپ تول میں کمی کرنے سے قحط تنگی اور حکام کے ظلم میں مبتلا کیا جاتا ہے (۵) خیانت کرنے سے دشمن کا رعب ڈالدیا جاتا ہے (۶) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کرنے پر بزدلی پیدا ہوتی ہے اور دشمن کے دل سے رعب دور کر دیا جاتا ہے (جزاء الاعمال)

اب اُن گناہوں کو لکھا جاتا ہے جن پر وعیدیں آئی ہیں: (۱) حقارت سے کسی پر ہنسنا (۲) کسی پر طعن کرنا (۳) بُرے لقب سے پکارنا (۴) بدگمانی کرنا (۵) کسی کا عیب تلاش کرنا (۶) غیبت کرنا (۷) بلا وجہ بُرا بھلا کہنا (۸) چغلی کھانا (۹) تہمت لگانا (۱۰) دھوکہ دینا۔ (۱۱) عار دلانا (۱۲) کسی نقصان پر خوش ہونا (۱۳) تکبر کرنا (۱۴) فخر کرنا (۱۵) ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا (۱۶) کسی کے مال کا نقصان کرنا (۱۷) کسی کی آبرو پر صدمہ پہنچانا (۱۸) چھوٹوں پر رحم نہ کرنا (۱۹) بڑوں کی عزت نہ کرنا (۲۰) بھوکوں ننگوں کی حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا (۲۱) کسی دنیوی رنج کی وجہ سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دینا (۲۲) جاندار کی تصویر بنانا (۲۳) زمین پر موروثی کا دعویٰ کرنا (۲۴) ہٹے کٹے کو بھیک مانگنا (۲۵) ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں (۲۶) کافروں یا فاسقوں کا لباس پہننا (۲۷) عورتوں کو مردوں کا لباس پہننا (۲۸) مردوں کو عورتوں کا لباس پہننا (۲۹) بدکاری کرنا (۳۰) چوری کرنا (۳۱) ڈکیتی کرنا (۳۲) جھوٹی گواہی دینا (۳۳) یتیم کا مال کھانا (۳۴) ماں باپ کی نافرمانی کر کے تکلیف دینا (۳۵) بے خطا جان کو قتل کرنا (۳۶) جھوٹی قسم کھانا (۳۷) رشوت لینا (۳۸) رشوت دینا (۳۹) رشوت کے معاملہ کو چکانا (۴۰) شراب پینا (۴۱) جوا کھیلنا (۴۲) ظلم کرنا (۴۳) کسی کا مال بغیر اسکی رضامندی کے لے لینا (۴۴) سود لینا (۴۵) سود دینا (۴۶) سود لکھنا (۴۷) سود پر گواہ بننا (۴۸) جھوٹ بولنا (۴۹) امانت میں خیانت کرنا (۵۰) وعدہ خلافی کرنا

رمضان شریف کے متعلق

خصوصی ہدایات

مرتبہ:۔ مرشدی ومولائی حضرت مولانا الشاہ **محمد ابرار الحق** صاحب
مدظلہم العالی ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

---

(۱) کثرت کلمۂ طیبہ (۲) کثرت استغفار (۳) جنت کا سوال کرنا (۴) دوزخ سے پناہ مانگنا (۵) تلاوت کلام پاک جس قدر ہو سکے۔ درود شریف کم از کم تین سو مرتبہ زیادہ جس قدر ہو سکے بہت ہی اچھا ہے (۶) تکبیر اولیٰ بالخصوص جماعت کا بہت زیادہ اہتمام کرنا (۷) تراویح کے لئے عشاء کی جماعت کے وقت سے قبل حاضر رہنا (۸) اوقات فرصت کو مسجد میں بہ نیت اعتکاف گزارنا (۹) حسب گنجائش صدقہ وخیرات کرنا (۱۰) فضول باتوں سے بہت اہتمام سے بچنا، بلا ضرورت شدید دنیوی بات بھی نہ کرنا (۱۱) ہر گناہ سے بچنا بالخصوص سینما، بدنگاہی، غیبت، جُوا، (لاٹری) ریڈیو پر گانے باجے سننے، شرعی پردہ نہ کرنے، گالی گلوچ لڑائی جھگڑا کرنے، ڈاڑھی منڈانے یا ایک مشت سے کم ہونے پر کترانے سے بہت احتیاط کرنا۔ ورنہ ایسے روزے کی قدر اللہ تعالیٰ کے یہاں نہیں ہے۔ ایسے روزے سے انعامات وفوائد روزے کے حاصل نہیں ہوتے۔ حدیث پاک میں ہے روزہ جہنم سے ڈھال ہے جب تک اسکو نہ پھاڑے۔ ڈھال پھاڑنا یہ ہے کہ گناہ کا ارتکاب کرے (مشکوٰۃ شریف)

تنبیہ:۔ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ روزہ میں کھانا پینا جو انسان کیلئے

بہت ہی اہم ہے اُس کو روزہ میں چھوڑ دیا گیا۔ بیڑی، سگرٹ، حقہ پان تمبا کو جس کی نوبت کتنی مرتبہ آتی تھی محض تعمیل حکم کے لئے اور روزے کے برکات و فوائد حاصل کرنے کے لئے ان کو چھوڑنے کی مشقت کو برداشت کیا جاتا ہے، تو جو باتیں ممنوع وقابل ترک ہیں اُن کو روزے میں برتا جاوے تو کس قدر نامناسب ونازیبابات ہوگی۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ۔ (مشکوٰۃ شریف) یعنی جو شخص گناہ کی بات اور عمل روزے میں نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اُس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی قدر نہیں۔ ہمت کرنے سے مشکل کام میں منجانب اللہ مدد ملتی ہے۔ ایک صاحب جو بیس۲۰ سے زیادہ سگریٹ دن بھر میں پیتے تھے یہ سننے پر کہ اسی زبان، دانت وتالو سے قرآن شریف کی تلاوت کی جاوے اور ذکر اللہ کیا جاوے اور اس کو سگریٹ کی بو سے گندہ رکھا جاوے کس قدر نامناسب حرکت ہے، فوراً ہمت کرلی کہ اس وقت سے نہ پیئنگے۔

اسی طرح ایک صاحب نے لندن کے قیام میں اسی خیال کے آنے پر وہاں ارادہ ترک سگریٹ کا کرلیا اور اس پر عمل برابران دونوں حضرات کا جاری ہے حالانکہ ایک صاحب کی عادت ۳۰ سال سے زیادہ کی تھی۔ اسی طرح ضرورت ہے کہ شرعی ڈاڑھی رکھنے کا قصد وہمت اس مبارک مہینہ میں کرلی جاوے پھر شرعی ڈاڑھی کے بعد اپنے چہرہ کو آئینہ میں دیکھا جاوے تو خود ہی فیصلہ کرے گا کہ شکل کتنی نورانی ہوگئی ہے، یہ یہ گناہ ایسا ہے کہ ہر وقت اس میں ابتلاء رہتا ہے۔ چوری۔ قتل۔ بدکاری دن یا رات کو کرے تو صبح کو کسی کو معلوم نہیں ہوتا حالانکہ بڑے گناہ ہیں مگر شرعی ڈاڑھی نہ ہونے سے نماز، روزہ، حج کی حالت میں بھی مجرم کی صورت میں ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے محروم ہے۔ تفصیل کے لئے رسالہ ڈاڑھی کا وجوب (مؤلفہ

حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث دیکھئے)

(۲) بہت سے لوگ ڈاڑھی سامنے تو ایک مشت کی رکھتے ہیں اور رخسار (گلے) کی داہنی اور بائیں جانب ایک مُشت سے کم رکھتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ سامنے کی طرح دائیں اور بائیں جانب بھی ایک مشت رکھنا واجب ہے۔

(۳) شرعی پردے سے مُراد یہ ہے کہ جو اعزہ نامحرم ہیں اُن سے شریعت کے حکم کے موافق پردہ کرنا۔ احکام پردے کے بہشتی زیور۔ بہشتی ثمر۔ علم الفقہ، تعلیم الاسلام میں مسطور ہیں۔ صرف اُن نامحرموں کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے لوگ جن کو نامحرم نہیں سمجھتے ہیں۔ مرد کے لئے (۱) بھائی کی بیوی (۲) بیوی کی بہن (۳) خالہ۔ پھوپھی۔ ماموں چچا کی لڑکیاں (۴) ممانی (۵) چچی، عورت کے لئے (۱) بہن کا شوہر (۲) شوہر کا بھائی (۳) خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے لڑکے (۴) خالو (۵) پھوپھا۔

(۴) غیبت سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام چاہئے۔ اکثر حضرات کے روزے اس کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ (مضمون مرتبہ احقر "اصلاح الغیبۃ" کو ملاحظہ کیجئے (۵) بدنگاہی سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام چاہئے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا زہریلا تیر ہے۔ اس سے طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے قلب میں ایسی بڑی ظلمت پیدا ہو جاتی ہے جو بعض دفعہ استغفار سے بھی دور نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ جب تک بدنگاہی کے موقع پر ضبط، حفاظت نظر سے کام نہ لیا جائے بدنظری کی ظلمت دور نہیں ہوتی ہے، اس کی اصلاح کے لئے عرض احقر[1] کو بھی ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے۔

پردہ کیلئے حضرت مرشدنا مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی دردمندانہ گذارش! حضرات آپ ایک پاؤ گوشت کو

---

[1] یہ پرچہ اصلاح بدنظری کا پتہ ذیل سے مفت حاصل فرمائیں
مجلس اشاعت الحق۔ ۴۔جی۔ $\frac{1}{12}$ ناظم آباد۔ کراچی۔

چیل کے خوف سے اور ایک سو کے نوٹ کو جیب کتروں کے خوف سے اور روٹیوں کو چوہوں کے خوف سے اسی طرح ایک پاؤ دودھ کو بلی کے خوف سے چُھپا کر رکھتے ہیں جبکہ ان میں خود سے اُن کے اُچک لینے والوں کے پاس جانے کی صلاحیت بھی نہیں اور ان کے اُچک لینے کے کچھ دیر بعد اُن سے اگر واپس مل جائے تو گوشت میں اور نوٹوں میں کوئی عیب بھی نہیں پیدا ہوتا برعکس عورتوں میں خود سے اہل شر کی طرف کھنچ جانے کی صلاحیت ہے اور واپس لینے کے بعد ایسی عیب دار سمجھی جاتی ہیں کہ تمام خاندان کی گردنیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ پس جن لوگوں کے نزدیک عورتوں کی عزت ایک پاؤ گوشت اور سو کے نوٹ کے برابر بھی نہیں اُن سے ہم کو کچھ نہیں کہنا چاہئے باقی وہ حضرات جن کو اپنی بہو۔ بیٹیوں اور بیویوں کی عزت کا احساس ہے وہ پردہ شرعی کا اہتمام اپنے گھروں پر شروع کردیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پاک دل اور پاک نظر والے تھے جب ان کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت نظر کا حکم فرمایا تھا تو اس زمانے میں اپنے لئے پاک دل اور پاک نظر کا بہانہ کیسے درست ہو سکتا ہے۔

پائجامہ یا تہبند سے ٹخنوں کو ڈھانکنا ناجائز ہے

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ٹخنہ ڈھانکنے والے سے محبت نہیں فرماتے۔ فتح الباری شرح بخاری۔ کتاب اللباس ج ۱۰

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنا حصہ پائجامہ یا تہبند کا ٹخنہ کے نیچے لٹکا ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔

(ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار بخاری شریف)

اس زمانے میں ٹخنہ ڈھانکنے کی وبا بھی عام ہو رہی ہے، اس عادت سے خود بھی بچے اور اپنے دوستوں کو بھی سمجھائے یہ عمل نہ مسجد میں جائز ہے نہ مسجد سے باہر جائز ہے ہر جگہ ہر وقت اس کا اہتمام رکھے کہ ٹخنے کھلے رہیں۔

منتخب اصلاحی اشعار

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

نوٹ: یہ دو شعر مذکور حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے خاص حجرہ تھانہ بھون میں لکھے ہوئے تھے۔

لطف دنیا کے ہیں کئے دن کے لئے
کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے
یہ کیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ
تو نے ناداں گل دیئے تنکے لئے

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آئی ہے
جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

رُوح کی بیماریاں
اور
اُن کا علاج

حصہ دوم

مؤلفہ

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

ناشر

کتب خانۂ مظہری، گلشن اقبال ۲، کراچی

فہرست مضامین

رُوح کی بیماریاں اور ان کا علاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معمولات

برائے

سالکین

از

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معمولات برائے سالکین

(۱) باوضو ، صاف کپڑے ، عطر لگا کر ، قبلہ رو بیٹھ کر مراقبہ کریں کہ میری قبر سامنے ہے ۔ میں اپنی قبر کے سامنے سب سے پہلے اپنی نفی کر رہا ہوں پھر تمام ما سوا اللہ کی اور اس طرح پانچ سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تعداد پوری کریں ۔ لَآ اِلٰہَ سے دنیا کے تمام فانی محبوب اور ان باطل معبودوں کی نفی کریں جو خواہشات نفسانیہ کی صورت میں ہمارے دل کے اندر خدا بنے ہوئے ہیں ۔ اور اِلَّا اللّٰہ سے یہ تصور کریں کہ ہمارے قلب میں اللہ تعالیٰ کے نور کا ستون عرشِ الٰہی سے داخل ہو رہا ہے ۔

(۲) (الف) ذکر اسم ذات پانچ سو مرتبہ اس طرح سے کہ زبان کے ساتھ دل سے بھی اللہ نکل رہا ہے ۔

(ب) تین سو مرتبہ درود شریف صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ۔

(۳) ذکر اسم ذات سو مرتبہ ذرا کھینچ کر کہ اللہ کہتے وقت اپنی آہ بھی محسوس ہو اور یہ تصور کریں کہ میرے دل میں چاندی کے پانی سے لفظ اللہ لکھا ہوا ہے اور خوب چاند سا چمک

رہا ہے پھر یہ تصور کریں کہ میرے بال بال سے لفظ اللہ نکل رہا ہے۔
پھر یہ تصور کریں کہ آسمان و زمین، شجر و حجر کائنات کا ہر ذرہ ہمارے ساتھ اللہ کہتا ہے ؎

چوں بگریم خلقہا گریاں شود
چوں بنالم چرخہا نالاں شود (رومی)

ترجمہ:۔ جب میں حق تعالیٰ کی یاد میں روتا ہوں تو میرے ساتھ ایک کثیر مخلوق روتی ہے اور جب نالہ کرتا ہوں تو ہر آسمان بھی ہمارے ساتھ نالہ کرتا ہے۔

④ **تلاوت قرآن پاک** اور **سورۂ یٰسین**،
اور یہ دعا کرے کہ اے ہمارے رب ہم نے آپ کے کلام پاک کی تلاوت کی اور آپ کے کلام کے دل کی تلاوت کی حدیث شریف میں سورۂ یٰسین کو قرآن کا دل فرمایا گیا ہے پس اپنے کلام کے دل کی برکت سے ہمارے دل کو اللہ والا بنا دیجئے اور اصلاح کی تکمیل فرما کر ہمارے دل کو قلب سلیم بنا دیجئے۔

⑤ مناجاتِ مقبول کی ایک منزل دُعا خواہ عربی یا فارسی یا اردو، مگر افضل عربی والی منزل ہے۔

⑥ مراقبۂ موت، مراقبۂ قبر و حشر اور احتساب محشر اور مراقبۂ دوزخ۔

نوٹ:۔ کمزور دل والے مراقبۂ موت نہ کریں۔

⑦ اپنے مرشد کی صحبت کا اہتمام اور اس سے دوری میں اس کی بتائی ہوئی کتابوں کا مطالعہ بالخصوص قصد السبیل، بہشتی زیور کا حصہ نمبر ے

اور مطالعہ مواعظ و ملفوظات حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ۔

⑧ گاہ گاہ قبرستان کی حاضری اور مرنے والوں سے عبرت اور دنیا کی فنائیت کا سبق لینا۔

⑨ بستی کے صالحین اور عاشقین حق کے پاس حاضری۔

⑩ حسین نوجوان مَردوں اور اجنبیہ نامحرم عورتوں سے اپنی نگاہ، دل، اور جسم کو بہت دور رکھنا۔ شیطان سالکین کو انہیں مردہ اور سڑنے اور گلنے والی لاشوں کے عارضی اور فانی حُسن میں پھنسا کر بے وقوف بنا کر قربِ حق تعالیٰ اور نعمت تقویٰ اور قلب و روح کے حقیقی چین اور بہار دائمی سرمدی سے محروم کر دیتا ہے۔ اور زندگی کو ان کے چکر میں پھنسا کر تلخ اور تباہ کر دیتا ہے۔

⑪ ہر روز ۲ رکعت صلوٰۃ توبہ پڑھ کر تمام معاصی سے بہ تضرع اور الحاح سے معافی مانگے اگر آنسو بھی نکل آئیں تو بہت بہتر ورنہ رونے والوں کی شکل بنانا بھی کافی ہے اور یوں دعا کرے کہ

اے اللہ! ہمارے جملہ معاصی کو معاف فرما دیجئے اور اُن کے نقصانات لازمہ اور متعدیہ کی بھی اپنی شان کے شایان تلافی فرما دیجئے۔ اور گناہ سے جو حیاء میں نقصان آیا ہے اُس کی ایسی تلافی فرما دیجئے کہ ہم کو حقیقت حیاء کا احسان اور مشاہدہ والا مقام نصیب ہو۔

فانّ حقیقۃ الحیاء انّ مولاک لا یراک
حیث نہاک وھذا مقام الاحسان یعنی
بالمشاھدۃ۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۷۰)

ترجمہ :۔ حقیقت حیاء یہ ہے کہ تمہارا مولا تم کو ایسی حالت میں نہ دیکھے جس حالت کو دیکھ کر ناراض ہو یعنی اپنی نافرمانی کی حالت میں تم کو نہ دیکھے۔

⑫ دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اپنی اصلاح کی اور ترک معاصی کی توفیق کو الحاح کے ساتھ طلب کرے اور ہو سکے تو یہ دعاء پڑھ کر دعا کرے تو جلد قبولیت کی امید ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ؕ

(ترمذی ــــ شامی ج ۱)

اس دعاء کے بعد دنیا اور آخرت کی جو بھی حاجت ہو خوب دیر تک حق تعالیٰ سے مانگے۔

⑬ تین گناہوں سے بہت اہتمام سے بچے:

① بدنگاہی ــــ اس سے دل تباہ ہو جاتا ہے فوراً استغفار سے تلافی کرے اور کچھ نوافل پڑھے اور کچھ خیرات کرے

② بدگمانی ــــ اپنے مرشد سے یا صالحین یا کسی مسلمان سے بدگمانی نہ کرے اور سب سے اپنے کو حقیر سمجھے اور اگر ذکر و طاعت کی توفیق ہو جاوے تو حق تعالیٰ کے انعام کا شکر

ادا کرے۔ اگر دل حاضر نہ ہو تو بھی شکر ادا کرے اور اپنے کو یوں سمجھائے کہ بہت سے لوگ تو زبان کے ذکر سے بھی محروم ہیں شکر ہے خدا کا کہ زبان سے تو اللہ پاک کا نام نکلا۔ اس شکر کی برکت سے بقاعدہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ انشاء اللہ تعالیٰ دل بھی حاضر ہونے کی توقع ہے۔ لیکن اپنے ہر نیک عمل پر عدم قبولیت کا بھی خوف رکھے تاکہ نفس میں بڑائی نہ آوے۔ مسجد میں جاوے تو سب نمازیوں سے اپنے کو کمتر سمجھے اور یوں ارادہ کرے کہ اگر یہ اعلان ہو کہ اس مسجد میں جو سب سے بُرا بندہ ہو باہر آجائے اس سے کوئی کام ہے تو فوراً خود نکلنے کا جذبہ ہو۔ یہ فقیری کا اصل راز ہے اسی پر حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل بندہ پر ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے لئے واقعہ منقول ہے کہ اعلان ہوا جو سب سے بُرا ہو مسجد سے باہر نکلے تو خود سب سے پہلے نکلے حضرت شبلیؒ اُن کے مُرشد نے جب ان کا یہ حال سُنا تو فرمایا کہ آہ اسی تواضع نے جُنید کو جُنید بنایا ہے۔

۳ تیسری بدعملی **غیبت** ہے۔ یہ بیماری اکثر کبر اور عُجب سے ہی ہوتی ہے ورنہ جو اپنے کو کوڑھی باطناً سمجھتا ہے کسی کے زکام پر نہیں ہنستا۔

نوٹ:۔ ان تین گناہوں کے ترک سے تمام گناہوں کا ترک آسان ہوجاتا ہے۔

(۱۴) ذکر میں ناغہ نہ کرے اور وقت مقرر پر ادا کرے لیکن اگر ناغہ ہوجاوے یا وقت مقرر پر موقع نہ ہو سکا تو دوسرے وقت یا

دوسرے دن شروع کردے ناغہ ہونے سے مایوس ہوکر بالکل نہ ترک کرے۔ ناغہ کے ساتھ ذکر بھی ایک قسم کا دوام ہے۔

⑮ اسی طرح اگر ذکر میں لذت نہ آوے تو بھی حق تعالیٰ کا نام لینا ہی انعام عظیم سمجھے۔ ذکر بے لذت بھی وصول اِلیٰ اللہ اور انکشاف معیت خاصہ کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی گناہ کی ایسی عادت پڑ گئی کہ چھوٹتی ہی نہیں تو اس کو پوری طرح اپنے مرشد کو تحریرًا بتا کر اس کا علاج دریافت کرکے عمل کرے اور بار بار اپنے حالات سے اطلاع کرتا رہے اور ہمت سے پرہیز کرے لیکن اگر کوئی برائی نہیں چھوٹتی تو بھلائی نہ چھوڑے اگر غیر اللہ نہیں چھوٹتے تو اللہ تعالیٰ کو بھی نہ چھوڑو۔ یہ کیسی حماقت ہوگی کہ غیر تو نہ چھوٹے اور اپنے مالک اور کریم مولیٰ کو بھول جاوے ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی !
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
ارے اس سے کُشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے ، کبھی تو دبا لے

انشاء اللہ تعالیٰ اگر لگے رہے، گو توبہ بھی ٹوٹتی رہی لیکن استغفار اور گریہ وزاری سے راہ پر پڑے رہے، تو انشاء اللہ تعالیٰ انجام آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور وقت خاتمہ انشاء اللہ تعالیٰ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کرم سے اچھا کریں گے اور آپ کو نفس اور شیطان پر غالب کردیں گے ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی
کوشش از بے ہودہ بہ از خفتگی

ترجمہ :- حق تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ ٹوٹی پھوٹی کوشش بھی محبوب رکھتے ہیں اور یہ بے ہودہ کوشش بھی بالکل سو جانے سے بہتر ہے ۔

(۱۶) سب سے اہم اور نہایت ضروری نصیحت یہ ہے کہ ہر کام میں ہر فعل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو معلوم کریں اور اسی پر عمل کریں بالخصوص سُننِ عادیہ کھاتے پینے سونے جاگنے استنجا کرنے لباس پہننے وغیرہ کی سنتوں کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو یاد کر کے عمل کریں کہ اس دور میں ایک سنّت کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہید کے برابر ہے ۔

یہ ۱۶ اصول بیان کئے گئے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ ان چند اصولوں کو سالکین کے لئے ذریعۂ کامیابی بنائیں ۔ آمین ؎

راقم الحروف

محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

۷ صفر المظفر ۱۴۰۳؁ھ

شان رحمة الغفار
فی قبول
التوبة والاستغفار

معروف بہ

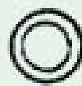
استغفار و توبہ

از

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

شان رحمۃ الغفار
فی قبول
التوبۃ والاستغفار



استغفار مغفرت طلب کرنا۔ غفر کے معنی ستر ہے۔
غَفَرَ یَغْفِرُ بمعنی سَتَرَ یَسْتُرُ۔

اللہ تعالیٰ جس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اس کے گناہ کو دنیا اور آخرت میں چھپا دیتے یعنی غفاریت کے ساتھ ساتھ ستاریت کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ باب الاستغفار میں رقمطراز ہیں:۔

وَالْمَغْفِرَۃُ مِنْہُ تَعَالٰی لِعَبْدِہٖ سَتْرُہٗ لِذَنْبِہٖ فِی الدُّنْیَا بِأَنْ لَّا یَطَّلِعَ عَلَیْہِ اَحَدٌ وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِأَنْ لَّا یُعَاقِبَہٗ عَلَیْہِ ؎ (مرقاۃ ج۵ ص ۱۲۲)

ترجمہ:۔ مغفرت کا مفہوم حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر یہ ہے کہ اس کے گناہ کو دنیا میں چھپا لیں اس طرح سے کہ کسی کو بھی مطلع نہ کریں اور آخرت میں اس پر سزا نہ دیں۔

تعریفِ توبہ

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ شریعت کی اصطلاح میں گناہ کو اس کے بُرا ہونے کے سبب ترک کرنا، اور اپنی اس کوتاہی اور خطا پر شرمندہ ہونا اور آئندہ کے لئے عزم کرنا کہ اب یہ گناہ نہ کریں گے اور اس خطا کی تلافی کرنا۔

شارحِ مسلم علامہ نوویؒ نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ اگر وہ گناہ بندوں کے حقوق سے متعلق ہے تو اس ظلم کو معاف کرائے اور حق ادا کرے، اور اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہے تو نماز روزہ وغیرہ قضا ادا کرے۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۲)

توبہ کی لُغوی تحقیق

محیط المحیط قاموس مطول للغۃ العربیۃ:

اَلتَّوْبَۃُ مَصْدَرُ تَابَ رجع عن المعصیۃ او ندم علی الذنب مستقرًا بان لاعذرله فی اتیانہ تابَ الیہ ای اناب الیہ توّاب یستعمل فی اللہ لکثرۃ قبولہ التوبۃ من العباد وفی الشرع الندم علی معصیۃ من حیث ھی معصیۃ مع عزم ان لا یعود الیھا اذا قدر علیھا۔

"توبہ لغت میں معصیت سے رجوع کرنے کا نام ہے اور شریعت میں گناہ سے ندامت کا نام ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ گناہ کو گناہ سمجھ کر نادم ہوا ور اس ارادہ کے ساتھ کہ دوبارہ یہ گناہ نہ کرے گا جب کہ اس کو اس گناہ پر قدرت بھی حاصل ہو جاوے۔"

توبہ اور تائبین کے اقسام

(از روح المعانی ص ۲۸۶ پ)

تُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

تُبْ عَلَيْنَا ای وفقنا للتوبة ہمارے اُوپر توجہ فرمائیے. یعنی توفیق توبہ عنایت فرمائیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو بندہ موردِ عنایت حق اور منظور بنظرِ الحق ہوتا ہے اس کو توفیق توبہ عطا کی جاتی ہے لہذا تائبین کو بہ نظرِ حقارت کبھی نہ دیکھنا چاہیے کہ یہ بھی محبوبین حق تعالیٰ کے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ۝ "بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں توبہ کثرت سے کرنے والوں کو"

عوام کی توبہ وَالتَّوْبَةُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ التَّائِبِيْنَ فَتَوْبَةُ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ النَّدَمُ وَالْعَزْمُ عَلَى الْعَوْدِ وَرَدِّ الْمَظَالِمِ إِذَا أَمْكَنَ وَنِيَّةُ الرَّدِّ إِذَا لَمْ يُمْكِنْ ۔

ترجمہ :۔ توبہ کے مختلف درجات ہیں تائبین کے اختلاف مراتب سے ۔ پس عوام کی توبہ گناہ پر ندامت اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا ارادہ ہے اور حقوق عباد میں ان کا حق ادا کرنا بے ممکن صورت میں اور

عدم امکان کی صورت میں نیتِ ادائیگی ہے۔

خواص کی توبہ | وَتَوْبَةُ الْخَوَاصِ الرُّجُوْعُ عَنِ الْمَكْرُوْهَاتِ مِنْ خَوَاطِرِ السُّوْءِ وَالْفُتُوْرِ فِي الْاَعْمَالِ وَالْاِتْيَانِ بِالْعِبَادَةِ عَلٰى غَيْرِ وَجْهِ الْكَمَالِ ۔

ترجمہ :۔ اور خواص کی توبہ : باطنی مکروہ اعمال اور عبادات کی کوتاہیوں (کماحقہٗ نہ کرنے) اور کمال حضور اور کمال خشوع سے نہ ادا کرنے سے توبہ کرنا ہے ۔

خواص الخواص کی توبہ | وَتَوْبَةُ خَوَاصِ الْخَوَاصِ لِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ وَالتَّرَقِّيْ فِي الْمُقَامَاتِ ۔

ترجمہ :۔ اور خواص الخواص کی توبہ درجات کی بلندی کیلئے ہے اور **مقاماتِ قرب** میں ترقی کے لئے ہے۔

اور یہ مقام صرف انبیاء علیہم السّلام کا ہے اور اس آیت میں یہی مراد ہے کہ یہ تُبْ عَلَيْنَا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسّلام کی دعا ہے۔



استغفار اور توبہ کا فرق | حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ (پ۱۱۔ سورۂ ہود)

اس آیت کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں استغفار سے مراد ماضی کے گناہوں سے معافی مانگنا ہے اور توبہ سے مراد ندامت قلب کے ساتھ تلافی اور آئندہ کے لئے عہد کرنا ہے کہ اس خطار کو دوبارہ نہ کریں گے۔ علامہ آلوسیؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

۱ــــ لا نسلم ان الاستغفار هو التوبة بل هو ترك المعصية والتوبة هي الرجوع الى الطاعة۔

۲ــــ الاستغفار طلب ستر الذنب من الله تعالیٰ و العفو منه والتوبة تطلق على الندم عليه مع العزم على عدم العود اليه فلا اتحاد بينهما۔

(روح المعانی پ۱۱ ص ۲۰۷)

اگر استغفار اور توبہ ایک ہی حقیقت رکھتے تو حق تعالیٰ شانہٗ الگ الگ نہ بیان فرماتے۔

توبہ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مفہوم حق تعالیٰ کی عنایات اور توفیقات ہوتی ہیں۔

مقبول توبہ کی علامت

خطار کے صدور سے قلب کا انتہائی غم اور انتہائی کرب اور ندامت منصوص ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ ـــــــ (پ۱۱ ع ۳)

یہ آیت اس اضطراب پر دلالت کرتی ہے کہ جس قدر ایمان ہوتا ہے اسی قدر گناہ سے غم ہوتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان تین اصحاب پر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جانوں سے بیزار ہوگئے۔

حدیث میں وارد ہے کہ مومن کے قلب پر گناہ مثل پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور منافق کے قلب پر گناہ مثل مکھی معلوم ہوتا ہے۔ اور نیکی سے خوش ہونا اور گناہ سے غمگین ہونا علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔

مولانا رومیؒ گناہ کے غم کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

در جگر افتادہ ہستم صد شرر ؎ در مناجاتم ببیں خون جگر

ترجمہ:۔ اے خدا ہمارے جگر میں غم کی صدہا آگ بھڑک اٹھی اور اس کے اثر سے ہماری مناجات اور استغفار میں ہمارے جگر کے خون کو آپ ملاحظہ فرمائیں یعنی ندامت کے ان آنسوؤں کو کہ وہ جگر کا خون ہیں اور غم سے آنسو بن گئے ہیں آپ ہماری دعا میں دیکھ لیں۔

پس توبہ کی حقیقت انتہائی ندامت اور غم سے استغفار کرنا ہے۔ اسی لئے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ توبہ کی نماز دو رکعت پڑھ کر سر سے ٹوپی اُتار کر اپنے سر و چہرہ پر خاک ڈال کر خوب دیر تک تضرع اور گریہ سے معافی مانگے اور اپنے کو خوب بُرا کہے مصلیٰ ہٹا دے اور مٹی پر سجدہ کرے اور سجدہ میں دیر تک روئے اور معافی مانگے اور یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کی رحمت کے علاوہ کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ	اور انہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ
مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ ؕ	تعالیٰ کے علاوہ کوئی پناہ اور نہیں ہے

توبہ کی حقیقت دو اجزاء سے مرکب ہے (۱) ندامت (۲) عزم علی التقویٰ یعنی ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم اور پختہ ارادہ ہو۔

امام غزالیؒ نے یہ طریقہ صرف جلب رحمت حق کے لئے لکھا ہے ضروری نہیں کہ سر پر خاک نہ ڈالے تو توبہ نہ ہوگی۔

توبہ کی توفیق بندے کی مقبولیت کی علامت ہے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ـــــ ای وَفقهم للتوبة (روح)

پس حق تعالیٰ کی یہاں عنایت کا ظہور بصورت توفیق توبہ ہے۔ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں اس کو گناہ کی نجاست میں ناپاک اور آلودہ نہیں رہنے دیتے توفیق توبہ عنایت فرما کر پاک کر دیتے ہیں۔

لِيَتُوبُوا : تاکہ توفیقِ توبہ سے توبہ کر لیں۔ اور احقر توفیق کی تعریف آگے ذکر کر رہا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

اَلتَّوَّابُ: هُوَ الْمُبَالِغُ فِي قَبُولِ التَّوْبَةِ لِمَنْ تَابَ وَلَوْ عَادَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔

حق تعالیٰ خوب توبہ قبول فرمانے والے ہیں جو توبہ کرے اگرچہ دن میں سو مرتبہ اس کی توبہ ٹوٹ جائے (بشرط ندامت اور عزم علی التقویٰ)

اَلرَّحِيمُ: اَلْمُتَفَضِّلُ عَلَيْهِمْ بِفُنُوْنِ الْآلَاءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِهِمْ لِأَنْوَاعٍ مِّنَ الْعِقَابِ۔

بندوں پر مختلف اقسام کی عنایات سے مہربانی فرمانے والے باوجودیکہ

وہ مختلف انواع کی سزاؤں کے مستحق تھے

(روح المعانی ج ۱۱ ص ۴۳)

صفتِ رحمٰن اور صفتِ رحیم کا فرق

رحمۃ الرحمٰن قد تمتزج بالألم کشرب الدواء الکریہ الطعم والرائحۃ فإنہ ان کان رحمۃ بالمریض لکن فیہ ما لا یلائم طبعہ۔

ترجمہ :- رحمٰن کی رحمت کبھی کچھ تکلیف کے ساتھ مل جاتی ہے جیسے بدمزہ اور ناگوار دوا کا پینا پس یہ دوا مریض کے لئے اگرچہ رحمت ہے لیکن طبیعت کو کلفت بھی ہے۔

رحمۃ الرحیم لا یمازجہا شوبٌ فہی محض النعمۃ و لا توجد الا عند اہل السعادات الکاملۃ

اللّٰہمّ اجعلنا سعداء الدارین بحرمۃ سید الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ترجمہ :- صفت رحیم کی رحمت تکلیف سے بالکل نہیں ملتی اور وہ نعمتِ محض ہے نہیں عطا کی جاتی مگر اہل سعادت کاملہ کو۔

علامہ آلوسیؒ اس مقام پر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو دارین کے سُعدا میں کر دے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل سے۔

(روح ص ۸۲ پ ۱)

شیطان کا تصرف اور اثر، گناہ کرنے کے بعد اس کی تاریکی اور ظلمت میں

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا الآیۃ پ۴ (ای من الذنوب)

ترجمہ:- شیطان نے ان کو پھسلا دیا بعض ان اعمال کے سبب جس کا انہوں نے اکتساب کیا۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ آلوسیؒ تحریر کرتے ہیں:-

لأنها تورث الظلمة والشيطان لا مجال له على ابن أدم بالتزيين والوسوسة الا اذا وجد الظلمة فى القلب (پ۴ ص۱۰۴ روح)

کیونکہ گناہ سے دل میں اندھیرا پیدا ہوتا ہے اور شیطان کی طاقت آدم علیہ السلام کی اولاد پر برے اعمال کو مزین کرنے اور گناہ کے وساوس ڈالنے کی نہیں ہوتی جب تک کہ اس کو ان کے دل میں اندھیرا گناہ کا نہ ملے (جیسے چمگادڑ (خفاش) ہمیشہ اپنی سکونت اور قیام کے لئے اندھیرا چاہتا ہے)۔

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اور تحقیق کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو معاف فرمادیا۔

عفو کیا ہے؟ محو الجريمة بالتوبة. خطا کو توبہ سے مٹا دینا۔ چنانچہ جب قلب توبہ کی ندامت اور عزم علی التقویٰ کے نور سے روشن ہوجاتا ہے تو شیطان کے اثرات ایسے دل سے ختم ہوجاتے ہیں۔

حين استنارت قلوبهم بنور الندم والتوبة (روح) ج۴ ص۱۰۴

إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۔ وبمقتضی ذلک ظهرت المخالفات وارد فت بالتوبة لیکون ذلک مراٰة لظهور صفات اللّٰه تعالیٰ ومن هنا جاء (لولم تذنبوا لأتی اللّٰه تعالیٰ بقوم یذنبون فیستغفرون فیغفر لهم)

حکایت حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ ایک رات طواف کر رہے تھے اور کثرت سے یہ دُعا کر رہے تھے:

" اللّٰهمّ اعصمنی من الذنوب "۔ فسمع هاتفاً من قلبه یقول یا ابراهیم انت تسئله العصمة وکل عباده یسئلونه العصمة فاذا اعصمکم علی من یتفضل وعلی من یتکرّم۔

اے اللہ! مجھے معاصی سے عصمت وحفاظت مقدر فرما کہ غیبی آواز اپنے قلب سے سُنی کہ اے ابراہیم تو جو سوال عصمت کا کرتا ہے یہی سوال تمام بندے کرتے ہیں اگر سب کو معصوم بنا دوں تو میری عنایت مغفرت اور رحمت کس پر ہوگی۔

حکایت اسی نوع کی حکایت مُلّا علی قاریؒ نے لکھی ہے کہ حضرت امام غزالیؒ کے اُستاد علامہ ابو اسحاق اسفرائنیؒ جو بڑے علمائے کبار سے اور راسخین فی العلم سے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے تیس۳۰ سال تک دعا مانگی کہ ہم کو توبۂ نصوح عطا فرما دیجئے، پس میری دعا تیس۳۰ سال گزرنے تک جب قبول نہ ہوئی تو مجھے دل میں تعجب ہوا کہ وہ ارحم الراحمین دُعا کیوں نہیں قبول فرماتے

ہیں۔ پس میں نے خواب میں ایک آواز غیبی سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تجھے تعجب ہے کہ اب تک دعا کیوں نہیں قبول ہوئی؟ آخر تیرے اس سوال کا حاصل تو یہی ہے ناکہ تو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاوے اور تو نے نہیں سُنا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ	اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں کو
وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝	اور خوب طہارت کا اہتمام کرنے والوں کو محبوب بنالیتے ہیں۔

توفیق کی تعریف

توفیق کیا چیز ہے؟ توفیق کی تعریف مولانا اعزاز علی صاحبؒ استاذ فقہ وادب دارالعلوم دیوبند نے تین طرح سے بیان فرمائی ہے:

① توجیہ الاسباب نحو المطلوب الخیر۔
اسباب کا متوجہ کردینا مطلوب خیر کی طرف۔

② تسہیل طریق الخیر و تسدید طریق الشر
خیر کے راستہ کا آسان فرمادینا اور شر کے راستہ کو بند کردینا۔

③ خلق القدرۃ علی الطاعۃ
طاعت کی ہمت اور طاقت پیدا کردینا۔

(از شرح مقامات، مطبوعہ دیوبند ص۳۲)

طہارت

طہارت، وضو اور غسل تو سب کو معلوم ہے لیکن علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سہلؒ نے یہ فرمایا کہ علم کی طہارت جہل کی ظلمت سے حفاظت ہے اور طاعت کی طہارت معصیت کی

آلودگی سے حفاظت ہے اور طہارت ذکر کی غفلت اور نسیان سے حفاظت ہے اور طہارت کاملہ: طہارۃ الاسرار من دنس الاغیار ہے یعنی باطن کو غیر اللہ سے پاک رکھنا یہی طہارت کاملہ ہے

(روح المعانی پ ص ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دو امان دنیا میں عطا کئے گئے!!

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ارض کائنات میں دو امان دیئے گئے:

کان فی الارض امانان من عذاب اللہ فرفع احدھما ندونکما الآخر فتمسکوا بہ اما المرفوع فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الباقی منہما الاستغفار۔

(مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۳)

ترجمہ:۔ زمین کے دو امان میں سے ایک تو اٹھالیا گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور دوسرا باقی رہ گیا اور وہ استغفار ہے اس کو مضبوط پکڑلو۔

حق تعالیٰ شانہٗ کے اس ارشاد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ	اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا در
وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا	آں حالیکہ آپ کا وجود مبارک ان کے اندر
كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ	موجود ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝	نہ دے گا در آنحالیکہ یہ استغفار کرنے والے ہوں

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

اقول اذا کان الاستغفار ینفع الکفار فکیف لا یفید

المؤمنین الابرار ۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۳)

تائبین کو متقین کا درجہ

قال صلی اللہ علیہ وسلم من لزم الاستغفار جعل اللہ لہ من کل ضیق مخرجا ومن کل ھم فرجا ورزقہ من حیث لا یحتسب (احمد و ابوداؤد) (مشکوٰۃ، باب الاستغفار)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان آیات قرآنیہ سے مقتبس ہے :۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ	" جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی برکت سے ہم اس کو ہر غم سے خلاصی کا راستہ نکال دیں گے اور ایسی جگہ سے رزق عطا کریں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا "

اس حدیث کے اندر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے گا اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے نجات کا راستہ پیدا فرمائیں گے اور ہر ہم و غم سے نجات دیدیں گے اور رزق ایسی جگہ سے دیں گے کہ گمان بھی اس راہ سے رزق ملنے کا نہ ہوگا۔

ملا علی قاریؒ شارحِ مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ان آیات اور اس حدیث کے مضامین میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کرنے والوں کو وہی انعامات دیئے جاتے ہیں جو تقویٰ والے حضرات کو دیئے جانے کا وعدہ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مستغفرین

کو درجہ میں متقین کے حق تعالیٰ کی شان رحمت نے فائز کر دیا ہے۔

فان فیہا کنوزا من الانوار و رموزا من الاسرار و الحدیث اما تسلیۃ للمذنبین نزلوا منزلۃ المتقین او اراد بالمستغفرین التائبین فہم من المتقین او لان الملازمین للاستغفار لما حصل مغفرۃ الغفار فکأنہم من المتقین (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۳۵)

علامہ طیبیؒ نے فرمایا کہ دوام استغفار اور حق استغفار کی ادائگی سے بندہ متقی ہو جاتا ہے۔

حکایت روایت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے شکایت کی قحط سالی کی یعنی بارش نہ ہونے کی۔ فرمایا استغفار کرو۔ دوسرے نے شکایت کی تنگدستی کی۔ فرمایا استغفار کرو۔ تیسرے آدمی نے شکایت کی اولاد نہ ہونے کی۔ فرمایا استغفار کرو۔ چوتھے نے شکایت کی کہ پیداوار زمین میں کم ہے۔ فرمایا استغفار کرو۔ پس کہا گیا کہ آپ نے ہر شکایت کا ایک ہی علاج تجویز فرمایا تو یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ۝ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ۝ (نوح)

حضرت وحشیؓ کے ایمان لانے کا قصہ ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ قصہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان کے

پاس قاصد بھیجا کہ ان کو اسلام کی دعوت دے، پس یہ پیغام حضرت وحشی رضؓ نے کہلا بھیجا کہ مجھے آپ کس طرح دعوت اسلام دے رہے ہیں آپ کے رب نے فرمایا

من قتل او زنی او اشرک	جو قتل اور زنا اور شرک کرے گا
یلق اثاما یضاعف	ایسے لوگوں کو دوگنا عذاب
له العذاب ــــ د	ہوگا ــــ اور ہم نے تو
انا قد فعلت هذا کله	یہ سب کیا ہے۔

پس حق تعالیٰ شانہٗ نے نازل فرمایا

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ	مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور
عَمِلَ صَالِحًا (مریم)	اچھے اعمال کرے وہ مستثنیٰ ہے۔

تو حضرت وحشی رضؓ نے یہ سنکر کہا کہ یہ شرط سخت ہے شاید کہ میں اس پر عمل نہ کرسکوں، پس کیا اور بھی کوئی صورت ہے۔ پس حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت پر قربان جائیے، دوسری آیت نازل فرمائی

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ	اللہ شرک کرنے والے کو نہ بخشے گا
یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا	اور اس کے علاوہ ہر گناہ کی مغفرت
دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ	فرمادے گا جس کے لئے اس کی مغفرت
یَّشَآءُ	مغفرت کا فیصلہ کرے۔

یہ سنکر حضرت وحشی رضؓ نے کہا کہ مجھے اپنی مغفرت میں ابھی شبہ ہے کیونکہ اس میں مشیت کی قید ہے نہ معلوم ہماری مغفرت کے لئے مشیت خداوندی ہو یا نہ ہو۔ قربان جائیے حق تعالیٰ کی شانِ رحمت بیکراں پر، تیسری آیت نازل فرمائی

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ	اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے
اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ	کہ جن لوگوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر،
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں،
اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو
جَمِیْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ	معاف فرمادیں گے۔ بے شک
الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝	وہ بہت غفور اور بہت رحیم ہیں

یہ آیت سنکر حضرت وحشیؓ نے کہا نِعْمَ هٰذَا یہ تو خوب عمدہ آیت ہے میری مغفرت کی۔ پھر آئے اور اسلام لائے فَجَآءَ وَاَسْلَمَ۔

مسلمانوں نے عرض کیا کہ کیا یہ ان کے لئے خاص ہے یا سب کے لئے عام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب مسلمانوں کیلئے عام ہے۔

مومن کامل کی شان اور گنہگار بندوں کیلئے بشارت

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۴)

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن

اور ایسے لوگ جب ایسا کام کر گذرتے ہیں جس میں زیادتی ہو دوسروں پر یا کوئی گناہ کرکے خاص اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو معاً اللہ تعالیٰ کی عظمت

اور عذاب یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں یعنی اس طریقے سے جو معافی کے لئے مقرر ہیں کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہل حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات سے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہو۔ رہا اہل حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے۔ اور وہ لوگ اپنے فعل بد پر اصرار نہیں کرتے اور وہ ان باتوں کو جانتے بھی ہیں کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضروری ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہے، مطلب یہ کہ اعمال بھی درست کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں۔

(پ ۴ - بیان القرآن)

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں ان آیات کے ذیل میں فرماتے ہیں:۔

(۱) ذَكَرُوا اللّٰهَ (اللہ کو یاد کرتے ہیں) ای تذکروا حقه العظیم ووعیده او ذکروا العرض علیه او سؤاله من الذنب یوم القیامة او نهیه او غضبه و قیل ذکروا جماله فاستحیوا وجلاله فهابوا۔

ترجمہ:۔ یاد کرتے ہیں حق تعالیٰ کی عظمت اور اس کی وعید اور سزا کو اور اپنی پیشی اور اعمال کے سوال و جواب کو اور نہی اور مغفرت کو۔ اور کہا گیا ہے کہ یاد کرتے ہیں اس کے جمال کو پس شرم محسوس کرتے ہیں یا اس کے جلال کو پس خوف اور ہیبت محسوس کرتے ہیں۔

(۲) فإن الذنوب وان كبرت نعفو الله تعالیٰ أكبر

ترجمہ :- پس تحقیق کہ گناہ خواہ کتنے ہی بڑے ہوں لیکن حق تعالیٰ کا عفو وکرم اس سے بھی بڑا ہے۔

(۳) وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوْا ای لم يقيموا او غير مقيمين على الذى فعلوه من الذنوب فاحشة كانت او ظلمًا.

ترجمہ :- گناہ فاحشہ ہو یا ظلم ہو اس پر قائم نہیں رہتے۔

لغوی اور شرعی تحقیق

الاصرار اشد من الصر وقيل الثبات على الشی ويستعمل شرعًا بمعنى الاقامة على القبيح من غير استغفار ورجوع بالتوبة.

امام بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ :-

كل ذنب اصر عليه العبد كبير وليس بكبير ما تاب منه العبد.	ہر وہ گناہ جس پر اصرار اور دوام رکھا جائے کبیرہ ہے اور جس کبیرہ سے بندہ توبہ کرلے وہ کبیرہ نہیں

(۴) وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ : ای يعلمون قبح فعلهم ويكون المعنى تركوا الاصرار على الذنب لعلمهم بأن الذنب قبيح فان الحال تدبيج فى معرض التعليل.

حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :

ما اصرّ من استغفر و ان عاد فی الیوم سبعین مرۃ۔ (ترمذی وابوداؤد۔ از مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

وہ شخص اصرار کرنے والوں میں نہیں جو استغفار کرے اگرچہ وہی گناہ اس سے ایک دن میں ستر مرتبہ ہو (بشرطیکہ ندامت کاملہ اور عزم علی التقویٰ ہو)

ملا علی قاریؒ (ج ۵ ص ۱۳۵ پر) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

المصرّ ھو الذی لم یستغفر ولم یندم علی الذنب

اصرار کرنے والا گناہ وہ ہے جو استغفار نہ کرے اور گناہ پر نادم بھی نہ ہو

اور اصرار کا مفہوم اکثار ہے الاصرار علی الذنب ای اکثارہ۔

خطاکار بندے توبہ کی برکت سے خیر الخطائین کے لقب سے نوازے گئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل بنی اٰدم خطاءٌ وخیر الخطائین التوابون. (ترمذی - از مشکوٰۃ)

ہر بنی آدم بہت خطاکار ہے اور بہترین خطاکار بہت توبہ کرنے والے ہیں۔

اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ہیں جو مرقاۃ (ج ۵ ص ۱۳۵) سے لئے جارہے ہیں۔

(۱) ہر بندہ کثیر الخطا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں

(۲) خطاء بمعنی کثیر الخطاء اور توابون بمعنی رجّاعون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع ہونے والے، اور اس رجوع کے تین انواع ہیں:

- التوبۃ من المعصیۃ الی الطاعۃ۔ — یہ عوام کی توبہ ہے گناہ ترک کر کے طاعت کی طرف رجوع کریں۔
- الانابۃ من الغفلۃ الی الذکر۔ — غفلت ترک کر کے ذکرِ حق میں مشغول ہونا یہ متوسط سالک کا حال ہے۔
- بالادبۃ من الغیبۃ الی الحضور — اگر دل غیرِ حق میں لگ کر حضوری سے غائب ہو جائے تو پھر دل کو بارگاہِ قربِ حق میں حاضر کر دینا جس کو صوفیہ استحضارِ قلب یعنی دل سے ہر وقت حق تعالیٰ شانہٗ کا دھیان رکھنا اسی کو حضورِ دائم اور نسبت مع اللہ کا رسوخ بھی کہا جاتا

احقر عرض کرتا ہے کہ ہر خطا شر ہے لیکن اہلِ خطا اہلِ شر ہونے کے باوجود توبہ کی برکت سے خیر الخطائین ہو گئے۔ شراب سرکہ سے تبدیل ہو گئی۔ شر یہ توبہ کی برکت سے آفتابِ رحمت نے یہ اثر دکھایا کہ قلبِ ماہیت کر دیا ؎

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود

خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ابدال کون ہیں جو کہ حق تعالیٰ کے کرم سے تبدیل ہو گئے یعنی ان کے اخلاقِ رذیلہ تبدیلِ رحمتِ حق سے اخلاقِ حمیدہ ہو گئے یعنی اخلاقِ رذیلہ کی شراب قدرتِ خداوندی سے سرکہ ہو گئی۔

حق تعالیٰ کی شانِ رحمت تو دیکھئے کہ توبہ کا یہ انعام کہ خطا کار کو خیر سے یاد فرمایا، خطا کار تو تھے اب توبہ کی برکت سے خیر الخطائین بہتر خطا کار ہیں۔

اور رات کو بہت کم بہت کم بہت کم سوتے ہیں (قلیل کا لفظ پھر تنوین تقلیل پھر من تبعیضیہ) اور آخرِ شب بجائے ناز و دعویٰ اور احساسِ برتری استغفار کرتے ہیں یہ دلیل ہے کہ یہ حضرات حق تعالیٰ شانہٗ کے عارف تھے حقِ عظمت کے تقاضے کو سمجھتے ہوئے کہ ہماری طاعات کبھی بھی لائقِ الوہیت نہیں ہو سکتی ہیں استغفار سے اس کی تلافی کرتے تھے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد استغفار فرمایا کرتے تھے حالانکہ نماز طاعت ہے۔ ابرار و مقربین کا یہی شیوہ ہمیشہ رہا کہ ان کو طاعات میں احساسِ کوتاہی رہا۔ فرض نماز کے بعد یہ استغفار ہم کو ہدایت کرتا ہے کہ طاعات کر کے ناز و کبر میں مبتلا نہ ہوں بلکہ معافی مانگیں اے رب! ہم سے آپ کی شایانِ شان بندگی کا حق ادا نہ ہوا۔ ہم کو معاف فرما دیجئے۔

بناءِ کعبہ اور اس کی تعمیر میں دو پیغمبروں کا اخلاص اور ان کے ہاتھوں سے تعمیر، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیرِ کعبہ سے فارغ ہو کر یہی عرض کیا کہ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط

اس آیت سے بھی ہدایت ہم کو کی گئی کہ ہم اپنے اعمال پر ناز نہ کریں بلکہ قبولیت کی فکر کرتے ہوئے درخواستِ قبولیت پیش کریں۔

علامہ آلوسیؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا : ای یقولان ربنا. التقبل مجاز من الاثابۃ والرضا لان کل عمل یقبلہ اللہ تعالیٰ فھو یثیب صاحبہ ویرضاہ منہ۔

علامہ آلوسیؒ نے کیا ہی خوب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے صیغہ تقبل من باب تفعّل اختیار فرمایا۔ فی اختیار صیغۃ التفعل اعتراف بالقصور۔ یعنی اے خدا ہمارا یہ عمل شرف قبولیت کا استحقاق نہیں رکھتا آپ کریم ہیں اور کریم کی شان یہ ہے الذی یعطی بدون استحقاق ومنۃ، پس آپ اپنے فضل سے قبول فرمالیجئے (کریم کی یہ تعریف مذکور مرقاۃ سے منقول ہوئی)۔

اور علامہ آلوسیؒ نے دوسری بات بھی عجیب نکتہ کی بیان فرمائی وہ یہ کہ یہ درخواستِ قبولیت دلیل ہے کہ عمل بندے کا خواہ کتنا ہی اخلاص پر مبنی ہو مگر اس کی قبولیت محض فضل خداوندی پر موقوف ہے۔ حق تعالیٰ کے ذمہ اس کا قبول کرنا واجب نہیں۔ کما قال الوسیؒ:

وفی سؤال الثواب علی العمل دلیلٌ علی ان ترتبہ علیہ لیس واجبًا۔

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ای سمیع لدعائنا علیم بنیاتنا

(روح المعانی پ ۱ ص ۳۸۴)

گناہ کرتے ہوئے چار گواہ کا ہونا اور توبہ سے سب گواہیوں کا محو ہوجانا

جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اُس وقت اس کی اس حرکت پر قرآن کی روشنی میں چار گواہ ہوجاتے ہیں:۔

(۱) یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (پ ۳۰ سورۃ زلزال) اور جس دن زمین خبریں بیان کرے گی۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ زمین کیا خبریں بیان کرے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر جو اعمال

کئے جاتے ہیں زمین اس کی گواہی دے گی ۔

حضرت علامہ محی الدین ابن عربیؒ نے اپنے وصایا میں فرمایا کہ جس جگہ کوئی گناہ ہو جائے وہاں کچھ استغفار اور نیک عمل کر لو تاکہ وہ زمین تمہارے لئے نیکی کی بھی گواہ بن جاوے ۔

(۲) وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (سورۂ تکویر پ۳۰) اور جب اعمال نامے اڑائے جاویں گے ۔ اعمال ناموں میں اعمال درج ہوتے ہیں ۔

(۳) کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۔ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (سورۂ انفطار پ۳۰) تیسری گواہی کراماً کاتبین کی ہے ۔

(۴) چوتھی گواہی جن اعضاء سے اعمال ہوتے ہیں یہ اعضاء بھی قیامت کے دن اپنا عمل بیان کریں گے :

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (سورۂ یٰس پ۲۳)

اور جس دن ہم ان مجرمین کی زبانوں پر مہر سکوت لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے ۔

حق تعالیٰ کی شان رحمت گناہ کے چاروں گواہوں کی گواہی بھلا دیتی ہے توبہ کی برکت اور تاثیر اکسیر سے

اب توبہ کی برکت دیکھئے ۔ صدق دل اور ندامت سے توبہ کر لینے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے عزم صمم سے یہ انعام ملتا ہے کہ گناہوں کے پہاڑ توبہ کی برکت سے اڑ جاتے ہیں ۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی بارود جو مخلوق ہے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے تو حق تعالیٰ کی رحمت کی کیا شان ہوگی گناہوں کے پہاڑ کیوں نہ اڑا دے گی۔

توبہ کی برکت اور اس کی تاثیر کا کرشمہ دیکھئے کہ حق تعالیٰ جس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں اس کے تمام گواہوں کی شہادتوں کو مٹا دیتے ہیں۔ اس مضمون کے ذیل میں اپنے وعظ کے اندر حضرت حکیم الامت تھانویؒ یہ حدیث پیش کرتے ہیں جس کو "التشرف فی احادیث التصوف" (ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ الہادی صہ۳) میں بھی تحریر فرمایا ہے:

اذا تاب العبد انسی اللّٰہ الحفظۃ ذنوبہ وانسی ذٰلک جوارحہ ومعالمہ من الارض حتی یلقی اللّٰہ ولیس علیہ شاھد من اللّٰہ بذنب۔ (ابن عساکر عن انسؓ)

ترجمہ:۔ جب بندہ توبہ خالص کرتا ہے جو مقبول ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو ملائکہ حافظین اور کاتبین اعمال کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس زمین سے بھی اس کے نشانات بھلا دیتا ہے جس جگہ اس نے وہ گناہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملتا ہے اس پر اس کے گناہ کا کوئی گواہی دینے والا نہیں ملتا۔

مجدد الملت حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر! کیا شان رحمت ہے، دنیا کے سلاطین مجرموں کو معاف کرنے کے باوجود ان کے جرائم کے کاغذات کو عدالتوں میں محفوظ رکھتے ہیں لیکن وہ ارحم الراحمین اپنے مجرمین کو اس طرح معاف فرماتے ہیں کہ ان کے جرائم کی تمام یادداشتوں کو بالکلیہ محو اور فنا کرا دیتے ہیں" اور فرمایا کہ

فرشتوں سے یہ کام نہیں لیتے براہ راست خود اپنی قدرتِ کاملہ غالبہ سے یہ کام کرتے ہیں تاکہ بروزِ محشر فرشتے ہمارے گنہگار بندوں کو طعنہ نہ دیں کہ نامۂ اعمال تو تمہارے خراب تھے ہم نے تمہارے سیئات اور برائیوں کو مٹا دیا۔ حق تعالیٰ کی ان رحمتوں پر قربان جائیے۔

ایک حکایت مرشدی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ ایک عالم نے نوّے سال تک بستی بستی، شہر شہر ہر جگہ صرف حق تعالیٰ کی رحمت کا مضمون بیان کرتے اور بدترین گنہگار بندوں کو بھی ناامیدی کے دلدل سے نکال کر حق تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار کرکے اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے۔ جب انتقال ہوگیا تو کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ اس عالم نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ نے ہم کو یہ کہہ کر بخش دیا جاؤ تم کو میں اپنی رحمت سے کیسے محروم کروں جبکہ تم نے نوّے سال تک میرے بندوں کو اپنے مواعظ سے میری رحمت کا امیدوار بنایا ہے۔

توبہ اور استغفار سے بندے کا رشتہ حق تعالیٰ سے مضبوط ہوجاتا ہے ہر گناہ سے حق تعالیٰ سے جو دوری ہوتی ہے توبہ اور استغفار اس دوری کو حضوری سے تبدیل کردیتا ہے۔

ابلیس کی حکایت اسی لئے جب یہ آیت وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً الخ نازل ہوئی اور ابلیس نے دیکھا کہ اب تو بندوں کو بہکانے کی ساری محنت بیکار گئی کیونکہ توبہ

سے ان کی مغفرت کی آیت نازل ہوگئی تو علامہ آلوسیؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابلیس بہت رویا صاح ابلیس بجنودہ وحثا علی رأسہ التراب اور اپنے سر پہ مٹی ڈالنے لگا اور ہائے ہلاکت ہائے تباہی و بربادی کی پکار لگانے لگا جس کو سُنکر تمام شیاطین کی فوج جمع ہوگئی اور دریافت کیا، کیا غم آپ کو آپہنچا۔ اس نے کہا اب اولاد آدم علیہ السلام کو گناہ کچھ نقصان نہ کریں گے۔ مغفرت اور توبہ کی آیت نازل ہوگئی۔ سب نے کہا آپ گھبرائیں نہیں ہم اُن کو ایسے بُرے اعمال میں مبتلا کریں گے جس کو یہ دین اور حق سمجھ کر کریں گے اور اس کے سبب ان کو توبہ کا خیال بھی نہ آئے گا یعنی بدعت وغیرہ۔ فلا یتوبون ولا یستغفرون ولا یرون الّا انہم علی الحق فرضی منہم بذالك۔ پس ابلیس خوش ہوگیا۔

بندوں کے استغفار اور توبہ سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوتے ہیں؟

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جس وقت وہ توبہ کرتا ہے اس حالت سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ تم میں سے کسی کی اونٹنی گم ہوجاوے اور وہ جنگل میں ہو اور اس اونٹنی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو اور وہ مایوس ہوکر کسی درخت کے نیچے لیٹ جاوے کہ اب تو مرنا ہی ہے کہ اسی مایوسی کی حالت میں وہ اچانک دیکھے کہ اس کی اونٹنی اُس کے پاس آگئی اور وہ خوشی سے کہہ پڑے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب یعنی عقل اس وقت

غلبۂ مسرت سے مغلوب ہو گئی ۔ اس سے بھی زیادہ خوشی حق تعالیٰ کو ہوتی ہے جب بندہ نفس و شیطان کے چکر میں، گناہوں میں پھنس کر اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے پھر وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں آ کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کتنی خوشی ہوتی ہے وہ اس حدیث کے مضمون سے اندازہ کیجئے اور یہ بھی ایک سمجھانے کا عنوان ہے ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ وہ خوش ہوتے ہیں ۔ قربان جائیے ایسے کریم اور رحیم مالک پر کہ اپنے غلاموں کے ساتھ اس قدر تعلق اور محبت رکھتے ہیں ۔

گنہگار کی دنیا اور ابرار کی دنیا

گنہگار کی زندگی نہایت بے سکون اور تلخ ہوتی ہے ،

جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے جو مجھ کو بھلا دیتا ہے میں اس کو نہایت تلخ (کڑوی) زندگی دیتا ہوں ۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ط

اور جو لوگ حق تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ان کے لئے وعدہ ہے :

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً "مومن صالح اعمال والے کو حق تعالیٰ نہایت بالطف زندگی عطا فرماتے ہیں"

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو صالحین کہلاتے ہیں قلیل دنیا کے ساتھ بھی سکون سے جیتے ہیں اور فاسقین نافرمان بندے کثیر دنیا کے باوجود بے سکون رہتے ہیں ۔

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

(مولانا محمد احمد صاحب)

صالحین ان کے نام کی لذت سے ہر حال میں خوش اور سکون سے ہیں جس حالت میں بھی ہوں دنیا کے حوادث ان کو حواس باختہ نہیں کرتے۔ ان کے دل حق تعالیٰ کے نام کی لذت سے غم پروف ہوتے ہیں جس طرح آجکل گھڑیاں واٹر پروف ہوتی ہیں۔ احقر کے یہ اشعار اسی مضمون کو پیش کرتے ہیں۔

ہر وادیٔ ویراں میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں ترے نام کی لذت پہ خدایا

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لیکر

زندگی پُرکیف پائی گرچہ دل پُرغم رہا
اُن کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بےغم رہا

اہل دنیا اسباب راحت حاصل کر لیتے ہیں لیکن راحت اور سکون تو حق تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ یہ سکون زمین سے مثل پٹرول نہیں ملے گا یہ آسمان سے اترتا ہے اور جس سے آسمان والا راضی ہوتا ہے اس کے ہی دل پر اترتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ دلوں کو چین تو ہماری ہی یاد سے ملتا ہے جس سے دنیا کی اکثریت محروم ہے اسی لئے دنیا کی اکثریت سرگرداں و پریشان و حیران ہے

کوئی نالاں کوئی گریاں کوئی حیراں نکلا
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا؛

سکون تو منزل من السماء دولت ہے۔ ارشاد ہے ہُوَ الَّذِیْ

أَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں سکون تو وہ مائدہ اور منّ و سلویٰ ہے جو آسمان سے اللہ تعالیٰ قلوب مومنین پر اُتارتا ہے۔ اے زمین سے چپکنے والو اور آسمان والے سے دور بھاگنے والو! تم زمین میں کیا تلاش کر رہے ہو؟ بنگلوں اور کاروں اور ایئر کنڈیشنڈ گھروں میں مرغ کی بریانی اور نوٹ کی گڈیوں میں تم ہماری غفلت اور نافرمانی کی نحوست کے وبال سے بدحواس اور پریشان رہو گے اور سکون کو خواب میں بھی نہ دیکھ سکو گے۔ ایئر کنڈیشنڈ کمرے تمہاری کھال ٹھنڈی کردیں گے لیکن تمہارے دل ہمارے بھیجے ہوئے حوادث اور مصائب اور افکار اور غموں سے گرم ہوں گے اور ویلیم ۵ کی گولیوں سے بھی سکھ کی نیند نہ سکو گے۔

برعکس جاؤ ان بوریہ نشینوں کو دیکھو جو ہمارے نام پاک سے مست ہیں اور ان کا عالم دیکھو کیا ہے؟ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟

؎ خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریہ بھی پھر ہمیں تختِ سلیمان تھا

(خواجہ صاحب)

؎ چوں حافظ گشت بے خود کے شمارد
بہ یک جو مملکت کاؤس و کے را

(حافظ شیرازی)

؎ بوئے آں دلبر چوں پراں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

(رومی)

وہ سکینہ اور سکون کیا ہے جو اللہ والوں کے دلوں پر اترتا ہے، آئیے اور تفسیر روح المعانی میں ملاحظہ فرمائیے۔

سکون قلب اور سکینہ تفسیر قرآن کی روشنی میں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں، آیت قرآنی:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی نازل کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکینہ کو اپنے نبی اور ایمان والوں پر۔

اس آیت کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے والسکینۃ الاطمئنان و الوقار (پ۲۶ ص ۱۱۶) من باب الاشارات فی بعض الآیات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ سکینہ ایک نور ہے اور قوت اور روحانی کیفیت ہے جس سے مومن سکون پاتا ہے اور حالت غم میں بھی بدحواس نہیں ہوتا پُر وقار رہتا ہے بوجہ اس تسلی کے جو اس سکینہ سے اُسے حاصل رہتی ہے اور اس کی برکت سے محاسبۂ نفس اور ملاطفۂ خلق اور مراقبۂ حق کی توفیق رہتی ہے اور حق تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہتا ہے اور برائیوں سے اجتناب رکھتا ہے اور یہ سکینہ صرف پیغمبروں اور اولیاء کے قلوب پر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اترتا ہے۔

اصلی عربی عبارت:-

هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ الاٰیۃ

فسرواھا بشیٔ یجمع نوراً و قوۃ وروحاً بحیث یسکن الیہ ویتسلی بہ الحزین والضجر ویحدث عندہ القیام

بالخدمة و محاسبة النفس و ملاطفة الخلق و مراقبة الحق و الرضا بالقسم و المنع من الشطح الفاحش و قالوا لا تنزل السکینة الا فی قلب نبی او ولی ۔

(روح المعانی پ۲۶ صفحات ۱۲۹ و ۱۳۰)

گیارھویں پارہ میں اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ کی تفسیر میں علامہ آلوسی سکون اور سکینہ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں :

اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ، ای سبب لنزول السکینة فیهم اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی دعا آپ کے اصحاب کے لئے نزول سکینہ کا سبب ہے ۔

سکینہ کیا ہے ؟

وفسروا السکینة بنور یستقر فی القلب و به یثبت علی التوجه الی الحق و یتخلص عن الطیش ۔

(روح پ۱۱ ص ۲۵)

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں پ۱۱ پر سکینہ کی تفسیر اِن الفاظ میں فرماتے ہیں ـــ اور مفسرینؒ نے تفسیر کیا کہ سکینہ ایک خاص نور ہے جو دل میں مستقر ہو جاتا ہے (یعنی ایسا استقرار پکڑ لیتا ہے کہ ہر وقت قائم اور راسخ رہتا ہے) ۔

احقر عرض کرتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ۔ حق تعالیٰ شانہٗ ایسا نور عطا فرماتے ہیں اپنے اولیاء کو جو صرف ان کی خلوت گاہوں میں ہی ان کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ عالم میں جہاں بھی وہ ہوتے ہیں خلوت ہو یا کہ جلوت ، خلوت در انجمن اور انجمن در خلوت کے مصداق ہوتے ہیں ۔ اسی نور کی برکت سے

وہ انسانوں کے مجمع کثیر میں بھی خدا سے غافل نہیں ہوتے ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

(مولانا محمد احمد صاحب)

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

(اختر)

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعدؔ آپ سے غافل نہیں

(مولانا اسعد اللہ صاحبؒ مظاہر العلوم سہارنپور)

اس نور سکینہ کی دوسری شان علامہ آلوسیؒ نے یہ بیان فرمائی:

وبہ یثبت علی التوجہ الی الحق۔ "یعنی اس نور سکینہ کے فیض سے یہ قلب ہر وقت توجہ الی اللہ کے مقام پر فائز رہتا ہے"

احقر عرض کرتا ہے کہ جس طرح قطب نما کی سوئی بوجہ مقناطیسی مادہ کے قطب شمال کی سمت کو اپنا رُخ کئے رہتی ہے اور مرکز قطب شمالی اس کے استقامت الی الشمال کا خود محافظ ہوتا ہے اور رُخ بدلنے سے وہ سوئی مضطرب ہوجاتی ہے اسی طرح جب قلب کو وہ نور عطا ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا مرکز نور اس قلب کی توجہ الی اللہ کا محافظ ہوتا ہے اگر غفلت سے

اس کا رُخ بدلے گا فوراً اضطراب شروع ہو جاوے گا اور بزبان حال کہہ اٹھے گا ؎

دل مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
(مولانا محمد احمد صاحب)

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
اُن کی گلی سے آپ نکلنے نہ پائیے
(مولانا محمد احمد صاحب)

علامہ آلوسیؒ نے تیسری شان اس نور سکینہ کی جو بیان فرمائی :

ویتخلص عن الطیش یعنی یہ شخص بدحواسی اور بے عقلی کے اضطراب سے نجات پا جاتا ہے۔

لغت محیط المحیط قاموس مطول للغۃ العربیۃ (ص ۵۶۳) پر طیش کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے :

طاش فلانٌ ای ذھب عقلہٗ الطائش الذی لا یصیب اذا رمیٰ ، طیّاش وطائش: الذی لا یقصد وجھاً واحداً۔

ایک شاعر ، گنہگار زندگی کا نقشہ یوں بیان کرتا ہے ؎

نت نیا روزمزہ چکھنے کا ہے لپکا ان کو
دربدر جھانکتے پھرتے ہیں انہیں عار نہیں

گنہگاروں کو اپنی بگڑی توبہ اور استغفار سے بنانی چاہیئے

بعض لوگوں کو غالبؔ کا یہ شعر مانع ہوتا ہے ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے اس شعر کی اصلاح فرمادی

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
اُن کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عرش لرزد از اَنینِ المذنبین

نالۂ گنہگاراں سے عرش، رحمت سے کانپنے لگتا ہے یعنی دریائے رحمت کی موجوں میں جوش آتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ حرم شریف میں آخر شب استغفار میں اس طرح روتے تھے کہ کلیجہ سننے والوں کا پھٹا جاتا تھا اور ایک رات صرف اس شعر کو سجدہ میں پڑھتے رہے اور روتے رہے ؎

اے خدا ایں بندہ را رُسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن (رومیؒ)

ترجمہ: "اے خدا! اس بندہ کو میدانِ محشر میں رُسوا مت فرمانا اگرچہ ہم بُرے اور گنہگار ہیں آپ ہمارے عیوب کو مخلوق پر ظاہر نہ فرمائیے گا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ ثُمَّ يُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ (ابن ماجہ)

(مشکوٰۃ باب الخوف ص ۴۵۸)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو نکل کر اس کے چہرہ پر گرتا ہے اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔"

✧ ✧ ✧ ✧ ✧ ✧

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں نکلا ہو (حکایات صحابہ)

غالباً اسی حدیث کے پیش نظر مولانا رومیؒ نے فرمایا

کہ برابر میکند شاہ مجید
اشک را در وزن با خون شہید

ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ گنہگار بندوں کے آہ و نالوں کے وقت نکلے ہوئے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں۔

میرے بزرگو اور دوستو! بے حساب مغفرت اور عرش کے سائے کا نسخہ بھی حق تعالیٰ کے خوف سے تنہائی میں رونا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

کیا آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے۔ (حکایات صحابہؓ)

مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے، عقبہ بن عامرؓ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! نجات کا کیا راستہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ یعنی زبان کو گناہ سے روکو اور بدون ضرورت گھر سے نہ نکلو۔ عبارت حدیث یہ ہے:

عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت: ما النجاۃ؟ فقال: املك عليك لسانك وليسعك بيتك وابك خطيئتك (احمد، ترمذی) (مشکوٰۃ)

ایک علمی لطیفہ

ایک مرتبہ احقر، حضرت مرشدی شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ سے بخاری شریف پڑھ رہا تھا۔ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب دامت برکاتہم بھی مہمان تھے۔ انہوں نے درس میں سوال کیا کہ گناہوں کو برف کے پانی سے اور اولے کے پانی سے دھونے کی دعا میں کیا حکمت ہے؟ بماء الثلج والبرد۔ حضرت والاؒ نے سر جھکا لیا اور آنکھیں بند کر کے دعائے خفیہ کی۔ احقر عرض کرتا ہے کہ علامہ شامیؒ نے جلد اول ص ۳۴۵ پر بحر الرائق کے حوالے سے دعا کی چار قسموں میں سے ایک دعائے خفیہ لکھی ہے جس میں ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا

صرف دل میں دعا مانگی جاتی ہے) پھر فرمایا الحمد للہ جواب دل میں عطا فرمادیا۔ چونکہ ہر گناہ میں گرمی اور ظلمت کی خاصیت ہے پس گرمی کو دور کرنے کے لئے برف کے پانی کو تجویز فرمایا گیا اور اولہ کا پانی بہت زیادہ سفید ہوتا ہے اس سے گناہ کی ظلمت دور کی گئی۔

بخاری شریف کی حدیث

بخاری شریف میں باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ و فضل المساجد کے ذیل میں امام بخاریؒ نے یہ حدیث تحریر فرمائی ہے:

سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم القیمۃ یوم لا ظل الا ظلہ	"قیامت کے دن سات (قسم کے) آدمی ایسے ہوں گے جن کو حق تعالیٰ شانہٗ عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے"
ان میں ایک شخص وہ ہوگا:	
ورجلٌ ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ۔	"وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں"

شرح بخاری فتح الباری (ج ۲ ص ۱۴۷) میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ راجح قول یہاں سایہ سے مراد عرش کا سایہ ہے۔

ترجح ان المراد ظل العرش۔

ذکر اللہ: ای بقلبہ من التذکرۃ او بلسانہ من الذکر۔	"ذکر اللہ سے مراد دل میں یاد کرنا اللہ تعالیٰ کو یا زبان سے ذکر کرنا"

اور خالیاً یعنی تنہائی کی قید اس لئے ہے کہ ریا سے محفوظ ہے۔ لأنہ یکون ابعد من الریاء۔

والمراد خالیا من الالتفات الیٰ غیر اللّٰہ ولو کان فی ملأ۔	"یعنی مراد تنہائی سے یہ ہے کہ قلب توجہ الی اللّٰہ رکھے اور غیر اللّٰہ سے خالی ہو اگرچہ مجمع میں ہو۔"

اور اس مفہوم کی تائید امام بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے:۔

"ذکر اللّٰہ بین یدیہ"

لیکن مطلق تنہائی جہاں کوئی نہ ہو اس مفہوم کی تائید عبداللّٰہ بن مبارکؒ اور حماد بن زیدؒ کی روایت ذکر اللّٰہ فی خلاء سے ہوتی ہے۔ أی فی موضع خال، یعنی بالکل تنہائی ہو کوئی مخلوق نہ ہو۔ اور حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں ھی الاصح یہی زیادہ صحیح ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اہل محبت کو ذوقاً بھی یہی خلوت محبوب ہے

؎ تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی

اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دل نشین ہوتی

(مجذوبؒ)

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود

راز را غیر خدا محرم نبود

فرماتے ہیں جلال الدین کی آہ و بکا کا سوائے آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا۔ سبحان اللّٰہ! کیا تنہائی کا لطف بیان فرما رہے ہیں

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے
(مولانا محمد احمد صاحب)

اور ہمارے راز کا حق تعالیٰ کے سوائے کوئی محرم نہ تھا۔

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
کہ مرا با تو سرِ سودا بود

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ دونوں جہان میں اے خدا مجھے وہ قطعۂ ارض (زمین کا ٹکڑا) محبوب ہے جہاں رومی کی جان آپ سے سرگوشی کر رہی ہو اور مناجات کی لذت وحلاوت سے مسرور اور مخمور اور معمور ہو رہی ہو۔

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
تا ابد جاناں چنیں می بایدم

اے خدا! مجھے آپ کی محبت میں نعرۂ مستانہ بہت ہی لذیذ معلوم ہوتا ہے۔ اے کاش! قیامت تک اے محبوب یہی کام نعرۂ مستانہ کا جاری رہتا۔

سینے میں ہے وہ درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے
(اختر)

استغفار اور توبہ کی حالت میں گریہ وزاری پر احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا میرا خونِ جگر

ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

مرشدی حضرت پھولپوری کی شان میں :-

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاک گریباں
اے دامن تر اشک رواں زلف پریشاں
کس کے لئے دریا تری آنکھوں سے رواں ہے
کس کے لئے پیری میں بھی تو رشکِ جواں ہے
کس کے لئے جاری لبوں سے آہ و فغاں ہے
کس برق سے اٹھتا یہ نشیمن سے دھواں ہے
ہے کس نگہ پاک کا تیرے جگر میں تیر
اک خلق ہوئی جاتی ہے جس درد کی اسیر
تیرے چمن کو کیسے اجاڑے گی یہ خزاں
جو خود ہی ترے فیض سے ہے رشکِ گلستاں

(اختر)

طریقہ توبہ از حدیث

ذکر الجزری فی الحصن عن ابی الدرداء مرفوعًا :

واذا اخطأ او اذنب فاحب ان یتوب الی اللہ فلیمد یدیہ الی اللہ عزّ وجل ثم یقول اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْھَا لَا اَرْجِعُ اِلَیْھَا اَبَدًا فانہ یغفر لہ مالم یرجع فی عملہ ذٰلک رواہ الحاکم

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۱)

ترجمہ :- مرفوعاً روایت ہے کہ جب بندہ خطا یا گناہ کر بیٹھے اور اس کو توبہ کرنا محبوب ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر یہ کہے "اے اللہ! میں توبہ کرتا ہوں تیری طرف اس گناہ سے، نہیں کروں گا اس گناہ کو دوبارہ" پس اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اس کو جب تک دوبارہ نہ لوٹے اس گناہ کی طرف۔ (روایت کیا اس کو حاکم نے)

ارشاد امام غزالیؒ طریقۂ توبہ کے بارے میں
از مرقاۃ ج ۳ ص ۲۱۱

جب تم توبہ کا ارادہ کرو غسل کرو اور کپڑے بھی دھو ڈالو اور ۲ رکعت نماز پڑھ لو پھر زمین پر اپنی پیشانی رکھ دو اس حال میں کہ آنسو جاری ہوں اور قلب غمگین ہو اور یہ جگہ تنہائی کی ہو لا یراك الا اللہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تم کو نہ دیکھ رہا ہو اور سر پر بھی مٹی ڈال دو اور چہرہ کو زمین پر رگڑو اور اپنے گناہ کا ذکر کرو ایک ایک، اور نفس سے کہو اے بے شرم نفس کیا تو عذاب الٰہی کو برداشت کی طاقت رکھتا ہے اور خوب رونا شروع کرو رب رحیم کی طرف ہاتھ کو بلند کرو اور کہو :

اِلٰهِی عبدك الآبق رجع الی بابك، عبدك العاصی رجع الی الصلح، عبدك المذنب اتاك بالعذر، فاعف عنی بجودك وتقبلنی بفضلك وانظر الیّ برحمتك، اَللّٰهُمَّ اغفر لی ما سلف من الذنوب واعصمنی فیما بقی من الاجل فان الخیر کله بیدك وانت بنا رؤف رحیم" (مرقاۃ ص ۲۱۱ ج ۳)

ترجمہ :- "اے اللہ ! آپ کا بھاگا ہوا بندہ آپ کے دروازہ پر حاضر ہو گیا اور آپ کا نافرمان بندہ صلح کے لئے لوٹ آیا اور آپ کا گنہگار بندہ عذر پیش کرتا ہے، اپنے کرم سے معاف فرمادیجئے اور اپنے فضل سے قبول فرمالیجئے، میری طرف نگاہِ رحمت فرمایئے، ہمارے پچھلے گناہوں کو معاف فرمایئے اور آئندہ کی خطاؤں سے حفاظت فرمایئے، پس ہر خیر آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ ہمارے حال پر مہربان و کریم ہیں۔"

مغفرت کا مجرّب عمل
از امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

قال الشیخ محی الدین ابن العربی أنه بلغنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم :

"ان من قال لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه " سبعین الفاً غفر له و من قیل له غفر له ایضاً "

فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المروی وفیهم شاب مشهور بالکشف فاذا هو فی اثناء الأکل اظهر البکا فسألته عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوهبت فی باطنی ثواب التهلیلة المذکورة لها فضحك وقال انی اراها فی حسن المآب . قال الشیخ فعرفت صحة الحدیث بصحة کشفه وصحة کشفه بصحة الحدیث . (مرقاة ج ۳ ص ۹۸)

ترجمہ :- حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی کہ " جو شخص ستّر ہزار مرتبہ لاالٰہ الّا اللّٰہ پڑھے گا اس کی مغفرت ہو جاوے گی اور جس کے لئے اس مقدار میں پڑھا جاوے اور اس کو ثواب بخشا جاوے اس کی بھی مغفرت ہو جاوے گی" پس میں نے اس روایت کے مطابق لاالٰہ الّا اللّٰہ ستّر ہزار مرتبہ پڑھا ایک دن میرے کھانے پر ایک جوان صالح جس کا کشف بہت مشہور تھا کھانا کھا رہا تھا اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا میں نے وجہ دریافت کی تو کہا کہ میری ماں کو عذاب ہو رہا ہے، میں نے دل میں خاموشی سے اپنے ستّر ہزار لاالٰہ الّا اللّٰہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ اچانک ہنسنے لگا میں نے ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ میری ماں اور وہ اچھے مقام پر راحت میں ہے۔

فائدہ احقر عرض کرتا ہے کہ اگر ہر روز پانچ سو مرتبہ "لاالٰہ الّا اللّٰہ" کا ورد اپنا معمول بنالیا جاوے تو ۵ ماہ میں ۷۵ ہزار اس کی تعداد ہو جاوے گی اور اس میں سے ستّر ہزار کبھی ماں کو کبھی استاد کو کبھی کسی اور کو بخش دیا تو کیا عجب ہے اس مولائے کریم سے کہ ہر ایک کی مغفرت ہو جاوے۔

استغفار و توبہ کا فائدہ

(از مثنوی مولانا رومؒ)

ہر چہ بر تو آید از ظلمات غم
آں ز بیباکی و گستاخی است ہم

غم چوں بینی زود استغفار کن
غم با مر خالق آید کار کن !!

ترجمہ ① مولانا رومیؒ فرماتے ہیں اے انسان جو کچھ تجھ پر غم و مصائب اور ظلمات غم آتے ہیں وہ سب تیری بیباکی اور نافرمانی اور گستاخی کے سبب آتے ہیں۔

② پس جب تو غم اور مصائب دیکھے تو جلد استغفار کر کیونکہ یہ غم خدا کے حکم سے آتا ہے۔

شاعر کہتا ہے ؎

قال الجدار للوتد لِمَ تَشُقُّنِی
قال الوتد انظر لمن يَدُقُّنِی

دیوار نے کہا کھونٹے سے کہ میرے اندر کیوں گھستا ہے۔ اس نے کہا مجھے کیا دیکھتی ہے اُسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے میں تو بے بس ہوں۔ پس اسباب بے بس ہیں۔ یہ مسبّبِ حقیقی خدائے تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔

مشکوٰۃ میں حدیث وارد ہے کہ دُعاء آئی بلاء کو ٹالتی ہے اور جو ابھی آئی نہیں اس کو بھی دفع کر دیتی ہے۔

ان الدّعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل فعليكم
عباد الله بالدّعاء (مشکوٰۃ ص ۱۹۵)

پس اے اللہ کے بندو! دعاء کو لازم پکڑ لو۔

؎ بلائیں تیر فلک کماں ہے چلانے والا شہا ل ہے
اسی کے زیر قدم اماں ہے بس اور کوئی مفر نہیں ہے

دنیائے سائنس آج اسباب مصائب یعنی کھونٹوں کی ریسرچ میں معروف ہے کہ فلاں کھونٹا کس رفتار سے اور کس مقدار سے ہمارے اندر گھسنے والا ہے، ارے نادانو! ان کھونٹوں کے ٹھوکنے والے کو جب تک راضی نہ کروگے یاد رکھو تم ریسرچ کرتے ہی رہوگے اور وہ گھستے ہوئے تم کو ہلاک کردیں گے

جہاں طوفان میں پھنس کر سفینہ ڈگمگاتا ہے
وہیں قدر خدا وناخدا معلوم ہوتی ہے

کیا نہیں دیکھا کہ طوفان کی رفتار کو سائنسی آلات سے ریسرچ کرنیوالے مع آلات نذر طوفان ہوگئے ۔ اسے صرف یہی ایک دروازہ ہے ۔

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت
بہ ہر جا رفت ہیچ عزت نیافت

تدبیر اور دُعا دونوں ہی ضروری ہیں بلکہ تدبیر کمزور بھی ہو تو بھی دُعا سے کام بن جاتا ہے یعنی ۔ دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تراست ۔

”استغفار اور توبہ نہ کرنے سے مصائب دور نہ ہونگے“

ہم جب تک حق تعالیٰ کو راضی نہ کریں گے مصائب دور نہ ہوں گے اور راضی کرنے کا نسخہ کامل استغفار ہے اور کامل توبہ ہے یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ کی پوری تکمیل شریعت کے مطابق ہو ۔

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس سے واضح کیا گیا ہے کہ دنیا کے اکثر مصائب ہمارے معاصی کا نتیجہ ہیں ۔

معاصی اور مصائب کا ربط

(تفسیر قرآن کی روشنی میں)

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	ترجمہ: "جو شخص ایک ذرہ بھی خیر کرے گا
خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ	اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ایک
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝	ذرہ برائی کا بھی عمل کرے گا اس کو
(سورۂ زلزال پ ۳۰)	دیکھ لے گا۔"

بشرطیکہ اس وقت وہ خیر و شر باقی رہے ورنہ اگر کفر سے وہ خیر فنا ہو چکی یا توبہ اور ایمان سے وہ شر زائل ہو چکا وہ اس میں داخل نہیں کیونکہ وہ خیر خیر نہ رہی اور وہ شر شر نہ رہا جب مدار حکم نہ رہا حکم ثابت نہ ہوگا۔

(بیان القرآن)

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ تو حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اس آیت کے سنتے ہی خوف سے گھبرا کر ہاتھ کھانے سے ہٹا لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمارے اعمال میں مثقال ذرہ شر کا موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من عمل منکم خیرا	ترجمہ: "تم میں سے جو شخص دنیا میں نیک
تجدہ فی الاخرۃ ومن	عمل کرے گا اس کی جزاء آخرت
عمل منکم شرا یرہ فی	میں پائے گا اور جو تم میں سے شر

الدنیا مصیبات أو — کرے گا دنیا میں مصائب

امراضا (روح المعانی پ ۳۰ ص ۲۱۳) — اور امراض دیکھے گا "

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کیا تم نے دنیا میں کوئی ناگوار اور مکروہ بات نہیں دیکھی؟ پس وہی مثاقیل ذرۂ شر ہیں اور تمہاری نیکیوں کے ذرات آخرت کے لئے جمع ہو گئے جو قیامت کے دن پورے پورے مل جاویں گے۔

عبارت روح یہ ہے:

یا أبابکر أرأیت ما تری فی الدنیا مما تکرہ فبمثاقیل ذر الشر ویدخر لک مثاقیل ذر الخیر حتی توفاہ یوم القیامة.

مثقال ذرہ کیا ہے؟

① الذرۃ نملة صغیرۃ حمراء رقیقة یقال انها تجری اذا مضی لها حول وهی علم فی القلة. — ترجمہ: "ذرہ چھوٹی چیونٹی سُرخ رنگ کی باریک جو ایک سال کے بعد چلتی ہے اور یہ قلت کا علَم ہے۔ (یعنی انتہائی کم مقدار کا اظہار)

② قیل الذرۃ ما یری فی شعاع الشمس من الهباء — "اور کہا گیا کہ ذرہ وہ ہے جو سورج کی شعاعوں میں گرد و غبار سے نظر"

③ عن ابن عباس أنه دخل یدہ فی التراب — "حضرت عبا نے اپنے"

ثم رفعها ثم نفخ فیها وقال کل واحدۃ من هؤلاء مثقال ذرۃ۔

پھونک ماری اور فرمایا ہر ایک ان میں کا مثقال ذرہ ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

تشریحات بالا کی روشنی میں معلوم ہوا کہ دنیا میں گناہ اور نافرمانی کے ثمرات اور عواقب مصیبت نہیں بلکہ مصائب، اور مرض نہیں بلکہ امراض لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو ترک معاصی کی توفیق بخشیں۔ اللّٰھم ارحمنا بترک المعاصی۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔

(پ۲۵۔ سورۂ شوریٰ)

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) جو کچھ تم کو مصائب آتے ہیں وہ اکثر تمہارے مکسوبات سیئہ سے آتے ہیں۔ (یعنی معاصی کے سبب) اور اکثر خطاؤں کو تو وہ اپنے کرم سے معاف ہی فرما دیتے ہیں۔

از "روح المعانی پ۲۵ ص۴۱"

مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ أی مصیبۃ کانت من مصائب الدنیا کالمرض وسائر النکبات فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ أی بسبب معاصیکم التی اکتسبتموھا وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ أی من الذنوب فلا یعاقب علیھا۔

حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے لکڑی کی خراش، رگوں کا اختلاج، پتھر کا زخم، قدم کا پھسلنا نہیں ہوتا مگر گناہ کے سبب، اور جو عفو کرتا ہے اللہ وہ اس سے کثیر ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے سر میں درد تھا۔ پس اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا یہ میرے گناہ کے سبب ہے اور جو معاف کرتا ہے خدا وہ اس سے کثیر ہے۔ (کذا فی الروح)

مصائب کا سبب کبھی ترقی درجات ہوتا ہے

حدیث

قال علیہ السلام ان العبد اذا سبقت له من الله منزلةٌ لم یبلغہ بعملہ ابتلاہ الله فی جسدہٖ اوفی مالہ اوفی ولدہٖ ثم صبر علی ذلك حتی یبلغہ المنزلة التی سبقت له من الله عزّ وجلّ۔

(ابوداؤد)

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے: بے شک جب کسی بندے کے لئے حق تعالیٰ کی طرف کوئی درجہ مقرر ہو چکا ہوتا ہے اور بندہ اس درجے کو اپنے عمل سے نہیں پا سکتا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے بدن میں یا اس کے مال میں یا اس کے بچوں میں کوئی تکلیف بھیج دیتا ہے اور پھر وہ صبر کی توفیق دیتا ہے حتیٰ کہ اپنی رحمت سے پہنچا دیتا ہے اس کو اس درجہ پر جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مصائب کا ترتب بسبب معاصی خاص ہے گنہگار مسلمانوں کے لئے جیسا کہ علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں:

والآیۃ مخصوصۃ باصحاب	ترجمہ: "معاصی پر مصائب کا آنا یہ
الذنوب من المسلمین	گنہگار مسلمان کے لئے ہے۔
وغیرھم فان من	انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ
لا ذنب لہ کالانبیاء	ہیں ان پر رفع درجات اور
علیہم السلام قد	دیگر ان حکمتوں کے تحت
تصیبہم مصائب ویکون	مصائب آتے ہیں جو ہمارے
ذلک لرفع درجاتہم	اوپر مخفی ہیں اور بچے پر مصائب
او لحکم اخری خفیت	اس کے درجے بلند کرنے
علینا وقیل فی مصائب	کے لئے اور ماں باپ کا
الطفل رفع درجتہ و	درجہ بلند کرنے کے لئے
درجۃ ابویہ او من	آتے ہیں"۔
یشفق بحسن الصبر	

(روح ص۴۳ پ۲۵)

* * * * * *

* * * * *

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں دن میں ستر بار سے زیادہ۔ ایک اور روایت میں فرمایا کہ سو بار استغفار کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ۔ باب الاستغفار)

لیکن آپؐ کا یہ استغفار گناہ کے سبب نہ تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

معصوم تھے بلکہ یہ استغفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال معرفت عظمتِ الٰہیہ کے پیشِ نظر اپنے اعمال میں قصور محسوس کرنے کے سبب تھا اور اُمّت کو ترغیب دینے کے لئے تھا۔

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

واستغفارہ لیس لذنب لانہ معصوم بل لاعتقاد قصورہ فی العبودیۃ عما یلیق بحضرۃ ذی الجلال والاکرام وحث للامۃ علی التوبۃ والاستغفار فانہ صلی اللہ علیہ وسلم مع کونہ معصوماً وکونہ خیر المخلوقات اذا استغفر وتاب الی ربہ فی کل یوم اکثر من سبعین مرۃ فکیف بالمذنبین۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۳)

توبہ اور استغفار کے بعد مستغفر اور تائب کو عار دلانا

جو شخص توبہ کرلے، اس کو اس کے ماضی کے اُن گناہوں پر شرمندہ کرنا، طعنہ دینا اور تحقیر کرنا حرام ہے جن سے اُس نے توبہ کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من عیّر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ یعنی من عمل قد تاب منہ (ترمذی)	ترجمہ: "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو عار دلایا (یعنی اس کے گناہ پر شرمندہ کیا) تو وہ نہ

مرے گا جب تک اس گناہ کو نہ کرلے (راوی نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اس گناہ سے عار دلایا جس سے وہ توبہ کرچکا ہے)۔

فائدہ اور اگر توبہ سے قبل عار دلائی تو گو اس وعید کا مستحق نہیں ہے مگر یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ توبہ سے قبل بھی خیر خواہی سے نصیحت کرنا چاہیئے، عار دلانا اس وقت بھی بُرا ہے (ہاں اگر عار دلانا ہی مصلحت ہو تو وہ اور بات ہے)۔

مولانا رومیؒ کا ارشاد

روغن گل روغن کنجد نماند

آفتابے اید او جامد نماند

جب تل کا تیل گلاب کی صحبت سے روغنِ گل بن گیا تو اس کو اس کے ماضی پر طعنہ مت دو کہ تو پہلے تل کا تیل تھا۔ اب تو اس کا نام بھی بدل گیا (روغن گل) کام بھی بدل گیا اور دام بھی بدل گئے اور برف نے جب آفتاب دیکھا تو جامد نہ رہا، پانی ہو گیا اب اس کو برف مت کہو۔

تنبیہ اسی سے یہ سبق ملا کہ اگر کوئی گنہگار اللہ والوں کی صحبت سے اللہ والا بن جائے تو اس کے ماضی پر طعنہ دینا اور ماضی کو سوچ کر اُسے حقیر جاننا کس قدر خلاف حقیقت ہوگا اور کس قدر سوء ادبی اور محرومی ہوگی۔

تائب کی شان از حدیث شریف

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (مشکوٰۃ)

جو شخص توبہ کرلے گناہ سے وہ ایسا ہو گیا گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے۔

التائب من الذنب (الذی تاب توبۃ صحیحۃ) کمن

لاذنب له ای فی عدم المؤاخذة بل قد یزید علیه بان ذنوب التائب تبدل حسنات (مرقاۃ ج۵ ص۱۵۰)

موانع توبہ اور استغفار

غلط حیا اور شرم کا غلبہ ـــــ لیکن ایسی حیا جو توبہ کرنے سے روک دے محمود نہیں اور عاشق کو حق تعالیٰ کی دوری سے کیسے چین آسکتا ہے۔ پس یہ حیا دراصل قلتِ محبت اور قلتِ تعلق مع اللہ کا دوسرا نام ہے۔ مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی نے خوب فرمایا ہے ؎

حیا آتی ہے تیرے سامنے میں کس طرح آؤں
نہ آؤں تو دلِ مضطر کو میں لیکر کہاں جاؤں

حیا کیا ہے؟

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں ج۱ ص۷۰ پر تحریر فرمایا ہے کہ:

حقیقة الحیاء ان مولاك لایراك حیث نهاك وهذا المقام الاحسان المسمی بالمشاهدة.	ترجمہ: "حیاء یہ ہے کہ تم کو نہ دیکھے تمہارا مولا ایسی حالت میں جس سے تم کو منع کیا ہے یہی مقام احسان ہے جس کو مشاہدہ بھی کہتے ہیں"

سبحان اللہ! کیا عمدہ تعریف ہے۔

پس گناہ کرتے وقت تو شرم نہ آئی اور توبہ کرتے ہوئے شرم آرہی ہے!

حیار کی دوسری تعریف

وھو خلق یمنع الشخص من الفعل القبیح بسبب الایمان ۔

(مرقاۃ ج ا ص ۷۰)

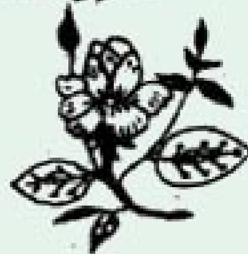
حیار وہ صفت ہے جو انسان کو برے کام سے روکتی ہے بسبب ایمان کے ۔

حیار کی تیسری تعریف

الحیاء ، قال بعض العارفین ان الحیاء ینشأ عن علم القلب بان اللہ رقیب علیہ فیحافظ ظاھرہ و باطنہ من مخالفۃ احکامہ (ص ۲۹)

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ :- خواہ کتنے ہی گناہ کر لئے ہوں آجاؤ خدا کی طرف آجاؤ۔ اگر کافر و بت پرست ہو سب آجاؤ رحمت پروردگار کی طرف۔ ہماری بارگاہ ناامیدی کی بارگاہ نہیں ۔ اگر سو بار اپنی توبہ توڑ چکے ہو پھر بھی ناامید مت ہو آجاؤ ۔ ہماری رحمت کا دامن وسیع ہے اور ہماری رحمت کا ہاتھ بہت کشادہ اور غیر محدود ہے ۔



توبہ کا طریقہ اور کلماتِ استغفار

من احیاء علوم الدین ۱۲ للامام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث ۱ جو شخص اپنے بستر پر لیٹتے وقت أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ط

تین مرتبہ پڑھ لے غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.
تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر اس کے گناہ ہوں یا ریت کے ٹیلے کے برابر ہوں یا درخت کے پتوں کے برابر ہوں یا ایام دنیا کے برابر ہوں ۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اگرچہ جہاد سے بھاگا ہوا ہو تو ایسا جرم عظیم بھی معاف ہو جاوے گا اس ورد کی برکت سے ۔

حدیث ۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان الفاظ سے استغفار فرماتے تھے :

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ هَزْلِيْ وَجِدِّيْ وَخَطَئِيْ وَعَمْدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط

حدیث ۳۰ ان افضل الاستغفار : اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ وَاَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ عَلٰى نَفْسِيْ بِذَنْبِيْ فَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ مَا تَقَدَّمْتُ مِنْهَا وَمَا اَخَّرْتُ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعَهَا اِلَّا اَنْتَ ۔

☓

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو بندہ نعمت اور معصیت دونوں میں ہو اس کی اصلاح صرف حمد اور استغفار ہی سے ہو سکتی ہے ۔ نعمت کا شکر حمد سے (الحمد للہ کہے) اور گناہ کی تلافی استغفار سے کرے ۔

نیز امام غزالیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ استغفار سے قبل ندامت ضروری ہے ورنہ یہ استغفار جو ندامت کے بغیر ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کے مترادف ہے ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے کوئی بندہ جو گناہ کرے پھر عمدہ وضو کرے دو رکعت نماز ادا کرے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی " وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ "

(احیاء العلوم ج۱ باب فضیلۃ الاستغفار) ص۳۱۱

فائدہ ہر دعار سے اول اور آخر درود شریف پڑھ لینا چاہئے قبولیت دعار کے لئے کیونکہ درود شریف مقبول ہے پس دو مقبول کے درمیان والی دعاؤں کو وہ کریم رد نہ فرمائیں گے۔ اور دعار کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا ممنوع ہے۔ یہ مضمون بھی امام محمد غزالیؒ نے تحریر فرمایا ہے اور دونوں باتوں کو حدیث سے ثابت فرمایا ہے۔

(از آداب دعا ص۳۴ ۱۲۔ احیاء)

توبہ کے متعلق

شارح مسلم محدثِ عظیم علامہ نووی کی جامع تحقیق

از ریاض الصالحین ص۱۱

فرمایا:-

قال العلماء التوبة واجبةٌ من كل ذنب	علماء نے کہا ہے کہ توبہ ہر گناہ سے واجب ہے۔
فان كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالىٰ لا تتعلق بحق آدمي فلها ثلثة شروط :	پس اگر معصیت کا تعلق بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور حقوق العباد سے تعلق نہیں تو اس کے لئے تین شرطیں ہیں :
(۱) احدها ان يقلع عن المعصية۔	ایک یہ کہ گناہ فوراً ترک کردے۔
(۲) الثاني ان يندم على فعلها۔	دوسرے یہ کہ اپنے فعل پر شرمندہ ہو۔

③ والثالث ان یعزم ان لا یعود الیھا أبداً فان فقد احدُ الثلثة لم تصح توبته۔ | تیسرے یہ کہ دوبارہ اس فعل کو نہ کرنے کا ارادہ کرے۔
÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

پس اگران تین شرطوں سے کوئی شرط نہ پائی گئی توتوبہ صحیح نہیں ہوئی۔

وان کانت المعصیۃ تتعلق بأدمی فشروطھا اربعۃ | اور اگر گناہ کا تعلق انسان کے حقوق سے ہے تو اس کیلئے چار شرطیں ہیں۔

تین تو یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ:

ان یبرأ من حق صاحبھا | اس انسان کے حق سے بری الذمہ

توبہ اور استغفار کے متعلق

حکیم الاُمّت حضرت مولانا تھانویؒ کے ارشادات

از کمالات اشرفیہ

① فرمایا کہ اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹادیتی ہے۔ دیکھئے بارود ذراسی ہوتی ہے مگر بڑے بڑے پہاڑوں کو اُڑادیتی ہے۔ (ص ۵۸ م ع ۲۴۸)

② فرمایا کہ بندہ اگر اس وجہ سے توبہ نہ کرے کہ میرے گناہ اس قدر بڑے اس درجہ کے ہیں کہ توبہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا یہ بھی حماقت ہے اور شیطان کا جال ہے۔ کیونکہ گو یہ صورۃً شرمندگی ہے لیکن حقیقت میں

یہ کبر ہے کہ اپنے کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ گویا اس نے حق تعالیٰ کا ایسا نقصان کر دیا ہے کہ اب اس کو وہ معاف نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو یہ برتاؤ بالکل مساوات کا سا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ اور اس کی صفاتِ کاملہ کے سامنے تمہاری اور تمہارے افعال کی ہستی ہی کیا ہے۔ سارا عالم بھی نافرمان ہو جاوے تو اُن کا ذرہ برابر بھی کچھ نقصان نہیں ہو سکتا نہ ان کو عفو و کرم سے مانع ہو سکتا ہے۔ مشہور ہے ایک بیل کے سینگ پر ایک مچھر جا بیٹھا جب وہاں سے اڑنے لگا تو بیل سے معذرت چاہی کہ معاف کیجئے گا آپ کو میرے بیٹھنے سے بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ بیل نے کہا اے بھائی مجھ کو تو خبر بھی نہیں ہوئی تو کب بیٹھا اور کب اُڑا۔ (ص ۵۷ م ع ۲۴۵)

(۳) فرمایا کہ اگر بندوں کو رحمت حق کا مشاہدہ ہونے لگے تو گناہوں کو بڑا سمجھنے پر شرمندگی ہوگی۔ ناامیدی تو بھلا کیا ہوتی۔ مگر اس شرمندگی کے مقتضا پر (کہ توبہ نہ کرے) عمل نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ گناہ اگرچہ رحمت حق کے مقابلہ میں چھوٹے ہیں مگر تمہارے لئے تو بڑے ہی ہیں۔ تولہ بھر سنکھیا اگرچہ من بھر تریاق کے سامنے چھوٹا ہے مگر معدہ کے مقابلہ میں بڑا ہے۔

(ص ۵۸ م ع ۲۴۹)

(۴) فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں سے ڈرتا ہے گو ادنیٰ ہی گناہ ہوں بخلاف فاجر کے کہ وہ گناہ کو مثل مکھی کے سمجھتا ہے کہ آئی اور اڑا دیا۔ تو معلوم ہوا کہ گناہ کو سخت سمجھ کر توبہ کرنا علامت ایمان کی ہے اور اس کو ہلکا سمجھنا علامت بے ایمانی کی ہے اور اوپر جو آیا ہے کہ گناہ کو بڑا نہ سمجھے اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا بڑا نہ سمجھے کہ توبہ کی ضرورت نہ سمجھے۔ غرض اصل چیز توبہ ہے۔ جو اعتقاد توبہ سے مانع ہو وہ مذموم ہے خواہ بڑا ہونے کا اعتقاد

ہو خواہ چھوٹا ہونے کا ۔ (ص ۵۸ م ع ۲۵۰)

⑤ فرمایا کہ معصیت کا علاج قبل صدور ہمت اور بعد صدور توبہ ہے سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں ۔ (ص ۹۰ م ع ۴۲۱)

⑥ ایک صاحب نے لکھا کہ گناہ کبیرہ کے بعد دل پر گھبراہٹ ہو جاتی ہے ۔ کئی کئی روز تک طبیعت گھبراتی ہے اور خوب گڑ گڑا کے استغفار کرنے سے دل پر شرمندگی چھا جاتی ہے اس کے لئے کیا کروں ۔

فرمایا یہ شرمندگی اور خوف فی نفسہ بہت اچھی چیز ہے اور یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے ۔ مگر کمال توبہ کا یہ ہے کہ زبان سے بھی تضرع کے ساتھ ہو ۔ پس اس رکاوٹ کا مقابلہ تکلف وہمت سے کیا جاوے اور خواہ کتنی ہی تکلیف ہو مگر رکاوٹ پر عمل نہ کیا جاوے ۔ (ص ۲۴۸ م ع ۱۰۳۴)

⑦ فرمایا کہ اصلاح اعمال وکثرت استغفار کو دفع طاعون میں بڑا دخل ہے ۔ (ص ۱۵۵ م ع ۶۵۷)

⑧ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور استغفار اس وقت مفید ہو سکتی ہے کہ گناہ کرنے والا خود بھی توبہ کرنا چاہے ۔ (ص ۱۱۲ م ع ۵۲۲)

⑨ اس کا تذکرہ ہونے لگا کہ رشوت سے توبہ کرے تو معاف کس طرح کرائے ؟

فرمایا کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ادا کرے یا معاف کرائے اگر پتہ نہ چل سکے تو اشتہار چھپوائے کہ میرے ذمہ جن کے حقوق ہوں لے لے یا چھوڑ دے ۔ پھر فرمایا کہ بڑا مفتی قلب ہے جب خوف ہوتا ہے تو سب تدبیریں ادائے حقوق کی سوجھنے لگتی ہیں ۔ (ص ۱۹۹ م ع ۸۱۲)

⑩ فرمایا کہ عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حق العبد میں محض بندہ ہی کا حق ہوتا ہے ، حق تعالیٰ کا حق نہیں ہوتا ۔ یہ غلط ہے بندہ کا وحق اللہ تعالیٰ

ہی نے تو مقرر فرمایا ہے مثلاً حکم دیا ہے کہ مظلوم کی امداد کرو، کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو، کسی کو ایذاء نہ دو تو جب ان احکام کے خلاف کسی کو ایذاء دی جاوے گی تو جیسے بندہ کا حق فوت کیا ایسے ہی خدا تعالیٰ کا بھی حق فوت کیا کہ اُن کے حکم کی مخالفت کی۔ اس لئے حقوق العباد تلف کرنے میں محض بندوں کی معافی کافی نہیں بلکہ حق تعالیٰ سے بھی توبہ واستغفار کرنا چاہیئے۔ گو عام حقوق العباد میں بندہ کی معافی کے بعد حق تعالیٰ اکثر اپنا حق بھی معاف کر دیتے ہیں مگر بعض اوقات محبوبانِ خاص کی حق تلفی میں ان کی معافی کے بعد بھی حق تعالیٰ اپنا حق معاف نہیں فرماتے بلکہ مؤاخذہ ضرور رہتا ہے۔ (ص ۳۲ م ع۸)

ہر نیک عمل میں مغفرت کی اور ہر گناہ میں عذاب کی خاصیت ہوتی ہے

(۱۱) فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حق تعالیٰ حوصلہ عطا فرما دیتے ہیں۔

ع خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے

جناب خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگان کاملین دولتِ باطنی دینے میں سخی ہوتے ہوں گے مگر ان کو اس میں کیا اختیار ہے وہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

فرمایا کہ ان کے اختیار کی ضرورت نہیں ان کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے تجربہ یہی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ اور ایک اور شخص نہر میں وضو کر رہے

تھے امام صاحب نیچے کی طرف تھے اور وہ شخص اوپر کی طرف ۔ اُس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی اُن کے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے اس لئے وہ اُٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا مغفرت ہوئی یا نہیں۔ کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندے احمد بن حنبل کا ادب کیا تھا ہمیں پسند آیا ۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اے عائشہؓ ! کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا ۔ (ص ۲۴۲ م ع ۱۰۰۰)

⑫ فرمایا کہ ..... عوارف جو کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب ہے اُس میں ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ ایک دن وہ ذکر کرنا چاہتے تھے مگر زبان نہیں اٹھتی تھی ۔ ارادہ بھی تھا شعور بھی تھا مگر زبان نہیں چلتی بڑے پریشان ہوئے ۔ گریہ وزاری کے ساتھ التجا کی کہ یا اللہ اگر قصور ہوا مطلع فرمائیے تاکہ توبہ اور استغفار سے تدارک کروں ۔ الہام ہوا کہ فلاں وقت گستاخی سے ایک بُرا کلمہ کہا تھا آج اس کا خمیازہ بھگت رہے ہو ۔ بہت روئے پیٹے گریہ وزاری کی تب زبان چلی ۔

(ص ۲۶۳ م ع ۱۰۹۹ کا جزء)



دوام توبہ کے لئے

نفس اور شیطان کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟

نفس کا خوف

حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں :-

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ	نفس تو بُری ہی بات بتلاتا ہے۔
بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ	بجز اس کے جس پر میرا رب رحم
رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ	کرے ۔ بے شک میرا رب
رَّحِیْمٌ ۝	بڑی مغفرت والا بڑی رحمت
(سورہ یوسف پ۱۳)	والا ہے ۔

تفسیر روح المعانی

لَاَمَّارَةٌ لکثیرة الأمر

بِالسُّوْٓءِ ای بجنسه

والمراد انها کثیرة المیل الی الشهوات

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ما مصدریة ظرفیة زمانیة ،

ای هی امارة بالسوء فی کل وقت الا فی وقت رحمة ربی و عصمته .

اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ عظیم المغفرة ومبالغ فی الرحمة .

الحاصل ان کل نفس امارة بالسوء الا نفسا رحمها الله تعالیٰ بالعصمة کنفس یوسف علیہ السلام ۔

(روح المعانی پ ۱۳ ص ۲)

خلاصۂ ترجمہ نفس اپنی حقیقت کے اعتبار اور تقاضوں سے ہر نوع کی برائیوں کی طرف کثرت سے حکم کرنے والا ہے۔ امارہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور الف لام سوء پر جنس کا داخل ہے جس سے برائی کے جملہ انواع کفر، شرک، بدعت، کبائر، صغائر اور جملہ فواحش شامل ہو گئے کیونکہ جنس اسی کلی کا نام ہے جو انواع مختلف الحقائق کو محیط اور جامع ہو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ما کو مصدریہ بنا کر صیغۂ ماضی رحم کو مصدر کے معنی میں تبدیل کر دیا یعنی رحم رحمت ہو گیا اور ما کو ظرفیہ زمانیہ بنا کر تفسیر یوں کی کہ نفس ہر وقت برائی کا حکم کرتا ہے اپنی حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے الّا فی وقت رحمت ربی مگر اس وقت تک جب تک کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور حفاظت میں ہو تو نفس کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اسی حقیقت کو حضرت عارف رومیؒ نے اس شعر میں ظاہر فرمایا ہے ؎

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

ترجمہ:۔ اگر ہزاروں گناہوں کے جال ہمارے قدم پر ہوں لیکن اے خدا اگر آپ ہمارے ساتھ ہیں یعنی آپ کی عنایت شامل حال ہے تو ہم کو کوئی غم نہیں بقول مشہور

جس کو خدا رکھے اس کو کون چکھے

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ کی کثرت

کرتے ہوئے یہ بھی مضمون مستحضر رہے کہ مغفرت کے بعد رحمت کو طلب کرنا کیوں سکھایا گیا تو اس میں یہ راز بھی ہے کہ ماضی کے گناہ تو بخش دیجئے اور مستقبل کے گناہوں سے حفاظت کے لئے ہم کو رحمت کے سایہ میں رکھئے یعنی اِلّا ما رحم ربّی کی تفسیر کو یہاں جوڑ دیجئے۔ بس حق تعالیٰ کی رحمت اور نصرت اور عصمت اور حفاظت کے ہوتے نفس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

شیطان کا خوف

شیطان کا خوف بھی اسی طرح بے معنیٰ ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ۝

شیطان کے مکر اور کید کو حق تعالیٰ ہی نے ضعیف اور کمزور فرمایا ہے۔

ملّا علی قاریؒ ج۱ ص ۱۳۶ (مرقاۃ) پر رقمطراز ہیں:

فانّہ مع اللطف الالٰھی	پس شیطان، اللہ تعالیٰ کے
لا اضعف منہ ولا اذل	لطف وکرم اور عنایت کے
فانّہ مشبّہ بالکلب	ہوتے ہوئے اس سے بڑھ کر
الواقف علی الباب۔	کوئی کمزور نہیں اور نہ اس سے

زیادہ کوئی ذلیل ہے اور شیطان اس کتے کی مانند ہے جو گھر سے باہر دروازہ پر کھڑا رہتا ہے۔

تشریح یعنی جس طرح بڑے لوگ بنگلوں کے سامنے خوفناک کتّا حفاظت کے لئے رکھتے ہیں اور جو اُن سے ملنے جاتا ہے تو وہ کتّا زور زور سے بھونکتا ہے اور اگر مالکِ بنگلہ زور سے ڈانٹ دے کہ ہاں خبردار! اپنا آدمی ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شیطان

بارگاہِ حق سے مردود کیا ہوا کُتا ہے ۔ بارگاہ حق کے باہر کھڑا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے دربار میں جانا چاہتا ہے تو خوب وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ پریشان ہو کر بھاگ جائے لیکن جب اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیتا ہے کہ میں اس مردود سے پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی ، تو اللہ تعالیٰ اپنے اس کُتے کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ خبردار یہ ہمارا آدمی ہے خاموش ہو جا ۔

اسی لئے حدیث شریف میں وساوس کا علاج دو جُز میں بیان کیا گیا ہے ایک تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا دوسرا اٰمنتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ پڑھنا ۔

وساوس خواہ کفر کے ہوں یا گناہ کے ہو اٰمنتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ پڑھنے سے اس طرح بھاگتے جیسے ڈی ڈی ٹی چھڑکنے سے مکھی ، کھٹمل اور جراثیم بھاگتے ہیں ۔ متعدد دوستوں نے بتایا کہ جب بدنگاہی کا تقاضہ شیطان ڈالتا ہے تو ہم اٰمنتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ پڑھ لیتے ہیں اور فوراً اللہ تعالیٰ کی بڑائی سامنے آجاتی ہے اور وسوسہ ختم ہو جاتا ہے ۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳۶ پر اس عمل کا مسنون ہونا وساوس دور کرنے کے لئے منقول ہے ۔ عبارت یہ ہے :

ولذا قیل یُسَنُّ لہ ان یستعین ثم یقول اٰمنتُ باللہ ورسلہ ۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :

ان الصلوٰۃ التی لا وسوسۃ	جس نماز میں بالکل وسوسہ نہ ہو
فیھا انما ھی صلوٰۃ الیھود	تو یہ نماز یہود و نصاریٰ

کی نماز ہے۔ (مرقاۃ) والنصارٰی

مطلب یہ ہے کہ وسوسہ آنے سے پریشان نہ ہو۔ وسوسہ کو حدیث میں علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔ ان الوسوسۃ امارۃ الایمان (مرقاۃ) اسی لئے وساوس کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیئے۔ اس ضعیف کی خوشامد نہ کریں اپنے مالک سے پناہ مانگیں۔ حضرت عارف رومیؒ اسی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں ؎

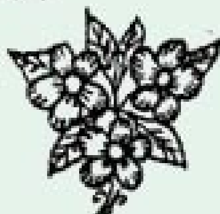
گر عنایات شود با ما مقیم ✿ کے بُوَدبیم ازاں دزد لئیم

ترجمہ:۔ اے خدا اگر آپ کی عنایات ہمارے سر پر سایہ فگن رہیں تو ہم کو اس کمینے چور شیطان سے کوئی ڈر نہیں۔

حاصل اور **خلاصہ** یہ کہ استغفار اور توبہ کے بعد حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر ہر روز اپنی حفاظت اور اصلاح اور استقامت کے لئے خوب دعا مانگنا چاہیئے کہ بدون فضل خداوندی ہمارے ارادوں کا کچھ اعتبار نہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ گناہ ترک کرنے کے لئے خود ہمت کرے اور حق تعالیٰ سے ہمت کو طلب کرتا رہے اور خاصان حق سے ہمت کی دعا کراتا رہے۔ انشاء اللہ گناہوں سے بچنے کی ضرور ہمت عطا ہوگی۔

(کمالات اشرفیہ ص ۵۲)



اِستغفار (بزبان فارسی)

از: مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ بانی دارالعلوم دیوبند

الٰہی غرق دریائے گناہم — تو میدانی وخود ہستی گواہم
گناہ بے عدد را بار بستم — ہزاراں بار توبہ ہا شکستم
حجاب مقصدم عصیان من شد — گناہم موجب حرمان من شد
بآں رحمت کہ وقف عام کردی — جہاں را دعوت اسلام کردی
گدا خود را ترا سلطاں چو دیدم — بدرگاہِ تو اے رحمان دویدم
بحق آنکہ محبوبش گرفتی — برائے خویش مطلوبش گرفتی
ہمہ نعمت بنام او نمودی — دو عالم را بکام او نمودی
بآں کو رحمت اللعالمین ست — بدرگاہت شفیع المذنبین ست
بحق سرور عالم محمد — بحق برتر عالم محمد
بذات پاک خود کاں اصل ہستی ست — ازو قائم بلند ہیا و پستی است
شنا راو نہ مقدور جہان ست — کہ کنہش برتر از کون و مکان ست
دلم از نقش باطل پاک فرما — براہ خود مرا چالاک فرما
بحش از اندرونم الفت غیر — بشو از من ہوائے این وآں دیر
درونم را بعشق خویشتن سوز — بہ تیر درد خود جان و دلم دوز
دلم را محو یاد خویش گرداں — مرا حسب مراد خویش گرداں
اگر نالائقم قدرت تو داری — کہ خار عیب از جانم برآری
بخوبی زشت را مبدل نمائی — سیاہی را بہ بخشی روشنائی
گناہم را اگر دیدی نگر ہم — بہ عفو وفضل اے شاہ دو عالم

استغفار

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ



گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہ جہاں
پر ترے اب چھوڑ کر در کو بتا جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نہ امیری کی طلب
نے عبادت نے زہد نے خواہشِ جاہ و حسب
دردِ دل پر چاہیئے مجھ کو خدا کے واسطے

رحم کر مجھ پر تو اب چاہ ضلالت سے نکال
بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب ملک و مال
اپنے جملہ اولیائے باصفا کے واسطے



استغفار

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ



ای خدای باعطا و باوفا ؏ رحم کن بر عمر رفتہ بر جفا
ای محب عفو از ما عفو کن ؏ ای طبیب رنج ناصور کہن
پردہ ای ستار از ما وا مگیر ؏ باش اندر امتحاں مارا مجیر
خویش را دیدم و رسوائی خویش ؏ امتحان ما مکن ای شاہ بیش
راہ دہ آلودگاں را العجل ؏ در فرات عفو و عین مغتسل
وقت تنگ آمد مرا و یک نفس ؏ بادشاہی کن مرا فریاد رس
گویم ای رب بار ہا برگشتہ ام ؏ توبہ ہا و عذر را بشکستہ ام
کردہ ام آنہا کہ از من می سزید ؏ تا چنیں سیل سیاہی در رسید
در جگر افتادہ ہستم صد شرر ؏ در مناجاتم ببیں خون جگر
ای عظیم از ما گناہان عظیم ؏ تو توانی عفو کردن در حریم
ای خدا آں کن کہ از تو می سزد ؏ تا چنیں سیل سیاہی در رسد
ای خدا ایں بندہ را رسوا مکن ؏ گر بدم من سر من پیدا مکن
یا کریم العفو ستار العیوب ؏ انتقام از ما مکش اندر ذنوب
گر سگی کردیم ای شیر آفریں ؏ شیر را مگمار بر ما زیں کمیں
آب خوش را صورت آتش مدہ ؏ اندر آتش صورت آبی منہ
بگذر از جان ما سوء القضا ؏ وا مبر ما را از اخوان الصفا

یا غیاث المستغیثین اہدِنا
لا افتخار بالعلوم والغنا

عہد ما بشکست صد بار و ہزار
عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار

منگر اندر زشتی و مکر و ہیم
کہ ز پر زہرے چو مار کوہیم

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی
گرچہ جوئے خون بود نیلش کنی

غالبی بر جاذباں اے مشتری
شاید از درماندگان را واخری

اٰتِنَا فِیْ دَارِ دنیانا حَسَنْ
اٰتِنَا فِیْ دار عقبانا حَسَنْ

دستگیر از دست ما ما را بخر
پردہ بردار و پردہ ما مدر!



مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

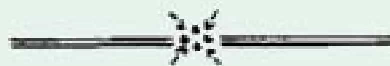
از اختر عفا اللہ عنہ

اے خدا اے خالق کون و مکاں ٭ ہے تری تعریف سے قاصر زباں
تو نے یہ پیدا کیا سارا جہاں ٭ اپنے بندوں کے لئے اے شاہِ جاں
اور بندوں کو چنا اپنے لئے ٭ اپنی طاعت اور الفت کے لئے
اے خدائے پاک رب بے نیاز ٭ اپنے بندوں کا ہے تو ہی کارساز
صدقہ تیری رحمت ذخار کا ٭ صدقہ تیرے سید الابرارؐ کا
صدقہ سب اصحابؓ کا اور آل کا ٭ صدقہ کل اقطاب کا ابدال کا
صدقہ اس امت کے ہر نباض کا ٭ صدقہ میرے مرشد فیاض کا
اے خدائے پاک اپنے فضل سے ٭ چُن لے مجھ کو آخرت کے واسطے
اے خدائے پاک اے رب العباد ٭ تیرے ہی محتاج ہیں سارے عباد
ہم نے گو گستاخیاں کیں راہ میں ٭ گو گرے ہم معصیت کے چاہ میں
اب ہیں لیکن اشکبار و شرمسار ٭ اپنے کرتوتوں پہ اے پروردگار
تیری رحمت سے ہمارا انفعال ٭ ہو قبول بارگاہ ذوالجلال
کر نہ واپس تو مجھے دربار سے ٭ ہوں میں بہرہ ور تری سرکار سے
جس کو چاہے تو کرے اپنا ولی ٭ تو نہیں پابند فن کا اے غنی
جوش میں آئے جو دریا رحم کا ٭ گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء
صدقہ رحمت واسعہ کا اے کریم ٭ عفو فرما میرے عصیان عظیم

بھیس میں ہوں پاکبازوں کے ترے   گو نہیں اعمال ہی ایسے مرے
نقل کی برکت سے لیکن اے خدا   اپنے پاکوں سے نہ کر مجھ کو جدا
اے خدا تابع رہوں تیرا سدا   ہو نہ میرا نفس میرا مقتدا
اے خدائے پاک اے پروردگار   سخت دشمن ہے یہ میرا نفس مار
گر نہ ہووے فضل تیرا اے کریم   میں رہوں بس ننگ شیطان رجیم
گر ہو تیرا فضل اے رب رحیم   جان صدیقاں ہو یہ جان سقیم
ہم قریں ہے نفس بد ابلیس کا   کام ہے اس کا محض تلبیس کا
کشمکش میں پڑ گئی جان حزیں   العیاذ از نفس بد بئس القریں
تیری جانب سے نہ ہو رحمت اگر   ہر قدم میرا پڑے سوئے سقر
مو کشیدہ گر رسیدم کوئے تو   آفریں بر دست و بر بازوئے تو
صدقہ تیرے جذب کا اے شاہ جاں   صدقہ شان مجتبیٰ بر بندگاں
جان مہجوراں کو از راہ نہاں   جذب کر لے اے مرے جذاب جاں
اے خدائے پاک اے پروردگار   جز ترے ناصر کوئی میرا نہ یار
ہم ضعیفوں عاجزوں کو اے خدا   دستگیری کا تری ہے آسرا
آپ کی عظمت کا حق میرے الٰہ   کچھ نہیں مجھ سے ادا ہوتا ہے آہ
اے خدائے پاک اے رب کریم   بخش دے میرے گناہان عظیم
صدقہ فیض مرشد عبد الغنی   دے مجھے اپنے سے تو کچھ آگہی
صدقے خضر پھولپوری شاہ کے   تو عطا کر مجھ کو نعرے آہ کے
پار کر دے اے خدا کشتی مری   بہر فیض مرشد عبد الغنی
تڑپے مچھلی جیسے پانی کے بغیر   دے تڑپ اس سے سوا اپنے بغیر
قرب کی لذت چکھا کر اے خدا   رنج دوری میں نہ کر پھر مبتلا

یا رشب کو روز مہجوری نہ دے ؛ جانِ قربت دیدہ کو دوری نہ دے
معصیت کی ذلتوں سے اے خدا ؛ ہو نہ رسوا بندۂ عاجز ترا
بابِ رحمت پر ترے اے شاہ جاں ؛ دے رہا ہوں دستک آہ و فغاں
کٹ گئی اک عمر میری اس طرح ؛ مضطرب ہو مرغِ بسمل جس طرح
تیری رحمت کا اگر ہو فتح باب ؛ بندۂ عاجز ہو تیرا کامیاب
آہ رہ سکتا ہے کب کوئی حجاب ؛ فضل کا تیرے جو نکلے آفتاب
اے خداوندا ترے افضال سے ؛ طالبِ رحمت ہیں ہم بدحال سے
مانگتا ہوں تجھ سے تیرے فضل کو ؛ واسطہ اس فضل کا خود فضل ہو
دین ہی کی چاکری تو کر نصیب ؛ یاد ہی میں رکھ تو اپنی اے حبیب
" جز بذکرِ خویش مشغولم مکن ؛ از کرم از عشق معزولم مکن "
(رومیؒ)
بے مشقت یہ ہوس گو جرم ہے ؛ مجھ کو اس نالائقی پر شرم ہے
پر خداوندا کہاں جاؤں بھلا ؛ کیا کوئی در ہے ترے در کے سوا
ہمت و محنت کہ توفیقِ عمل ؛ سب ترے محتاج ہیں اے عزوجل
جس کو تیری راہ سے جو بھی ملا ؛ وہ ترے دستِ کرم سے ہی ملا
ناخنِ تدبیر گھس جانے کے بعد ؛ پردۂ اسباب جل جانے کے بعد

بس تری جانب ہے اب میری نگاہ
ناؤ میری پار ہو میرے اِلٰہ



نظم

استغفار و توبہ

از احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

مضمون نثر

حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا شاہ اشرف علیؒ

وضو کر کے دو رکعتیں تم پڑھو
نیت اس میں توبہ کی پہلے کرو

دعا کے لئے ہاتھ کو پھر اٹھا
خدا سے تو رو کر کرے التجا

الٰہی گنہ گار بندہ ہوں میں
سراپا برا اور گندہ ہوں میں

بہت سخت مجرم کمینہ ہوں میں
گناہوں کا گویا خزینہ ہوں میں

نہ قوت گناہوں سے بچنے کی ہے
نہ ہمت عمل نیک کرنے کی ہے

ترا ہو ارادہ اگر اے کریم
تو ہو پاک پل میں یہ بندہ لئیم

تو ہی غیب سے کوئی سامان کر
گناہوں سے بچنے کو آسان کر

ارادے مرے نیک اعمال کے
حوالے ہوئے نفس کی چال کے

اگر تیری توفیق ہو چارہ گر
تو پھر نفس و شیطاں سے کیا مجھ کو ڈر

میں بندہ ترا ہوں محض نام کا
بنا دے کرم سے مجھے کام کا

تلوّن مزاجی مری ختم کر
مرے عزم کو تو عطا حزم کر

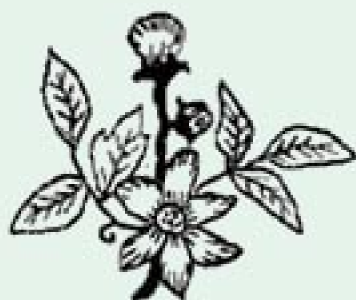
عطا کر مجھے ذرۂ دردِ دل
ترا درد ہو جائے یہ آب و گل

رہ غیب سے کر مری رہبری
تری بندگی سے ہو عزت مری

دکھا غیب سے مجھ کو راہ نجات
پلا اپنے مُردے کو آبِ حیات

کرم سے خطاؤں کو تو عفو کر — گناہوں کے انبار کو محو کر
یقیناً گنہ مجھ سے ہوں گے ضرور — کرا لوں گا پھر عفو اپنا قصور
غرض روز اس طرح اقرار ہو — ندامت کا ہر روز اظہار ہو
عجب کیا بہت جلد ان کا کرم — ہدایت کا سامان کر دے بہم
وہ کر دے تجھے پاک ہر عیب سے — ہو نصرت تری پردۂ غیب سے
نہ بٹہ لگے گا تری شان میں — نہ فرق آئے گا کچھ تری آن میں
اگر جسم تیرا ذرا ہو علیل — حکیموں کی سنتا ہے تو بے دلیل
دوا تلخ سے تلخ پیتا ہے تو — خوشامد طبیبوں کی کرتا ہے تو
مداوائے تن میں تو تو چست ہے — مگر فکر ایماں میں کیوں سست ہے
تری عقل دنیا میں کیا کر گئی — مگر دین میں وہ کہاں مر گئی
نہ خود اپنی جو فکر درماں کرے — خدا کیا ہدایت کو چسپاں کرے
بڑے شرم کی بات ہے دوستو! — کہ اتنی بھی ہمت نہ تم کر سکو
اگر یوں ہی غفلت میں گزری حیات — نتیجہ برا ہو گا بعد الممات

ہو سہل اس سے صورت کوئی آہ کیا
بھلا اس سے آسان ہو راہ کیا



آسان کلماتِ استغفار



① رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ؕ

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرما دیجئے آپ سب سے بہترین رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ نے فرمایا کہ مغفرت کے بعد رحمت کی طلب میں چار نعمتوں کا سوال ہے:

① توفیق طاعت ② فراخی معیشت ③ نجات آخرت ④ دخول جنت

② اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ؕ

ترجمہ: میں اپنے اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں جو میرا رب ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

رَبَّنا تقبل مِنّا انّك انت السّميع العليم بحق رحمتك و رحمة للعالمين صلى الله عليه وسلم واجعل هذا نافعًا لجميع المسلمين واجعلنا من الراشدين

راقم الحروف محمد اختر عفا اللہ عنہ

۳۰ - ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے جا غیظ و غضب کا علاج

قرآن و حدیث کی روشنی میں

از

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بے جا غیظ و غضب کا علاج

تفسیر و حدیث کی روشنی میں



اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت ان متقین بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں فراغت میں بھی اور تنگی میں بھی اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوں کو محبوب رکھتا ہے۔

(از روح المعانی ص ۵۸ ج ۴ پ ۴)

تفسیر السَّرَّاءِ والضَّرَّاء

حالۃ یسر وحالۃ عسر قالہ ابن عباسؓ واصل السرحالۃ التی تسر والضر الحالۃ تضر۔

پس سراء ہر وہ حالت ہے جو خوش رکھے اور ضراء ہر وہ حالت

ہے جو بوجہ ضرر غمگین رکھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قلیل وکثیر جو بھی میسّر ہوتا تھا انفاق کی سعادت حاصل کرتے تھے ۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا ایک انگور کا دانہ صدقہ کرنا بھی مروی ہے، اور بعض سلف نے ایک پیاز صدقہ کی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی ہو یعنی اس کو صدقہ کرنے سے عار نہ سمجھو اور صدقہ کرو اگرچہ ظلف محرق (جلا ہوا کُھر) ہو ۔

غضب اور غیظ کے ضبط کرنے اور ان رذائل کی اصلاح سے قبل حق تعالیٰ شانہٗ نے انفاق کی شان بیان فرمائی ۔ یہ تمام جملے اگرچہ خبریہ ہیں لیکن قرآن ارشاد اور اصلاح کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے ہر خبریہ میں انشائیہ مضمر ہوتا ہے یعنی یہ شان ہر مسلمان اپنے اندر پیدا کرے ۔

گیارھویں پارہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا :

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں فرماتے ہیں اس آیت سے صدقہ وخیرات کا طہارت انفاس وقلوب میں خاص ربط کا پایا جانا معلوم ہوتا ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

انما ھی کفارۃ لذنوبھم وترفع منازلھم
من منازل المنافقین الی منازل الابرار المخلصین

پس کظم غیظ سے قبل انفاق فی السراء والضراء کی آیت سے ربط معلوم ہوگیا ۔

کظمِ غیظ کی لغوی تشریح

اب اصل موضوع پر عرض کیا جاتا ہے کہ علامہ آلوسیؒ کظم کی لغوی تشریح فرماتے ہیں:۔

اصل الکظم شد رأس القربۃ عند امتلاءھا
یعنی مُشک جب پانی سے بھر جاتی ہے تو اس کا منہ بند کرنے کے لئے رسی سے باندھتے ہیں، اسی طرح جب غصّہ سے تمام بدن کی رگوں کا خون گرم ہو گیا اور غصّہ خوب بھر گیا تو اندیشہ ہے منہ سے چھلک جائے اس لئے اس کو ضبط کرنے کا نام کظم رکھا گیا۔ غیظ کے معنی ناگوار بات پر طبعی ہیجان کے ہیں۔

غیظ اور غضب کا فرق

رُوح المعانی میں علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ غیظ و غضب کا فرق یہ ہے کہ غضب کے ساتھ یقینی انتقام کا ارادہ ہوتا ہے اور غیظ کے لئے ایسا نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ غیظ و غضب دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ مگر غضب کی نسبت حق تعالیٰ کے ساتھ درست ہے اور غیظ کی نسبت نہیں۔

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ کی تفسیر

المتجرعین للغیظ الممسکین علیہ عند امتلاء نفوسھم منہ فلا ینقمون ممن یدخل

الغضب عليهم ولا يبدون له ما يكرهٗ بل يصبرون على ذلك مع قدرتهم على الانفاذ والانتقام وهذا هو الممدوح ۔

ترجمہ :۔ غصہ اور غیظ کا تلخ گھونٹ پی جاتے ہیں اور اس کو پوری طرح ضبط کرتے ہیں جس وقت کہ ان کے نفوس غیظ سے بالکل بھر جاتے ہیں پس نہیں بدلہ لیتے اس شخص سے جو ان کو نقصان پہنچاتا ہے اور نہ ظاہر کرتے ہیں اپنی تکلیف کو بلکہ وہ انتقام لینے کی قدرت رکھتے ہوئے بھی صبر کرتے ہیں اور یہی مقام قابل مدح ہے ۔

غصہ اور غضب اور غیظ کو ضبط کرنے پر انعامات اور بشارتیں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر میں اس مقام پر چند حدیثوں کی روایات نقل فرمائی ہیں :۔

① حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اِنْفَاذِہٖ مَلَأَ اللہُ تَعَالٰی قَلْبَہٗ اَمْنًا وَّ اِیْمَانًا ۔

ترجمہ :۔ جو شخص غصہ کو پی جائے اور وہ غصہ کو نافذ کرنے کی

یعنی بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے قلب کو امن اور ایمان سے بھر دیں گے۔

② حدیث :

عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰی يُخَيِّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ اَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ ۔

ترجمہ :۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جس نے غصہ کو ضبط کرلیا باوجود بدلہ لینے کی طاقت کے اللہ تعالیٰ میدان محشر میں تمام مخلوق کے سامنے اعلان فرمائیں گے کہ تم جس حور کو چاہو پسند کرلو۔

③ حدیث :

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَقُمْ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَی اللّٰهِ اَجْرٌ فَلَا يَقُوْمُ اِلَّا اِنْسَانٌ عَفَا ۔

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعلان فرمائیں گے وہ شخص کھڑا ہو جائے جس کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی اجر ہو پس نہیں کھڑا ہوگا مگر وہ شخص جس نے کسی کو معاف کیا ہوگا۔

❋

④ **حدیث :**

وَأَخْرَجَ الطبرانی عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يُّشْرَفَ لَهُ الْبُنْيَانُ وَتُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ فَلْيَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَهٗ وَيُعْطِ مَنْ حَرَمَهٗ وَيَصِلْ مَنْ قَطَعَهٗ ۔

ترجمہ :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ اس کے لئے بلند مکان ہو جنّت میں اور اس کے درجات بلند ہوں پس اُس کو چاہئے کہ معاف کرے اُس کو جو اس پر ظلم کرتے اور عطا کرے اس کو جو اس کو محروم کرے اور صلہ رحمی کرے اس سے جو اُس سے قطع رحمی کرے ۔

(روح المعانی ص۵۵ ج۴)

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال حسن موقع عفو سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے حتی قال حین راٰہ مثّل بہ لأُمثّلن بسبعین مکانک ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا شہید کو دیکھ کر فرمایا کہ آپ کے بدلہ میں ستّر کافروں کے ساتھ یہی معاملہ کروں گا ۔ لیکن جب آیت نازل ہوئی کہ آپ بدلہ اتنا ہی لے سکتے ہیں جتنا کہ ظلم ہوا ہے فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ اور اگر آپ صبر کریں تو یہ آپ کے لئے خیر ہے ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خیر کو اختیار فرمایا اور قسم کا کفارہ ادا فرمایا ۔

حکایت ما اخرجه البیهقی ان جاریة لعلی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جعلت تسکب علیہ الماء لیتھیأ للصلوٰۃ فسقط الابریق من یدھا فشجه فرفع رأسه الیھا فقالت ان اللہ تعالیٰ یقول وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ فقال لھا قد کظمت غیظی قالت وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ قال قد عفا اللہ تعالیٰ عنك قالت وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ قال اذھبی فانت حُرّۃ لوجه اللہ۔

(روح المعانی ص ۵۹ پ ۴)

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ تعالیٰ ایسے نیک لوگوں کو محبوب رکھتا ہے۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں احسان سے مراد بان تعبد اللہ کأنك تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراك۔ حدیث شریف میں احسان کی تعریف یہی ہے کہ اس طرح عبادت کرو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم نہیں دیکھتے ہو تو حق تعالیٰ تو تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ پس گویا کہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ یہ ترجمہ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد فرمودہ ہے جیسا کہ احقر نے اپنے شیخ حضرت پھولپوریؒ سے سُنا ہے یعنی فاء کو تعلیلیہ فرمایا ہے۔

روایت مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کی جاریہ وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا ان کے اوپر گر گیا اور وہ زخمی ہو گئے اور غصہ سے حضرت نے سر اٹھایا تو اس جاریہ نے پڑھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اور وہ لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں۔ آپ نے

فرمایا میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ پھر پڑھا اور وہ لوگ لوگوں کی خطاؤں کو معاف کردیتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمادیں۔ پھر پڑھا اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ فرمایا جا تجھے آزاد کردیا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔

حکایت حضرت صدیق اکبرؓ اپنے بھانجے یا خالہ زاد بھائی حضرت مسطحؓ سے جو جنگ بدر لڑنے کے سبب بدری صحابی کہلاتے تھے ناراض ہو گئے تھے جس کی وجہ واقعہ افک ہے اور صدیق اکبرؓ نے حلف اٹھایا کہ میں ان پر اب کچھ خرچ نہ کروں گا یعنی تعاونِ مالیہ سے احتراز پر قسم کھائی جیسا کہ روح المعانی میں حضرت آلوسیؒ ص۱۲۵ ج ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

ان ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلف لما رأی براءۃ ابنتہ ان لا ینفق علی مسطح شیئاً ابداً وکان من فقراء المھاجرین الاولین الذین شھدوا بدراً وکان بن خالتہ وقیل ابن اختہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فنزلت وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَالْمُھٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

صدیق اکبرؓ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے تنبیہ فرمائی کہ اے صدیق آپ ان کو معاف کردیں۔ کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں کہ تم ہمارے بندے کو معاف کردو اور اس کے عوض میں ہم تمہاری خطاؤں کو روزِ محشر معاف کردیں۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ اَی

بمقابلة عفوکم و صفحکم و احسانکم الی من اساء الیکم (روح)

یعنی جس نے تمہارے ساتھ معاملہ ایذا رسانی اور حقوق تلفی کی تم اس کے ساتھ عفو و درگذر اور احسان کرو تو اس کے مقابلہ میں ہم تم کو یہ انعام دیں گے کہ ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کر دیں گے۔

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ای مبالغ فی المغفرۃ والرحمۃ مع کمال قدرتہ سبحانہ علی المؤاخذۃ وکثرۃ ذنوب العباد الداعیۃ الیھا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت نہایت وسیع ہے باوجودیکہ ان کو مواخذہ پر کمال قدرت ہے اور باوجود کثرت معاصی عباد کے جو سبب ہیں مواخذہ اور عذاب و عقوبت کے۔

وفیہ ترغیبٌ عظیم فی العفو و وعد کریم بمقابلتہ کأنہ قیل اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ نھذا من موجباتہ

اس میں ترغیب عظیم ہے کہ انسان دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر کے حشر کے دن اپنی معافی کا سامان کر لے۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حلف اٹھایا اور فرمایا خدا کی قسم ہم محبوب رکھتے ہیں کہ ہماری مغفرت حق تعالیٰ فرما دیں اور آپ نے حضرت مسطحؓ پر احسان اور انفاق پھر جاری فرما دیا بلکہ پہلے سے دُونا احسان شروع کر دیا۔

وفی الروح ان ابا بکرؓ لما سمع الایۃ قال بلیٰ واللہ یا ربنا انا لنحب ان تغفر لنا واعاد لہ نفقتہ وفی روایۃ

انہ صار یعطیہ ضعفی ما کان یعطیہ اولا ۔

حضرت آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے حضرت صدیق اکبرؓ کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اولی الفضل میں یقیناً داخل فرمایا لأنہ داخل فی اولی الفضل قطعاً وحدہ اومع جماعۃ سبب النزول ولا یضر فی ذلک عموم الحکم لجمیع المؤمنین کما ھو الظاھر ۔

اور اس آیت سے یہ حکم تمام مومنین کے لئے ہے جو بھی اپنے عزیز واقارب کی خطاؤں کو معاف کر کے ان پر احسانات کو جاری رکھے گا اس کی خطاؤں کو حق تعالیٰ شانہٗ روز محشر اس عمل کے صلہ میں معاف فرما دیں گے ۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنے ایک ملازم کو ڈانٹ رہے تھے اور وہ معذرت کر رہا تھا ۔ شیخ نے فرمایا تم بار بار مجھے ستاتے ہو اور اسی قسم کی خطاؤں کو بار بار کرتے ہو آخر میں تمہارا کتنا بھگتوں ۔ شیخ کے پاس اس وقت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ کے حقیقی چچا تھے بیٹھے تھے ، کان میں چپکے سے فرمایا مولانا اتنا اس کا بھگت لو جتنا اپنا کل بھگتوانا ہے ۔ یعنی حق تعالیٰ سے جس قدر معافی چاہتے ہو اسی قدر یہاں خوب ان کی مخلوق کی خطاؤں کو عفو کر کے ان پر احسان کر لو ۔

حکایت حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وعظ میں فرمایا کہ ایک شخص تھا ۔ اس کی بیوی نے

اس کے کھانے میں نمک بہت تیز کر دیا۔ اس کو بہت غصہ آیا لیکن سوچا کہ اگر ہماری لڑکی سے ایسی خطا ہو جاتی تو ہم اپنے داماد سے کیا معاملہ پسند کرتے؟ یہی کہ وہ معاف کر دے اور اگر جوتا بازی کرتا تو ہم کو رنج ہوتا۔ پس یہ بھی کسی کی بیٹی ہے اور میں بھی کسی کا داماد ہوں اور حق تعالیٰ کی بندی ہے بس معاف کر دیا۔ جب انتقال ہو گیا تو ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا معاملہ تیرے ساتھ ہوا؟ کہا حق تعالیٰ نے باوجود ہماری نالائقیوں کے فرمایا کہ تو نے ہماری فلاں بندی پر غصہ ضبط کر کے اس کو سزا نہ دی اور معاف کر دیا اس کے بدلہ میں ہم تجھے سزا دیئے بغیر معاف کرتے ہیں۔

حکایت ایک صاحب رات بارہ بجے روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ میں نے غصہ میں بیوی کو تین طلاق دے دی اور اب میں بھی رو رہا ہوں، بیوی بھی رو رہی ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی رو رہے ہیں۔ پورا گھر جہنم بن گیا ہے اب بتایئے میں کیا کروں؟ میں نے کہا آپ جایئے کسی مفتی صاحب سے رجوع کیجئے۔ غصہ میں پاگل ہونے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ اپنے مریدین کے ساتھ سفر کر رہے تھے اوپر سے کسی نے کوڑا پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ۔ لوگوں نے کہا یہ کیا موقع ہے الحمدللہ کا۔ فرمایا جو سر کہ معاصی کے سبب آگ برسانے کے قابل تھا اس پر اگر راکھ برسائی گئی تو کیا یہ شکر کا موقع نہیں ہے؟

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

غصّہ کے علاج میں چند احادیث مبارکہ

(از مشکوٰۃ شریف)

حدیث اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا جس نے عرض کیا تھا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ مت کیا کرو اس شخص نے کئی مرتبہ اس سوال کو دہرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غصہ مت ہوا کر۔ (بخاری) مشکوٰۃ ص۴۳۳ ج ۲

تشریح ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۹ ص۳۰۵ پر فرماتے ہیں کہ غصہ شیطان کے اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے جس کے سبب انسان عقل کا توازن کھو بیٹھتا ہے اور صورۃً اور سیرۃً وہ حدِ اعتدال سے نکل جاتا ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو اہمیت سے منع فرمایا۔

حدیث دوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آوے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے پس اس کا غصہ چلا جائے تو خیر ورنہ لیٹ جاوے۔

(احمد۔ ترمذی) مشکوٰۃ ص۴۳۴ ج ۲

تشریح بیٹھنے کے بعد بھی اگر غصہ نہ جائے تو لیٹنے کا حکم کیا حکمت رکھتا ہے ؟ احقر عرض کرتا ہے کہ غصہ ایک حال اور عرض ہے جو غصہ کرنے والے کے تمام خون میں جوش مارتا ہے اور انتقام لینے کے لئے آگے بڑھانے پر مارپیٹ کے لئے جوش دلاتا ہے ۔ پس بیٹھ جانے سے غصہ بھی بیٹھ جاتا ہے اور لیٹ جانے سے غصہ بھی لیٹ جاتا ہے کیونکہ حال اور محل اور عرض اور جوہر کا ایسا ہی تعلق ہوتا ہے پس کھڑے ہونے پر وہ غصہ والا جس قدر انتقام مارپیٹ سے قریب تھا کہ صرف قدم بڑھانا تھا اب بیٹھ جانے سے وہ ایک منزل دور ہوگیا یعنی منزل قعود میں آکر منزل قیام سے دور ہوگیا ۔ پھر اگر غصہ نہ گیا تو لیٹ جانے سے غصہ کا انتقام دو منزل دور ہوگیا ۔ منزل رقود سے منزل قعود پھر منزل قیام اس طرح دو منزل دور ہوگیا اب اگر مارپیٹ کے لئے وہ ارادہ کرے تو اُس لیٹے ہوئے کو بیٹھنا پڑے گا پھر کھڑا ہونا پڑے گا ۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ والے کی ہیئت کو بدلتے ہوئے انتقامی اور انفاذ غضب کی ہیئت سے کافی دور فرمایا ۔

سبحان اللہ ! کیا شان رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی ہے بزرگوں کی دعاؤں اور برکتوں سے یہ بات احقر کی سمجھ میں آئی ہے ۔

واللہ اعلم بالصواب اور نہ جانے کیا کیا اسرار ہوں گے ؟

نوٹ :۔ احقر نے اس تحریر کے بعد ملا علی قاریؒ کی مرقاۃ میں بھی یہی حکمت درج پائی فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالک التوافق باکابر مگر یہ کہ دو حکمتیں اور لکھی ہیں ۔ ایک یہ ہے کہ بیٹھنے اور لیٹنے سے تدریج

زمین سے قریب ہوگا اور زمین میں حلم اور تواضع ہے۔ اس کے اثر سے ترفع اور غضب کے شعلۂ نار سے جس کا مرکز بلندی پر ہے بُعد اور دُوری ہوگی۔ دوسرے یہ کہ بیٹھنے اور لیٹ جانے سے تواضع کی شان پیدا ہونے میں اعانت ہوگی۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۳۱۳)

حدیث سوم فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پہلوان اور بہادر وہ نہیں ہے جو اپنے دشمن کو شکست دے دے۔ اصل میں پہلوان وہ ہے جو اپنے غصہ پر قابو پالے اور بے جا طور پر اس کو استعمال نہ کرے)۔ (بخاری و مسلم)

تشریح لیس الشدید بالصرعة الصُرَعَةُ مثل هُمَزَة

حدیث چہارم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندے کے لئے کوئی گھونٹ اللہ کے نزدیک اس غصہ کے گھونٹ سے افضل نہیں جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (احمد)

حدیث پنجم اور ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک غصہ ایمان کو اس قدر بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو (بیہقی)

حدیث ششم ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غضب شیطان کے اثر سے یعنی اس کے وسوسہ سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے پس جس پر غصہ کا اثر ہو جاوے وضو کرلے۔ (ابوداؤد)

حدیث ہفتم ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو چھپالیں گے اور جو اپنا غصہ ضبط کرے گا (اور مخلوق پر نافذ نہ کرے گا) اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کو قیامت کے دن اس سے ہٹالے گا اور جو معذرت کرنے والے کا عذر قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائیں گے۔



مسئلہ اِسبالِ الازار

احادیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی روشنی میں

از

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ اسبال الازار

احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی روشنی میں

اسبال ازار یعنی ٹخنے سے نیچے لنگی یا پائجامہ پہننا۔ یہ فعل بد اور مکروہ انگریزوں نے ہمارے اندر پھیلایا ہے اور اب اکثر مسلمان اس برائی کو برا سمجھنے کے لئے تیار نہیں اور ظلم یہ ہے کہ ٹخنے سے اونچا لنگی یا پائجامہ پہننے والے کو بے وقوف اور حقیر اور دقیانوسی قرار دیتے ہیں۔ اس نادانی پر جس قدر بھی افسوس ہو کم ہے کہ عیب کو ہنر اور ہنر کو عیب سمجھا جاوے۔ اس مختصر رسالہ میں احقر صحاح ستہ کی احادیث اور ان کے شروح کے حوالہ سے اس برائی کی اصلاح کے لئے مستند مضامین جمع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو امت مسلمہ کے لئے نافع اور شرف قبول فرمائیں اور احقر کی نجات کے لئے اپنی رحمت کا بہانہ بنائیں آمین۔

رحمت حق بہانہ می جوید
رحمت حق بہا نمی جوید

اسبال ازار کے جرم پر چار عذاب کی وعید

از مسلم شریف صفحہ ۷۱ (مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاثۃ لا یکلمہم اللہ یوم القیامۃ ولا ینظر الیہم ولا یزکیہم ولہم عذاب ألیم فقال فقرأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مرات قال ابوذر خابوا وخسروا من ہم یارسول اللہ ، قال المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب ۔

ترجمہ :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے مجرم ہیں جن سے حق تعالیٰ نہ تو کلام لطف وعنایت فرمائیں گے اور نہ نظر رحمت سے دیکھیں گے اور نہ اُن کو گناہوں کی گندگی سے پاک فرمائیں گے اور ان کے لئے عذاب الیم ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اس کو فرمایا ۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا نامراد اور برباد ہوگئے یہ لوگ کون ہیں یارسول اللہ ! ارشاد فرمایا : اسبالِ ازار والے ، احسان جتانے والے ، اور اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھاکر چالو کرنے والے ۔

علامہ نوویؒ اپنی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ

لا یزکیہم سے مراد لا یطھرھم من دنس ذنوبھم یعنی

گناہوں کے میل کچیل سے پاک نہ فرمائیں گے ۔ اور ایک حدیث نقل فرمائی کہ قال صلی اللہ علیہ وسلم الاسبال فی الازار والقمیص والعمامۃ الی اٰخر الحدیث ۔ یعنی ازار (لنگی یا پائجامہ) یا کرتا یا عمامہ کسی کا بھی ٹخنے سے نیچے کرنا جائز نہیں ۔

اور لا ینظر الیھم کی شرح ای یعرض عنھم نظرہ سبحانہ تعالیٰ لعبادہ رحمۃً ولطفۃً بھم یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نظر رحمت ایسے شخص سے پھیر لیں گے ۔

عذاب الیم کی شرح عذاب مولم سے فرمائی ہے، قال اصل العذاب فی کلام العرب من العَذْبِ وھو المنع یقال عذبتہ عذبًا اذا منعتہ ۔ عذاب کو عذاب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ معافی سے مانع ہے اس لئے میٹھے پانی کو ماء عذب کہتے ہیں لانہ یمنع العطش کیونکہ وہ پیاس کو روک دیتا ہے ۔

ملا علی قاریؒ مرقاۃ ج ۸ ص ۲۳۸ میں فرماتے ہیں کہ نظر رحمت سے نہ دیکھنا اور گناہوں سے نہ پاک کرنا وغیرہ تمام وعیدیں محمول ہیں علی المستحل او علی الزجر او مقیداً بابتداء الامر اس فعل کو حلال سمجھنے والوں پر یا بطور تنبیہ و ڈانٹ یا مقید بہ ابتدائی مرحلہ میں ۔ یا پھر نظر سے مراد نظر لطف اور نظر عنایت ہے ۔

کون کون کپڑے ٹخنے کے نیچے لٹکانے سے گناہ ہوگا ؟

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :۔

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

من جر ثوبه خيلاء الخ (وهو شامل لازاره ورداثه وغيرهما) یعنی لنگی اور چادر اور ہر لباس شامل ہے۔

ابوداؤد شریف کی شرح بذل المجہود ج ۶ ص۹۷ میں یہ روایت منقول ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الاسبال فی الازار والقمیص والعمامۃ وکذا الطلسان والرداء والشملۃ۔

اس روایت سے ازار اور قمیص اور عمامہ اور رات کو اوڑھنے کی چادر اور ہر چادر اور شملہ سب شامل ہے صرف ازار کے لئے خاص نہیں ہے۔

الطلسان: رات کو اوڑھنے کی چادر (فقہ اللغات ص۲۴۴)

اسبال ازار کی یہ وعیدیں اس وقت عائد ہوں گی جب بغیر توبہ کئے مرجاوے۔ اذا لم یتب من ذلک فی الدنیا۔

(بذل المجہود)

اسبال ازار کن حالتوں میں متحقق ہوگا؟

بذل المجہود ص۵۳ ج ۶ میں مولانا خلیل احمدؒ رقم فرماتے ہیں:

اسبال الازار وھو تطویلہ وترسیلہ نازلا عن الکعبین الی الارض اذا مشی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کپڑے سے ٹخنے ڈھکنا منع ہے جو اوپر سے لٹکتا آرہا ہو اور چلنے کی حالت میں لٹک رہا ہو۔ پس اس سے

دو مسئلے معلوم ہوئے :

① اگر کپڑا نیچے سے آرہا ہو اور ٹخنہ ڈھک رہا ہو جیسے موزہ تو یہ جائز ہے اور یہ اسبال نہیں ہے۔

② چلنے کی حالت میں یہ اسبال مضر ہے۔ بس حالتِ جلوس و رقود یعنی بیٹھنے اور لیٹنے میں ٹخنے ڈھکنے سے کوئی گناہ نہیں جیسا کہ بیٹھنے اور لیٹنے میں قمیص کے دامن سے ٹخنے چھپ جاتے ہیں۔

ضروری نوٹ :۔ یہ مسئلہ صرف مَردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں یعنی عورتوں پر یہ حکم عائد نہیں ہوتا۔ ھذا فی حق الرجال دون النساء۔ (بذل المجہود ج ۶ ص ۵۷)

ابوداؤد شریف کی ایک طویل حدیث کے آخر میں یہ جزء روایت بھی ہے کہ :

ارفع ازارك الی نصف الساق فان ابیت فالی الکعبین وایاك واسبال الازار فانہا من المخیلۃ ۔ وان اللہ لا یحب المخیلۃ ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ جو بھی اسبال ازار کرتا ہے وہ تکبر ہی سے کرتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر اور مخیلہ سے پاک ہونے کی سند مرحمت فرمائی تھی ہر شخص کا صدیق اکبر بننے کی جرأت کرنا کیسے روا ہو سکتا ہے ؟ جو حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس سے استثناء کا حق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے۔ اور خیلاء کی قید جہاں جہاں بھی ہے وہ ان نصوص مصرحہ کی روشنی میں قید احترازی نہیں

ہے بلکہ قید واقعی ہے ۔ جیسا کہ قرآن میں قتل اولاد کی ممانعت کے ساتھ خشیۃ املاق کی قید ہے ۔ اگر اس کو بھی قید واقعی کے بجائے قید احترازی تسلیم کیا جاوے تو تنگدستی جہاں نہ ہو وہاں قتل اولاد کا جواز نکلے گا ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ قید واقعی ہے یعنی جو بھی قتل کرتا تھا تنگدستی کے خوف سے کرتا تھا ۔ اسی طرح فانہا من المخیلۃ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قید واقعی ہے ۔ جو بھی ایسا کرتا ہے تکبر ہی سے کرتا ہے اور جو تکبر سے خود اپنے منہ اپنی برارت کا اظہار کرتا ہے تو یہ دعویٰ خود تکبر کی ایک نوع ہے

گفتی بت پندار شکستم رستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقی ست

بخاری شریف کی شرح فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۴

کتاب اللباس میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے ۔ چنانچہ اس قید واقعی کی تائید میں یہ روایت پیش کرتے ہیں ؛

عن ابن عمر فی اثناء حدیث رفعہ ایاک و جرّ الازار فان جرّ الازار من المخیلۃ ۔

بچو اسبال ازارے پس تحقیق کہ اسبال ازار تکبر اور مخیلہ سے ہے

نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے علامہ ابن عربیؒ کا یہ قول پیش فرمایا

قال ابن العربی لا یجوز لرجل ان یجاوز بثوبہ کعبہ ویقول لا اجرہ خیلاء الی فانہا دعوی

غیر مسلمة بل اطالته ذیله دالّة علی تکبرہٖ (ملخصاً)
وحاصله ان الاسبال یستلزم جرّ الثوب و
جرّ الثوب یستلزم خیلاء ولو لم یقصد اللابس
الخیلاء (فتح الباری ج ۱۰ صـ ۲۶۴)

ابن عربیؒ نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے کسی آدمی کے لئے یہ کہ وہ اپنے کپڑے کو ٹخنے سے آگے تجاوز کرے اور دعویٰ کرے کہ میں تکبر سے نہیں لٹکاتا ہوں۔ پس اس کا یہ دعویٰ غیر مسلّم ہے یعنی ناقابل تسلیم ہے بلکہ اس کا یہ لٹکانا اُس کے تکبر پر دلالت کرتا ہے۔

اور حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ یہ اسبال جرِ ثوب کو مستلزم ہے اور جرِ ثوب مستلزم ہے تکبر کو اگرچہ مُسْبِلْ ارادہ بھی تکبر کا نہ کرے۔

مزید تین روایات

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شرح بخاری فتح الباری صـ ۲۶۳ ج ۱۰ میں تین روایات اور نقل فرماتے ہیں جس سے اسبال ازار کی ممانعت کی تائید ہوتی ہے:

۱ ایک صحابی عبید بن خالد نے کہا کنت امشی میں چل رہا تھا اور میرے اوپر چادر تھی جس کو میں ٹخنے سے نیچے تک کھینچ رہا تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ارفع ثوبك فانه انقی و اتقی

اپنی چادر کو اونچا کر پس وہ صفائی اور اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے پس میں نے کہا یہ چادر ہے مَلْحَاءُ (یعنی سفید و سیاہ خطوط والی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا نہیں

ہے تیرے لئے میرے اندر نمونہ ؟ اما لك فی اسوۃٌ ؟ پس انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لُنگی نصف ساق تک تھی ۔

قال فنظرت فاذا ازارہ الی انصاف ساقیہ

② حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ایک بدبخت شقی القلب مجوسی ابو لؤلؤ نے زہر میں آلود خنجر پیوست کر کے قتل کر دیا تو آپ کرب و اضطراب کے عالم میں زندگی سے مایوس ہو کر اپنے رب کریم سے ملاقات کی منزل سامنے دیکھ رہے تھے ۔ ایسی حالت میں آپ نے ایک جوان کو دیکھا کہ اس کا لباس ٹخنے سے نیچے تھا تو فرمایا

ارفع ثوبك فانه انقٰی لثوبك واتقٰی لربك

اے جوان ! اپنی لُنگی اُوپر کر ٹخنے سے پس یہ عمل تیرے کپڑے کے لئے باعث پاکیزگی اور تیرے رب کے لئے باعث تقویٰ ہو گا ۔

③ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ! انی حمش الساقین یعنی میری پنڈلیاں سُوکھی ہوئی ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ان اللہ قد احسن کل شئ خلقه یا عمرو

ان اللہ لا یحب المسبل ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کی تخلیق کو حسین بنایا ہے اے عمرو بے شک اللہ ٹخنے سے نیچے لباس پہننے والوں کو محبوب نہیں رکھتا ۔

شارح بخاری شریف حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ

ظاهره ان عمروا المذکور لم یقصد باسباله

الخیلاء وقد منع من ذلک لکونه مظنۃ۔

ترجمہ :۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمروؓ صحابیٔ رسول ہیں۔ ان کا قصد اسبال ازار سے تکبر کا نہیں ہو سکتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مظنۂ خیلاء سے بھی منع فرمادیا۔ یعنی اس طرح کا لباس جو ٹخنے سے نیچے ہو اگر تکبر نہ بھی ہو تو متکبرین کی علامت ہونے سے موضع تہمت ہے اور شریعت نے موضع تہمت سے بھی بچنے کا حکم فرمایا ہے۔ کما ھو مصرح فی الحدیث اتقوا مواضع التھم۔

نیز شارح بخاری امام حافظ ابن حجرؒ فیصلہ فرماتے ہیں؛

واما الاسبال لغیر الخیلاء فظاھر الاحادیث تحریمہ ایضاً

یعنی جو اسبال بدون تکبر ہو وہ بھی ظاہر احادیث سے حرام ہے۔

امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں اسبال ازار سے متعلق یہ روایت نقل فرمائی ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار۔

جو حصہ ٹخنے سے نیچے لباس سے چھپا ہو گا اتنا حصہ دوزخ کی آگ میں ہو گا۔

مَردوں کیلئے ٹخنے سے نیچے لباس لٹکانے سے ممانعت کے وجوہ و اسباب

(از فتح الباری شرح بخاری ج ۱۰ ص ۲۶۳)

① قد یتجہ المنع فیہ من جھۃ الاسراف فینتھی

الی التحریم۔

ایک وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ اس میں اسراف ہے جس کی حد حرام تک پہنچتی ہے۔ کسی ملک میں اگر دس کروڑ مسلمان ہیں اور وہ ٹخنے سے نیچے لنگی یا پائجامہ نہ استعمال کریں تو چار چار انگل صرف دو انچ فی کس اگر کپڑا بچتا ہے تو دس کروڑ پر اتنا کپڑا بچے گا جو ہزاروں بلکہ لاکھوں غریبوں کے پائجاموں کے لئے کافی ہوگا۔

(۲) وقد یتجہ المنع فیہ جہۃ التشبہ بالنساء وھو امکن فیہ من الاول۔

اور منع کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس میں مشابہت ہے عورتوں کے ساتھ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن الرجل ان یلبس لبسۃ المرأۃ۔

لعنت فرمائی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس مرد پر جو عورتوں جیسا لباس پہنے۔

(۳) قد یتجہ المنع فیہ من جہۃ ان لابسہ لا یأمن من تعلق النجاسۃ۔

اور منع کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ٹخنے سے نیچے لباس والے نجاست سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

(۴) اور منع کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تکبر کے لئے ایسا شخص مظنۂ تہمت ہے۔

❁

اسبالِ ازار کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا فتویٰ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ ج ع۴ ص۱۲۱ پر احکام متعلقہ لباس کے ذیل میں یہی فتویٰ دیا ہے کہ ہر صورت میں ٹخنے سے نیچے لٹکانا پائجامہ یا لنگی کا معصیت ہے۔ البتہ تکبر سے لٹکانے میں دو معصیت کا اجتماع ہو جاوے گا۔ ایک گناہ اسبال ازار کا دوسرا گناہ تکبر کا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر امداد الفتاویٰ سے سوال و جواب پورا نقل کیا جاوے۔

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا تہبند لگانا و دفع شبہ متعلقہ مسئلہ مذکورہ

سوال زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اس وقت ہے جبکہ براہ تکبر و خیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اس پر فخر کیا کرتے تھے اور جبکہ تکبراً نہ ہو اور محض زینت اور خوبصورتی کے لئے ایسا کرے تو جائز ہے اور زینت محض امر ذوقی ہے۔ ایک ہی امر ایک کو پسند ہوتا ہے دوسرا ناپسند کرتا ہے۔ اختلاف ملک اختلاف رواج کی وجہ سے بہت فرق ہو جاتا ہے۔ جس طرح نصف ساق تک پائجامہ اور اس سے بھی اونچا بُرا لگتا ہے۔ اسی طرح ما فوق الکعبین بہ نسبت ما تحت الکعبین کہ ابنا زماں کی نظر میں بدنما

لگتا ہے۔ صرف اس بدنما لگنے کی وجہ سے نیچا پہنتے ہیں۔ رہا کبر و تفاخر سو دو چار انگل کے گھٹنے بڑھنے سے ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ زینت و پسندیدگی اس کی باعث ہے چنانچہ احادیث میں اکثر یہ قید مذکور ہے من جر ازارہ خیلاء وغیرہ میں خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو حدیثیں مطلق ہیں جیسے ما اسفل من الکعبین ففی النار وغیرہ وہ بھی حسب دستور عرب اسی قید پر محمول ہیں اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ مطلق و مقید دونوں دو واقعہ پر آئے ہوں جیسے کفارۂ قتل و کفارۂ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہو جاتا ہے جیسے کفارۂ قسم کا قراءۃ ابن مسعود متتابعات کے ساتھ مقید ہو جانا۔ نیز اس کی مؤید وہ حدیث ہے کہ حضرت نے ما اسفل من الکعبین کی وعید بیان کی اور فرمایا من جر ثوبہ خیلاء لن ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میری ازار لٹک پڑتی ہے الا ان اتعاھد تو حضرت نے فرمایا انک لست ممن تفعلہ خیلاء رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ۔ پس اگر مطلقاً جرِ ازار ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلا رہی کی صورت میں ہے اور بلا اس کے جائز ہے۔ اس شبہ کا حل مطلوب ہے۔

الجواب

فی نور الانوار بحث حمل المطلق علی المقید فی حکم واحد

مانصه وفی صدقة الفطر ورد نصان فی السبب ولا مزاحمة فی الاسباب فوجب الجمع بینهما یعنی ان ما قلنا انه یحمل المطلق علی المقید فی الحادثة الواحدة والحکم الواحد انما هو اذا وردا فی الحکم للتضاد واما اذا ورد فی الاسباب والشروط فلا مضائقة ولا تضاد فیمکن ان یکون المطلق سببا باطلاقه والمقید سببا بتقییده اھ

اور مانحن فیہ میں حکم معیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اس کے ہیں۔ یہاں مطلق مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پس مطلق جر کو بھی حرام کہیں گے اور جر للخیلاء کو بھی۔ البتہ دونوں حرمتوں میں اگر کسی قدر تفاوت مانا جائے تو گنجائش ہے، کیونکہ ایک جگہ ایک منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور دوسری جگہ دو منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور خیلاء کا۔ پس یہ کہنا کہ چونکہ عرب کا دستور یہی تھا کہ فخراً ایسا کرتے تھے اس لئے حرمت اسی کی ہوگی بلادلیل ہے۔ کیونکہ خصوص مورد سے خصوص حکم لازم نہیں آتا جبکہ الفاظ میں عموم ہو ویتفرع علیہ من الاحکام الفقھیہ رہا قصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میرے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ انک لست تفعلہ بالاختیار والقصد چنانچہ الا ان اتعاھد اس کی دلیل ہے کہ بلاقصد ایسا ہوجاتا تھا اور اسی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہے۔ رہا للخیلاء کی قید یہ اس بناء پر ہے کہ اکثر جو لوگ اس فعل کو اختیار کرتے ہیں وہ

براہِ خیلاء کرتے ہیں۔ پس حدیث میں اطلاق بسبب (یعنی فعلہ بالخیلاء) کا مسبب (یعنی فعل بالاختیار) پر ہوا ہے۔ و ھو شائع فی الکلام ای شیوع فقط واللہ اعلم

(امداد الفتاوٰی جلد چہارم صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۲)

☆

جواب اشکال بر کراہت اسبال بدون خیلاء

سوالؔ۲ آنجناب کے کسی رسالہ کے منہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسبال مطلقاً ممنوع ہے حالانکہ بعض احادیث میں خیلاء کی قید موجود ہے۔ والمطلق یحمل علی المقید وایضاً یؤیدہٗ ما فی تاریخ الخلفاء للسیوطی ما نصہ اخرج البخاری عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جر ثوبہ خیلاء لن ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ فقال ابوبکرؓ ان احد شق ثوبی یسترخی الا ان اتعاھد ذٰلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک لست تضع ذٰلک خیلاء ۱۲

تاریخ الخلفاء فی فصل فی الاحادیث الوارۃ فی فضل ابی بکر الصدیق مقرونا بعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والیہ ذھب الشیخ ولی اللہ المحدث الدھلوی فی المصفیٰ

☆

الجواب

حنفیہ کے نزدیک ایسی صورت میں مطلق اپنے اطلاق پر اور مقید اپنی تقیید پر رہتا ہے اور دونوں پر عمل واجب ہوتا ہے کما ھو مصرح فی الاصول اور جو حدیث تائید میں نقل کی ہے خود سوال میں تصریح ہے کہ وہ عمداً نہ کرتے تھے۔ پس جواب کے بھی یہی معنی ہیں انک لست تضع ذلک عمداً چونکہ خیلا سبب ہوتا ہے تعمد کا پس سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔

(امداد الفتاوی جلد چہارم صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۳)

کتابت : حسین احمد نجیب غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقامِ عاشقانِ حق

مُرتبہ

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

مقامِ عاشقانِ حق

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین اسلام سے مرتد ہو جاوے گا ہم عنقریب ایسی قوم پیدا کریں گے جن سے حق تعالیٰ شانہٗ محبت فرمائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے"

اہل ارتداد اور مرتد لوگوں کے مقابلے میں حق تعالیٰ شانہٗ نے اہل محبت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ تقابل دلالت کرتا ہے کہ یہ حضرات ارتداد کی ذلت اور نحوست سے محفوظ ہوں گے اور پھر حسنِ خاتمہ کی نعمت سے مسرور ہونا لازماً ان کے لئے ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ حضرت حکیم الاُمت تھانویؒ اسی لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ سالکین کو چاہیئے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کریں۔ مولانا رومیؒ نے عاشقان حق کے لئے دعا بھی خوب مانگی ہے ؎

آفتاب عاشقاں تابندہ باد　　　بوستان عاشقاں سرسبز باد

ترجمہ :۔ اے خدا آپ کے عاشقوں کا سورج ہمیشہ چمکتا رہے اور آپ کے عاشقوں کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے۔

اردو زبان کے چند اشعار بھی اسی مضمون کی تائید کرتے ہیں :

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کے تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

تین ۳ علاماتِ اہلِ محبت

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ـــــــ (پ ، سورۂ مائدہ)

مضمونِ ارتداد کے مقابلے میں اپنے عاشقوں کا ذکر فرمانے کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے عاشقوں کی تین علامات بھی بیان فرمادیں تاکہ ان کی شناخت ہو سکے۔

① اپنے ایمانی بھائیوں کے ساتھ مہربانی اور تواضع اور نہایت خاکساری کے ساتھ ملتے ہیں اور کافروں

پر سخت اور مضبوط رہتے ہیں۔

علمی لطیفہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جب کسی بستی میں ملوک (بادشاہ لوگ) داخل ہوتے ہیں تو اس بستی کے معزز سرکشوں کو گرفتار کر لیتے ہیں اور ان کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً۔

تو اسی طرح جب دل کی بستی میں نسبت مع اللہ القاء کی جاتی ہے تو حق تعالےٰ جو احکم الحاکمین اور سلطان السلاطین ہیں اس دل کے اندر تکبّر اور عُجب اور حسد اور بُغض اور انانیت کے تمام سرکشوں کو گرفتار کر کے ذلیل کر دیتے ہیں۔ پس ہر صاحبِ نسبت کی اس علامت تواضع سے اس کے صاحب نسبت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ جو جس قدر قوی نسبت پر فائز ہوتا ہے اتنا ہی قوی فنائیت اور عبدیت کاملہ کا اس میں ظہور ہوتا ہے۔

(۲) دوسری علامت عشاقِ حق کی یہ ہے کہ وہ ان کی راہ کی تکلیف کو خوشی خوشی جھیلتے ہیں۔ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ (سورہ یوسف) کی آیت اس مجاہدہ کی لذت پر دلالت کرتی ہے۔ جن کی راہ کے قید خانے محبوب بلکہ اَحَب ہوتے ہیں ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے۔ تمام کائنات

کے بھول انفرادًا یا اجتماعًا اگر حق تعالیٰ کے راستے کی کلفت کے لئے سلام کریں تو بھی اس کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کو نسبت طریق اور راہِ حق سے ہے۔ کلفت کا احساس تو تب ہوتا ہے جب الفت نہ ہو اور یہاں تو محبت منصوص کا ذکر ہے اور پھر جس محبت کا آغاز خود حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہو یُحِبُّهُمْ پھر بتائیے کہ جس سے حق تعالیٰ محبت فرمائیں اس کی حیات کا کیا عالم ہوگا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ.	"ان کے لئے تو دو جنت ہیں"

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

وَقَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا وَجَنَّةٌ فِي الْاٰخِرَةِ.	"اللہ والوں کے لئے ایک جنت دنیا ہی میں عطا ہوتی ہے اور ایک آخرت میں عطا ہوگی"

دنیا کی جنت سے مراد حیٰوۃِ طیبہ ہے جس کا ترجمہ حضرت تھانویؒ نے بالطف زندگی سے فرمایا ہے۔ مرقاۃ کی یہ عبارت حضرت خواجہ مجذوب عزیز الحسنؒ کے اس شعر کی تائید کر رہی ہے جس میں اللہ والوں کی حیات کا نقشہ کھینچا ہے ؎

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
میرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

ان آیات مذکورہ میں پورا دین سمو دیا گیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ مرقاۃ ج عنا صفحہ پر فرماتے ہیں:۔

قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ مَدَارُ الدِّيْنِ عَلَى التَّعْظِيْمِ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفَقَةِ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ۔

ترجمہ :۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ دین کا مدار دو باتوں پر ہے

① اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم

② مخلوق حق پر شفقت

عاشقانِ حق کو خداوندی تنبیہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے محبوب بندے اور محب بندے مسلمانوں پر مہربان اور کافروں پر تیز ہونگے اور جہاد کرتے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے ان نعمتوں پر فائز ہونے کے بعد ان کو اپنے اوپر ناز نہ ہونا چاہئے کہ یہ ہمارے صفات قابلِ فخر ہیں بلکہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمادیں اور وہ بڑی وسعت والے اور بڑے علم والے ہیں۔ پس ان کو شکر گذار ہونا چاہئے حق تعالیٰ کی عنایت کا اور اپنے کو عُجب اور کبر سے حفاظت کا اہتمام ہونا چاہئے۔ یہ بندہ کا کمال نہیں اُن کا انتخاب ہے جسے چاہیں اپنا بنالیں۔

نہ ہر سینہ را راز دانی دہند ؎ نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند

نہ ہر گوہرے دُرّۃ التاج شد

نہ ہر مُرسلے اہلِ معراج شد

برائے سرانجام کارِ صواب

یکے از ہزاراں شود انتخاب

ترجمہ ① ہر سینے کو حق تعالیٰ اپنی محبت کا راز نہیں دیتے اور نہ ہر آنکھ کو دوسری آنکھوں کی رہنمائی والی شان دیتے ہیں۔

② نہ ہر موتی تاج شاہی میں لگتا ہے نہ ہر رسول کو معراج عطا ہو جاتی ہے۔

③ حق تعالیٰ شانہٗ کے دین کی خدمت کے لئے ہزاروں سے کسی ایک کا انتخاب ہوتا ہے۔

سرمد غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند

سوزِ غمِ پروانہ مگس را نہ دہند

اے سرمد! حق تعالیٰ اپنی محبت کا غم ہر بوالہوس کو نہیں عطا فرماتے اور پروانہ کا سوزِ غم مکھیوں کو نہیں دیا کرتے۔

① لا دے بُت خانے سے وہ صدیق کو

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

زندیق سے مراد ابوجہل ہے۔ اس کی ماں حاملہ تھی طواف کر رہی تھی کعبہ ہی میں دردِ زہ ہوا، اور مطاف میں پیدا ہوا۔

② زادۂ آذر خلیل اللہ ہو ﴿﴾ اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو

۳ اہلیہ لوطِ نبی ہو کافرہ
زوجۂ فرعون ہوئے طاہرہ

۴ فہم سے برتر خدائی ہے تری
عقل سے بالا خدائی ہے تری

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

اے خدا! تو ہی توفیق عطا فرما ہم کو اپنی پسندیدہ اور محبوب اعمال کی۔ آمین!



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

گناہ کے نقصانات

مرتبہ

حضرت اقدس مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہ العالی

گناہ کے نقصانات



① گناہ کرنے سے دنیا کی رغبت اور آخرت سے وحشت پیدا ہو جاتی ہے۔
② گناہ کرنے سے دل پر ایک دھبہ لگ جاتا ہے. اگر توبہ کیا وہ مٹ جاتا ہے ورنہ بڑھتے ہی رہتا ہے۔
③ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔
④ گناہ کرنے سے رزق میں کمی ہو جاتی ہے۔
⑤ گناہ کرنے سے لباا وقات طاعت کے فائدے ضائع ہو جاتے ہیں۔
⑥ گناہ کرنے سے دل کی مضبوطی اور دین کی پختگی جاتی رہتی ہے۔
⑦ بے حیائی کے افعال و اعمال سے طاعون میں اور ایسی نئی نئی بیماریوں میں مبتلا کیا جاتا ہے جو پہلے لوگوں میں نہیں تھیں۔

۸ زکوٰۃ نہ دینے سے بارش میں کمی ہوتی ہے۔

۹ ناحق فیصلہ کرنے اور عہد شکنی کرنے پر دشمن کو مسلط کردیا جاتا ہے۔

۱۰ ناپ تول میں کمی کرنے پر قحط و تنگی اور حکام کے ظلم میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

۱۱ خیانت کرنے سے دشمن کا رعب ڈال دیا جاتا ہے۔

۱۲ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کرنے پر بزدلی ہوتی ہے اور دشمن کے دل سے رعب دور کردیا جاتا ہے۔ اس لئے اس حالت میں گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہیئے۔ خواہ دل کے گناہ ہوں خواہ ہاتھ پاؤں کے خواہ زبان کے پھر خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں خواہ بندوں کے ہوں لیکن ہر توبہ کا طریقہ الگ ہے جس کو اہل علم حضرات سے معلوم کرلینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات رحیم و رحمٰن ہے کیسا ہی بڑا گناہ ہو توبہ کرنے سے اس کو معاف کردیتے ہیں۔

بڑے گناہ جن پر وعیدیں آئی ہیں

۱ حقارت سے کسی پر ہنسنا ۲ طعن کرنا ۳ برے لقب سے پکارنا ۴ بدگمانی کرنا ۵ کسی کا عیب تلاش کرنا، ۶ کسی کی غیبت کرنا ۷ بلاوجہ کسی کو برا بھلا کہنا ۸ چغلی کھانا ۹ تہمت لگانا ۱۰ دھوکہ دینا ۱۱ عار دلانا ۱۲ کسی کے نقصان پر خوش ہونا ۱۳ تکبر کرنا ۱۴ فخر کرنا۔

(۱۵) ضرورت مند کی، باوجود قدرت کے، مدد نہ کرنا (۱۶) کسی کے مال کا نقصان کرنا (۱۷) کسی کی آبرو پر صدمہ پہنچانا (۱۸) چھوٹوں پر رحم نہ کرنا (۱۹) بڑوں کی عزت نہ کرنا (۲۰) بھوکوں اور ننگوں کی، حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا (۲۱) کسی دنیوی رنج سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑنا (۲۲) کسی جاندار کی تصویر بنانا (۲۳) کسی کی زمین پر موروثی کا دعوی کرنا (۲۴) ہٹے کٹے کو بھیک مانگنا (۲۵) ڈاڑھی منڈوانا یا ایک مُشت سے کم کتروانا، (۲۶) کافروں اور فاسقوں کا لباس پہننا (۲۷) مَردوں کو عورتوں کا لباس پہننا (۲۸) عورتوں کو مَردوں کا لباس پہننا (۲۹) بدکاری کرنا (۳۰) چوری کرنا (۳۱) ڈکیتی ڈالنا (۳۲) جھوٹی گواہی دینا (۳۳) یتیم کا مال کھانا (۳۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ان کو تکلیف دینا (۳۵) بے خطا جان کر قتل کرنا (۳۶) جھوٹی قسم کھانا (۳۷) رشوت دینا (۳۸) رشوت لینا ۳۹ رشوت کے معاملہ میں پڑنا (۴۰) شراب پینا (۴۱) جُوا کھیلنا (۴۲) ظلم کرنا (۴۳) کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت لینا (۴۴) سود دینا (۴۵) سود لینا (۴۶) سود لکھنا (۴۷) سود پر گواہ بننا (۴۸) جھوٹ بولنا (۴۹) امانت میں خیانت کرنا (۵۰) وعدہ خلافی کرنا۔

ماخوذ از "حیات المسلمین" و "جزاء الاعمال"



حفاظت نظر

مرتبہ

حضرت مولانا ومرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

امابعد؛ بدنگاہی کی مضرات اس قدر ہیں کہ بسا اوقات ان سے دنیا اور دین دونوں ہی تباہ و برباد ہیں۔ آج کل مرضِ روحانی میں مبتلا ہونے کے اسباب بہت زیادہ پھیلتے جاتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بعض مضرات اور اس سے بچنے کا علاج مختصر طور پر تحریر کردیا جائے تاکہ اس کی مضرات سے حفاظت کی جاسکے۔ چنانچہ حسب ذیل امور کا اہتمام کرنے سے نظر کی حفاظت بسہولت ہوسکے گی:۔

(۱) جس وقت مستورات کا گذر ہو اہتمام سے نگاہ نیچی رکھنا خواہ کتنا ہی نفس کا تقاضا دیکھنے کا ہو جیسا کہ اس پر عارف بندی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے اس طور پر متنبہ فرمایا ہے ؎

دین کا دیکھ ہے خطر اٹھنے نہ پائے ہاں نظر
کوئے بتاں میں تو اگر جائے تو سر جھکائے جا

(۲) اگر نگاہ اٹھ جاوے اور کسی پر پڑ جاوے تو فوراً نگاہ کو نیچے کرلینا خواہ کتنی ہی گرانی ہو خواہ دم نکل جانے کا اندیشہ ہو۔

(۳) یہ سوچنا کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں ذلت

کا اندیشہ ہے۔ طاعت کا نور سلب ہو جاتا ہے۔ آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

④ بدنگاہی پر کم از کم چار رکعت نفل پڑھنے کا اہتمام اور کچھ نہ کچھ حسب گنجائش خیرات اور کثرت سے استغفار کرے۔

⑤ یہ سوچنا کہ بدنگاہی کی ظلمت سے قلب ستیاناس ہو جاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر میں دور ہوتی ہے حتیٰ کہ جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے باوجود تقاضے کے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا۔

⑥ یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے میلان پھر میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اور ناجائز عشق سے دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔

⑦ یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے طاعات، ذکر و شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ ترک کی نوبت آتی ہے پھر نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

زندگی کا ویزا ناقابلِ توسیع ہے

اور

دنیا کی لذّاتِ فانیہ کی حقیقت



از

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲۔ کراچی

زندگی کا ویزا ناقابل توسیع ہے

اور

دنیا کی لذّات فانیہ کی حقیقت



ہم لوگ دنیا کے نیشنل نہیں ہیں اور ویزا بھی ناقابل توسیع ہے۔ یہاں تو کلرک کو کچھ دے کر ویزا میں توسیع بھی کرا لیتے ہیں اور زندگی کا ویزا جب ختم ہوتا ہے تو اگر پوری ریاست و سلطنت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے قدموں پر قربان کر دیں کہ صرف اتنی مہلت دے دو کہ دو رکعت پڑھ کر سجدہ میں میاں سے رولیں، معاملہ صاف کرلیں، درخواست رحم کرلیں تو اتنا بھی موقع نہ ملے گا۔ بس اس وقت کو ہر وقت یاد رکھئے کہ جب منہ میں زبان تو ہو گی لیکن اُس وقت ہم بے زبان ہوں گے۔ بیوی اپنے رخسار کو مُردہ شوہر کے لبوں سے مَس کرتی ہے لیکن یہ لب اب ادراکِ لذت سے قاصر ہیں۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن اب سینما اور ٹیلی ویژن اور غیر محرموں کے دیکھنے سے عاجز ہیں۔ اس وقت

؎ کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں (اکبر)

کان اب عورتوں کے نغمات مشورہ از ریڈیو کو سُن نہیں سکتے۔ زبان پر شامی کباب اور مرغ کی بریانی رکھی ہے لیکن احساس لذت اور حلق سے نیچے اتارنا ناممکن ہے۔ پس تمام لذاتِ فانیہ کی جب حقیقت یہی ہے کہ اچانک ہم ان سے الگ ہو جاویں گے تو زندگی کا ویزا ختم ہونے سے پہلے پہلے اسی حیات عارضی کے چراغ سے حیات اُخروی کا چراغ روشن کر لینا چاہیئے ورنہ حیات دنیا کا چراغ گُل ہونے کے بعد کس نعمت کو اپنی جان کا تکیہ اور سہارا بناؤ گے اور اگر تعلق مع اللہ کی دولت اپنی جان میں سے نیم جان دے کر حاصل کر لو گے تو پھر اس جان میں صد جان محسوس کرو گے۔ نیم جان دینے کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے میں جو کلفت پیش آوے اس کو برداشت کر لو ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
انچہ در ہمت نیاید آں دہد

اس نعمت قرب کی لذت کے سامنے کائنات کے خزانوں پر نگاہ کرنا اپنی توہین معلوم ہو گی جس طرح باز شاہی بوجہ قرب شاہ کے اس قدر عالی حوصلہ ہو جاتا ہے کہ بجز شیر نر کے، ہرن اور چیتوں کے شکار کو اپنی توہین سمجھتا ہے۔ بادشاہ کی نظر اُس کی نگاہ میں غیرت و ہمت کا معیار اس قدر بلند کر دیتی ہے کہ یہ جانوروں کے بادشاہ یعنی شیرِ نر پر حملہ کرتا ہے ؎

می نگیرد باز شہ جز شیر نر
کرگساں بر مردگاں بکشادہ نر (اختر)

اسی طرح جب مومن کی روح مجاہدات اور ریاضات کے ذریعہ اور کسی مصاحب حق کی صحبت کے فیض سے مصاحب سلطان حقیقی ہوجاتی ہے تو بزبانِ حال پکار اٹھتی ہے ؎

رُخ زریں من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ میدانی کہ در باطن چہ شاہ ہمنشیں دارم

ترجمہ :۔ اے مخاطب ! میرے پیلے چہرے کو دیکھ کر یہ خیال نہ کرنا کہ میں کمزور ہوں بلکہ راہِ حق پر میں لوہے کے پاؤں رکھتا ہوں تجھے کیا معلوم کہ میرے باطن کو کس سلطان السلاطین اور احکم الحاکمین کی معیت خاصہ حاصل ہے ۔

پس یہ مبارک اور خوش بخت جان عارف و مصاحب حق مثل باز شاہی کے ہے کہ ساری کائنات ولذات مافیہا سے اپنی نگاہ پرواز کو قطع نظر کرتی ہوئی عرش اعظم اور صاحب عرش اعظم سے رابطہ قائم رکھتی ہے اور اس کی نگاہوں میں تمام ماسوی اللہ ناقابل التفات اور بے قدر ہو جاتے ہیں ؎

روح او سیمرغ بس عالی طواف
ظل او اندر زمین چوں کوہ قاف

ترجمہ : عارف کی روح عرش پاک کا طواف کرتی ہوتی ہے اور جسم اس کا دنیا کی زمین پر مثل پہاڑ پڑا ہوتا ہے ۔

حلاوتِ ایمان

یعنی

ایمان کی مِٹھاس

از

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

حلاوتِ ایمان

(ایمان کی مٹھاس)



حدیث :

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ ___ متفق علیہ

(مشکوٰۃ، کتاب الایمان ص۱۲)

ترجمہ :- تین خصائل جس میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔ ایک یہ کہ اللہ اور رسول اس کے قلب میں تمام موجودات سے زیادہ محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ کسی بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔ تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو اس قدر ناگوار ہو جیسے کہ اس کو آگ میں ڈالا جانا ناگوار ہو۔

حلاوتِ ایمانی کیا ہے؟

ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوۃ ج ۱ صہ ۴۲ پر حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات تحریر فرمائی ہیں:۔

(۱) استلذاذ الطاعات۔
طاعات میں لذت محسوس کرنا۔

(۲) و ایثارھا علی جمیع الشھوات والمستلذات
اور ذکر و طاعت کو تمام خواہشات نفسانیہ و لذات پر ترجیح دینا۔

(۳) وتحمل المشاق فی مرضات اللہ ورسولہ۔
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے ہر مشقت اور ہر کلفت کو خوشی خوشی برداشت کرنا۔
(لقاعدہ اذا جاءت الالفۃ رفعت الکلفۃ جب الفت آتی ہے تو کلفت ختم ہو جاتی ہے)

(۴) وتجرع المرارات فی المصیبات۔
اور مصائب کے تلخ گھونٹ کو پی جانا (المرارات بفتح المیم جمع مرارۃ بفتح المیم۔ مرارۃ: پتہ)

گذر گئی جو گذرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے
جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اس کو بھی تہ دل سے دُعا دیا

(حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ)

⑤ والرضاء فی القضاء فی جمیع الحالات
اور ہر حال میں حق تعالیٰ کی قضاء وفیصلہ اور تقدیر سے خوش رہنا۔ تنگی، فراخی، صحت، مرض، خوشی، غمی ہر حال میں یرضون عن مولٰھم اپنے مولیٰ سے راضی رہتے ہیں۔

(مرقاۃ)

؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر ست

حلاوۃ ایمانی پر حسن خاتمہ کی بشارت

ملا علی قاریؒ ایک روایت نقل فرماتے ہیں:۔

وقد ورد ان حلاوۃ الایمان اذا دخلت قلبًا لاتخرج منہ ابدًا ففیہ اشارۃ الی بشارۃ حسن الخاتمۃ لہ۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۷)

ترجمہ:۔ وارد ہے کہ بے شک جس دل میں ایمان کی حلاوت (مٹھاس) داخل ہو جاتی ہے تو پھر اس دل سے مٹھاس ایمان کبھی نہیں نکلتی۔ پس اس روایت میں بشارت ہے اس کے حسن خاتمہ کی جس کے دل میں حلاوتِ ایمانی داخل ہو جاوے۔

حلاوت ایمانی سے کیا مراد ہے؟

حلاوت ایمانی سے مراد معنوی حلاوت ہے یعنی باطن میں قلب و روح اس حلاوت کو محسوس کرتے ہیں لیکن

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے عجیب بات بیان فرمائی کہ حسی اور معنوی دونوں حلاوت مراد ہے۔

واغرب ابن حجر حیث قال ذوقاً حسیاً او معنویاً۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۷۶)

احقر عرض کرتا ہے کہ بہت سے عشاق حق کو حسی طور پر یہ مٹھاس محسوس ہونا منقول ہے۔ چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

ترجمہ:۔ اللہ اللہ کیا پیارا نام ہے کہ اس نام سے جان میں دودھ اور شکر کے مل جانے والی مٹھاس محسوس ہو رہی ہے۔

اور اس مٹھاس پر مولانا نے عجیب استدلال دیوان شمس تبریز میں پیش کیا ہے ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

ترجمہ:۔ اے دل یہ شکر (چینی) زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا خالق اور بنانے والا زیادہ میٹھا ہے اور اے دل یہ چاند جیسے حسین زیادہ اچھے ہیں یا ان کا بنانے والا زیادہ اچھا ہے۔

؎ چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگارہا

مثنوی میں ایک جگہ اور ارشاد ہے ؎

نام او چوں بر زبانم می رود
ہر بن مو از عسل جوئے شود

ترجمہ :۔ جب میں اللہ پاک کا نام پاک لیتا ہوں تو اتنا لطف محسوس ہوتا ہے جیسے کہ میرے بال بال سے شہد کی نہریں جاری ہو گئیں۔

اس صدی کے بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں کہ انہوں نے اپنا حال بتایا کہ جب اللہ کا نام لیتے ہیں تو منہ واقعی میٹھا ہو جاتا ہے۔

مولانا رومیؒ ایک جگہ اور بیان فرماتے ہیں ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

ترجمہ :۔ جب حق تعالیٰ جو محبوب حقیقی ہیں ان کی طرف سے قرب کی ہوائیں ہماری روح تک آتی ہیں تو اس لذت کو بیان کرنے کے لئے تمام زبانیں اور لغات محو حیرت ہو جاتے ہیں۔

اسی مفہوم کو حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ تہجد کے وقت جب اپنی روح میں اس قرب کی بہار کو محسوس کرتے تھے تو یوں تعبیر فرماتے تھے ؎

کیوں باد صبا آج بہت اشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زلف یار ہے

اور اللہ والوں کے نام لینے کی بہاریں دور دور تک محسوس ہوتی ہیں۔ حضرت عارف رومیؒ نے فرمایا ؎

گفت پیغمبر کہ بردست صبا ؛ از یمن می آیدم بوئے خدا

یہی وہ کیف و مستی بے خودی ہے جس کو حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جَو مملکت کاؤس و کے را

ترجمہ :۔ جب حافظ بے خود اور مست ہوتا ہے تو کاؤس اور کَے کی سلطنت کو ایک جَو کے بدلے بھی شمار نہیں کرتا۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

ترجمہ :۔ اگرچہ محبت حق کے میکدہ کا ادنیٰ گدا ہوں لیکن جب ان کے نام کی لذت سے مست ہوتا ہوں تو ناز سے آسمان پر اور ستاروں پر حکم کرتا ہوں۔

؎ جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

(مجذوب)

احقر کے چند اشعار :

۱؎ ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لیکر

۲؎ ہر وادی ویراں میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں ترے نام کی لذت پہ خدایا

۳؎ مجھ کو جینے کا سہارا چاہئے
دل ہمارا غم تمہارا چاہئے

۴۔ دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

۵۔ ارے یارو! جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نورِ قمر کا

۶۔ نہ لذت پوچھ پھر ذکر خدا کی
حلاوت نام پاک کبریا کی

وہ کیا اعمال ہیں جن سے ایمان کی حلاوت دل کو نصیب ہوتی ہے

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام موجودات کائنات سے زیادہ ہو۔ اس محبت سے مراد محبت عقلی ہے یا محبت ایمانی مراد ہے، محبت طبعی مراد نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

ولیس المراد الحب الطبعی لانہ لا یدخل تحت الاختیار (مرقاۃ ج ۱ ص ۷۳)

جس طرح سے مریض اپنے اختیار سے دوا پیتا ہے باوجود طبعی ناگواری کے لیکن عقلاً دوا کو مفید سمجھ کر پی لیتا ہے۔

کحب المریض الدواء فانہ یمیل الیہ باختیارہ (ایضاً)

لفظ حلاوت کی وجہ تسمیہ چونکہ مٹھاس کا حسیات اور محسوسات میں انسان کے لئے محبوب ہونا بہت واضح تھا اس لئے یہ لفظ استعمال فرمایا

گیا۔ (مرقاۃ)

وقال هکذا الحافظ ابن حجر عسقلانی فی فتح الباری (ج ا ص ٦١) وعبر الشارح عن هذه الحالة بالحلاوة لانها اظهر اللذائذ المحسوسة

محبت رسول سے کیا مراد ہے؟

ومن محبته نصر سنته والذب عن شریعته وتمنی ادراکه فی حیاته لیبذل نفسه وماله دونه۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حقوق سے یہ ہے کہ آپ کی سنت کو زندہ کرے اور غیر شریعت کو مثل بدعت و رسومات جہل کو شریعت سے دور کرے اور تمنا کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ اگر ہم حضور علیہ السلام کو پا جاتے تو آپ کے لئے اپنی جان اور مال کو فدا کر دیتے جیسا کہ صدیق کی تعریف میں علامہ آلوسیؒ نے بیان کیا ہے:

الذی یبذل الکونین فی رضاء محبوبه

صدیق وہ ہوتا ہے جو اپنے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ اور محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دونوں جہاں لٹا بیٹھے۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

جہان آخرت کس طرح فدا کرے یعنی ثواب اور جنت سے

زیادہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے۔ کیونکہ ثواب اور جنت نعمت اور منعِم (نعمت دینے والا) کا درجہ نعمت سے زیادہ ہوتا ہے۔

سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

بذکرِ حبیب از جہاں مشتغل
بہ سودائے جاناں زجاں مشتغل
بہ یادِ حق از خلق بگریختہ ،
چناں مست ساقی کہ مے ریختہ ،

ترجمہ :۔ محبوب حقیقی کی یاد میں سارے جہاں سے بے پرواہ ہیں اور اس محبوب کی محبت میں اپنی جان کو بھی بھولے ہوئے ہیں اور یادِ حق میں مخلوق سے بھاگے ہوئے ہیں اور ساقیٔ ازل پر ایسے مست ہوئے کہ مے اور جامِ مے بھی پھینک چکے یعنی نعمتوں کی طرف التفات نہ رہا جب منعم حقیقی کی یاد چھا گئی جیسا کہ علامہ ابوالقاسم قشیریؒ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ شکر کی حقیقت منعم حقیقی کی یاد میں غرق ہونا ہے نہ کہ نعمتوں میں غرق ہو کے منعم حقیقی کو بھول جانا۔

ایک حکایت

محبت طبعی اور محبت عقلی کو سمجھنے کے لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک قصہ بیان فرمایا ہے۔

ایک بزرگ نے ایک بزرگ سے کہا کہ ہمارے دل میں اپنے والد صاحب کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے زیادہ

معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے ایمان کا کیا حال ہوگا۔ وہ بزرگ محقق عارف تھے خاموش ہوگئے۔ بعد مدت ایک دن فرمایا کہ آج آپ کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محاسن سیرت کا ذکر شریف کریں گے۔ خوب فصاحت اور محبت سے حالات اور اوصاف سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے کرتے اچانک رک کر فرمایا کہ مگر آپ کے والد صاحب میں بھی حسب ذیل خوبیاں ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ بزرگ ناراض اور غصہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ کیا جوڑ ہے؟ کہاں ذکر حبیب مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں آپ نے ہمارے ابا کا نام اس وقت بے موقع لے لیا۔ مولانا ابا کا ذکر چھوڑیئے جو بیان فرما رہے ہیں اسی کو بیان فرمائیے۔ بس اُن محقق عارف بزرگ نے فرمایا کہ اب تو سمجھ میں آگیا ہوگا کہ محبت آپ کے دل میں کس کی زیادہ ہے۔ آپ کا شبہ اور خلجان دور ہوا یا نہیں؟ خوب ہنسے اور فرمایا ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

فرمایا، ہاں بھائی ہم غلطی پر تھے۔ محبت طبعی کے سبب ہم کو یہ شبہ تھا اب معلوم ہوا کہ محبت عقلی اور محبت ایمانی افضل چیز ہے اور اس کا پتہ تقابل سے ہوتا ہے۔

حدیث بالا بخاری شریف میں مروی ہے اور اس میں حلاوت ایمانی کو شرح بخاری میں ملاحظہ فرمائیے:

حلاوت ایمانی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شارح بخاری کی تحقیق

حلاوتِ ایمانی کے متعلق بخاری شریف میں اسی حدیث کے متعلق امام بخاریؒ نے مستقل باب حلاوۃ الایمان قائم فرمایا ہے اور ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مقصود مصنف کا اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ ان حلاوۃ الایمان من ثمرات الایمان ایمانی حلاوت ایمان کے پھلوں سے ہے چونکہ کلمہ طیبہ کی مثال حق تعالیٰ شانہٗ نے شجرۂ طیبہ سے قرآن میں بیان فرمایا ہے:

كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

فالکلمة ھی کلمة الاخلاص والشجرة اصل الایمان و اغصانها اتباع الامر واجتناب النھی وورقھا مایھتم به المؤمن من الخیر وثمرھا عمل الطاعات وحلاوة الثمر جنی الثمرة وغایة کماله تناھی نضج الثمرة وبه تظھر حلاوتھا (فتح الباری ج ۱ ص ۶۰)

ترجمہ :۔ کلمہ طیبہ کی مثال شجرۂ طیبہ ہے پس کلمہ وہی کلمہ اخلاص ہے اور شجرہ ایمان کی جڑ ہے اور اس کی شاخیں احکام کی اتباع اور نواہی سے اجتناب ہے اور اس کے اوراق مومن کا جملہ خیر کے اعمال کا اہتمام ہے اور اس کا پھل طاعات ہیں اور پھل کی مٹھاس پختگی ہے پھلوں کی اور کمال حلاوت پھل کا خوب پختہ ہو جانا ہے اور اسی سے اس کی حلاوت کا ظہور ہوتا ہے۔

محبت سے مراد حُبِ عقلی ہے ۔ تفسیر بیضاوی کے حوالہ سے ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

والمراد هنا الحب العقلی الذی هو ایثار ما یقتضی العقل السلیم رجحانه لان المریض الصفراوی یجد طعم العسل مُراً والصحیح یذوق حلاوته علی ما هی علیه ۔

ترجمہ :- اور مراد محبت سے اس حدیث میں محبت عقلی ہے جس کو عقلِ سلیم اختیار کرے کیونکہ مریض صفراوی شہد کو کڑوا محسوس کرتا ہے اور تندرست اس کا اصلی ذائقہ پاجاتا ہے ۔

ومعنی حلاوة الایمان استلذاذ الطاعات وتحمل المشاق فی الدین وایثار ذلك علی اعراض الدنیا ۔

اور حلاوت ایمانی کا مفہوم عبادات میں لذت محسوس کرنا دین کی تمام تکالیف کو برداشت کرنا اور دنیا کے مال و اسباب پر ایمان کے تقاضوں کو ترجیح دینا ۔

یہ محبت کیسے حاصل ہوتی ہے ؟

ومحبة العبد لله تحصل بفعل طاعته وترك مخالفته وكذلك الرسول ۔

بندہ کو اللہ تعالیٰ کی محبت ، اطاعت کے اہتمام اور نافرمانی کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے ۔

صوفیائے محققین نے فرمایا کہ یہ محبت ان دو باتوں کے علاوہ ذکر اللہ کے دوام اور انعامات الٰہیہ میں تفکر کے التزام اور صحبت

عاشقانِ حق کے اہتمام سے حاصل ہوتی ہے ۔

(از افاداتِ حکیم الامت تھانویؒ)

ثلٰثٌ سے مراد ثلث خصال ہے یعنی یہ تین خصائل جن میں ہوں گی وہ حلاوتِ ایمان پالے گا ۔ اور بعض کی شرح ملا علی قاریؒ نے یہ فرمائی ؛ ای بوجودھن فی نفسہ ۔

پہلی خصلت کہ محبت اللہ اور رسول کی زیادہ ہو تمام موجوداتِ کائنات سے ۔

ان یکون اللہ ورسولہٗ احب الیہ مما سواھما

اس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں مما کے بجائے ممن کیوں نہیں فرمایا تو اس میں یہ بلاغت ہے کہ من ذوالعقول کے لئے آتا ہے اور ما عام ہے من یعقل اور من لا یعقل پر یعنی ما سے تمام موجوداتِ کائنات کا شمول ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو اور رسول کی محبت کو عطف سے جمع فرما کر دونوں محبتوں کو شانِ استقلال سے بیان فرما دیا کیونکہ اگر

فمن یدعی حب اللہ مثلاً ولا یحب رسولہ لا ینفعہ ذلک

جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے اور محبت رسول سے نہ کرے اس کو محبت حق کچھ نافع نہیں ۔

ویشیر الیہ قولہ تعالیٰ : اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔

پس حق تعالیٰ نے اطیعوا امر کا اعادہ رسول کے لئے فرمایا اور اولی الامر کے لئے نہیں فرمایا لانھم لا استقلال لھم

فی الطاعة کیونکہ اولی الامر لوگ مستقلاً مطاع نہیں جب تک وہ اطاعتِ حق اور اطاعتِ رسول پر قائم ہوں گے طفیلی ہو کر متبوع اور مطاع ہوں گے ورنہ ان کی اطاعت خلاف حق اور خلاف رسول میں ہرگز نہ ہوگی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲)

حلاوۃِ ایمانی کے لئے دوسرا عمل

(من احب عبداً لا یحبہ الا للہ ۰)

اس حدیث کا دوسرا جز یہ ہے کہ کسی بندے سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے۔

ملا علی قاریؒ شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں:

لا یحبہ الا للہ : ای لا یحبہ لغرضٍ وعرضٍ وعوضٍ و لا یشوب محبتہ حظ دنیوی ولا امرٌ بشری (مرقاۃ ج ۱ ص ۵۹)

صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بندے سے محبت کی پانچ علامتیں مرقاۃ میں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ وہ محبت کسی غرض سے نہ ہو صرف رضاء حق کے لئے ہو۔

۲۔ دنیا کی دولت اور مال ومتاع حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔

۳۔ کسی معاوضے اور بدلہ کے لئے یہ محبت نہ ہو۔

۴۔ یہ محبت کسی دنیوی لذت کے لئے نہ ہو۔

۵۔ یہ محبت کسی تقاضائے بشری کی تکمیل کے لئے نہ ہو۔

بل محبتہ تکون خالصۃ للہ تعالیٰ فیکون متصفا بالحب فی اللہ تعالیٰ وداخلا المتحابین فی اللہ (مرقاۃ)

بلکہ یہ محبت ہو صرف اللہ کے لئے پس ہو گی یہ محبت حُب فی اللہ اور یہ دونوں متحابین فی اللہ کہلائیں گے یعنی آپس میں اللہ والی محبت ہے۔

کسی بندے سے اللہ کے لئے محبت پر بخاری شریف کی حدیث سے بشارت

بخاری شریف میں امام بخاریؒ نے باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ وفضل المساجد کے ذیل میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا یظل الا ظله: الامام العادل و شابٌ نشأ فی عبادة ربه و رجلٌ قلبه معلق فی المساجد و رجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه و تفرقا علیه و رجل طلبته ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله و رجلٌ تصدق اخفیٰ حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه و رجل ذکر الله خالیًا ففاضت عیناه۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سات قسم کے آدمی ہیں جن کو عرش کا سایہ حق تعالیٰ ایسے دن عطا فرمائیں گے جس دن کہ کوئی سایہ اس سایہ کے علاوہ نہ ہوگا۔

(۱) انصاف کرنے والا امام (خلیفہ و امیر)

(۲) وہ جوان جس نے اپنی جوانی کا عیش ونشاط حق تعالیٰ کی عبادت اور رضا میں قربان کر دیا۔ جیسا کہ شرح بخاری میں ابن حجرؒ نے دوسری روایت پیش کی:

وفی حدیث سلمان افنیٰ شبابه و نشاطه فی

عبادة الله (فتح الباری ج ٢ ص ١٢٥)

(٣) وہ آدمی جس کا دل مساجد میں لٹکا رہتا ہے یعنی منتظر رہتا ہے کہ کب نماز کا وقت آوے اور ہم اس کریم کے دربار میں حاضر ہوں

(٤) اور وہ دو آدمی جو آپس میں صرف اللہ کے لئے محبت رکھتے ہوں اور ان کا اجتماع اور افتراق محبت حق پر ہو۔

(٥) اور وہ آدمی جس کو کسی عورت خوبرو اور صاحب حسب نسب نے گناہ کے لئے دعوت دی اور اُس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

(٦) اور وہ آدمی جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ داہنے ہاتھ سے کیا خدا کی راہ میں خرچ کیا۔

(٧) وہ آدمی جو حق تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

ان سات خصائل میں سے صرف ایک خصلت کی یہاں تشریح کرتا ہوں جس کا تعلق محبت للہ اور محبت فی اللہ سے ہے۔

محبت للہ اور فی اللہ کی تشریح

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور کا چوتھا جزو محبت فی اللہ و للہ اور اس پر اجتماع اور افتراق سے کیا مراد ہے؟ (از فتح الباری ج ٢ ص ١٢٥)

تحابا: ای اشترکا فی جنس المحبة واحب کل منهما الآخر حقیقة لا اظهاراً فقط۔

محبت آپس میں ایک دوسرے سے صرف اللہ کے لئے حقیقت میں ہو صرف اظہار کے لئے نہ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ:

رجلان قال کل منھما للآخر انی احبك فی اللہ

نصدرا علی ذلك ۔

دو آدمیوں نے کہا ہر ایک سے کہ میں تجھ سے اللہ کے لئے

محبت رکھتا ہوں اور پھر اسی محبت پر ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔

اجتمعا علی ذلك وتفرقا علیہ ۔ ای علی حب المذکور

یعنی یہ اجتماع اور افتراق اسی محبت الٰہی پر ہوا ۔

والمراد انھما داما علی المحبۃ الدینیۃ ولم یقطعا

بعارض دنیوی سواء اجتمعا حقیقۃ ام لا حتی یفارق

بینھما الموت ۔

اور مراد یہ ہے کہ یہ دونوں اس محبت دینیہ پر ہمیشہ قائم رہیں اور

اس تعلق اور محبت الٰہی کو دنیوی تکالیف اور دنیائے حقیر کی خاطر سے

قطع نہ کریں خواہ یہ اجتماع ظاہری طور پر ہو کہ ایک جگہ رہتے ہوں یا دور

قیام رکھتے ہوں مگر دل سے قریب ہوں یہاں تک کہ ان دونوں کو

موت ہی جدا کر دے ۔ یعنی آخری سانس تک اس پاک محبت کو قائم

رکھتے ہوئے اپنی قبروں میں سو گئے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

؎ دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست

تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

ترجمہ :۔ سعدی کی آنکھیں اور دل تیرے ہمراہ ہیں تاکہ تو یہ نہ

سمجھے کہ میں تنہا جا رہا ہوں ۔

فائدہ :۔ مطلب یہ ہے کہ اگر جسم دور ہو تو دل سے قریب ہونا

کافی ہے اور اگر قرب حسی ہو اور دل نہ ملے تو یہ ملنا نہیں۔

بقول شاعر ؎

آدمی آدمی سے ملتا ہے ٭ دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

اور احقر کا شعر ہے ؎

آنکھ سے آنکھ ملی دل سے مگر دل نہ ملا
عمر بھر ناؤ پہ بیٹھے مگر ساحل نہ ملا

بعض لوگ عمر بھر شیخ کے پاس رہتے ہیں مگر مناسبت باطنی نہ ہونے سے نفع تام نہیں ہوتا۔

افسوس کہ بعض لوگ دنیا کے حسینوں سے محبت کرنا جانتے ہیں لیکن اللہ والے جن کی روحیں آفتاب اور ماہتاب سے زیادہ حسین اور روشن ہیں ان کی محبت کرنا نہیں جانتے حالانکہ دراصل یہی حضرات محبت کے قابل ہیں۔ بقول عارف رومیؒ ؎

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ الا بہ مہر دل خوشاں

مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کی محبت کو جان کے اندر رکھ لو، جمالو اور خبردار! دل کسی کی محبت میں مت دینا مگر ان کو دل دینا جن کا دل اللہ والا ہونے سے اچھا دل ہوتا ہے۔

ایسے دل کو قرآن میں قلب سلیم سے پکارا گیا ہے۔ اِلَّا مَنْ اَتَی اللہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ الآیۃ۔ برعکس دنیا کے فانی حسینوں کے جن کا انجام یہ ہے کہ افسردہ گل کی طرح کل مرجھائے ہوئے ہوں گے، اور ان کے عاشق بھی ندامت سے افسردہ ہوں گے۔

احقر کے اشعار ؎

اُن کے عارض کی عارضی ہے بہار
پھول ان کے سدا بہار نہیں:

اپنے کچھ پُرانے اشعار بھی یاد آئے ؎

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

؎ یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

؎ تم نے دیکھا بگڑتی بہت صورتیں
اُن کی صورت بھی اک دن بگڑ جائے گی

اللہ تعالیٰ کی محبت کا اگر ذرّۂ غم مل جاتا تو بقول علامہ سید سلیمان ندویؒ کے یہ دل قیمتی ہو جاتا ۔

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے
محبت تو اے دل بڑی چیز ہے
یہ کیا کم ہے جو اس کی حسرت ملے

اس غمِ عشقِ حقیقی پر احقر کا شعر ؎

قلب جو غم سے ہمکنار نہیں
خارِ صحرا ہے گلعذار نہیں

محبت للہ اور فی اللہ کا ایک اور انعام عظیم روزِ محشر

اللہ تعالیٰ کے کسی بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھنے کا معمول صوفیاء میں سب سے زیادہ ہے کیونکہ یہ طبقہ اپنے اپنے شیخ سے اور مرشد سے صرف اللہ کے لئے اس قدر محبت رکھتا ہے کہ اس محبت کی روئے زمین پر مثال اور نظیر نہیں ملتی۔ ہمارے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحبؒ جب بھی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا نام لیتے یا ذکر فرماتے تو آنکھوں میں فرطِ محبت سے آنسو آجاتے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کانپور میں دورانِ تقریر فیضانِ مرشد کی کرامت کا مشاہدہ کر کے فرطِ محبت اور فرطِ تشکر سے لئے امداد اللہ کا نعرہ مارا اور پھر منبر پر خاص کیف کی حالت میں بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر سکوت طاری رہا۔ تمام مجمع کا عجیب عالم تھا ہمارے حضرت مرشدنا پھولپوریؒ بھی اس وعظ میں موجود تھے اور چشم دید نقشہ احقر کو بتایا۔

ایک مرتبہ ایک بیرسٹر نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا وعظ سُنا اور بہت متاثر ہو کر کہا ؎

تو مکمل از کمال کیستی　　　تو مجمل از جمال کیستی

حضرت والا نے فرمایا ؎

من مکمل از کمال حاجیم　　　من مجمل از جمال حاجیم

یہ رفاقت اللہ والوں کی جو دنیا میں ہے اسی کا انعام حشر میں یہ ملے گا کہ ان کو اللہ تعالیٰ جمع فرما دیں گے اگرچہ دونوں بہت دور دنیا

میں سکونت پذیر ہے ہوں۔

حدیث حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

لوان عبدین تحابا فی اللہ عزوجل واحدٌ فی المشرق وأخر فی المغرب لجمع اللہ بینھما یوم القیامۃ یقول ھذا الذی کنت تحبہ فیَّ۔

(مشکوٰۃ ۔ باب الحب فی اللہ ومن اللہ ص۴۲۵)

ترجمہ :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو بندے جو صرف اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اگر ایک مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا مغرب میں رہتا ہے (یعنی انتہائی دوری جس کو بُعد المشرقین والمغربین سے تعبیر کیا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ میدان محشر میں ان کو آپس میں ملادیں گے اور ان دونوں سے ارشاد فرمائیں گے یہ وہی بندہ ہے جس سے تو صرف میری رضا کے لئے محبت رکھتا تھا۔ (فیَّ ای لِاَجلی)

ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :۔

لجمع اللہ بینھما یوم القیامۃ : ای لشفاعۃ احدھما للأخر او فی الجنۃ علی سبیل المصاحبۃ والمزاورۃ والمجاورۃ، یقول : وھو ان یحتمل ان یقول علی لسان ملک او بغیر واسطۃ لکل واحد منھما۔ ھذا الذی کنت تحبہ فیَّ ای لاجلی ۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۲۵۹)

ترجمہ :۔ ان عاشقانِ حق کو میدانِ محشر میں حق تعالیٰ شانہٗ اس لیئے جمع فرمائیں گے تاکہ ایک دوسرے کی شفاعت کریں یا جنت میں ساتھ رہنے کی خواہش پوری ہو اور ملاقات اور قرب کے لئے پڑوس میں وہاں بھی رہیں۔

ع عاشقاں باہم دگر آمیختند (از معارف شمس تبریزی)

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی عاشقوں کو آپس میں ملا دیتے ہیں اور آخرت میں بھی۔

حضرت مرشدی پھولپوریؒ فرماتے تھے کہ اہل اللہ سے دنیا میں رفاقت کا ثمرہ جنت میں رفاقت کی صورت میں عطا ہوگا کہ یہی جزاء موافق عمل ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمایا جَزَآءً وِّفَاقًا اور فرمایا بابا فریدعطارؒ نے فرمایا کہ ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

جو شخص بدون رفیق اور رہبر اللہ تعالیٰ کی محبت کے راستے میں قدم رکھتا ہے اس کی تمام عمر بھی گذر جاوے مگر عشق حق کی حقیقت سے اس کی روح آشنا نہ ہوگی ۔ اس شعر کو حضرت نے پڑھ کر فرمایا کہ عام لوگ سمجھتے نہیں کہ یہ رفیق کا لفظ بابا فریدعطارؒ کہاں سے لائے ہیں، دراصل یہ لفظ اسی آیت قرآنی سے لیا ہے وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا یہ منعم علیہم بندے بڑے اچھے رفیق ہیں اور فرمایا کہ بظاہر تو یہ جملہ خبریہ ہے لیکن دراصل اس میں انشائیہ بھی پوشیدہ ہے وہ یہ کہ ان کو اپنا رفیق بنالو اور فرمایا کہ حَسُنَ کا لفظ

حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرماکر یہ بتادیا کہ ان اللہ والوں سے رفاقت میں جس قدر حسن رفاقت ہوگا اسی قدر نفع ان سے تام ہوگا۔

؎ اگر ہیں آپ صادق اپنے اقرار محبت میں
طلب خود کرلئے جائیں گے دربار محبت میں

(مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم)

احقر عرض کرتا ہے کہ عام حضرات کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پر عمل کرتے ہیں لیکن ان صادقین متقین کاملین کی صحبت سے نفع پورا نہیں پاسکے کیونکہ ان کی طرف سے صدق میں کمی تھی۔ حضرات صادقین تو قیامت تک حق تعالیٰ شانہٗ پیدا فرماتے رہیں گے اور ہر دور اور ہر صدی میں جماعت کی جماعت صادقین کا وجود اس آیت کے صدق کے لئے عقلاً ضروری ہے ورنہ یہ لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نے ہم کو صادقین کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم دیا اور صادقین کو دنیا سے اٹھالیا اور قرآن قیامت تک کے لئے نازل ہوا ہے لہذا تا ابد عاشقان حق کا دنیا میں وجود ضروری ہوا۔ البتہ ہماری طرف سے بھی ان صادقین کے پاس رہنے میں صدق ضروری ہو۔ یعنی یہ حضرات افادہ میں مخلص اور صادق ہوں اور ہم استفادہ میں مخلص اور صادق ہوں پھر نفع میں کوئی چیز مانع نہیں۔

؎ انہیں کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

؎ اُن سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

؎ مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

حضرت مرشدی شاہ عبدالغنیؒ فرمایا کرتے تھے کہ حکیم اختر! شیخ کامل متبع سنت و شریعت کے فیض سے اللہ تعالیٰ کا راستہ نہ صرف یہ کہ آسان ہوجاتا ہے بلکہ لذیذ تر بھی ہوجاتا ہے۔

چنانچہ خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے تھانہ بھون سے کیا پایا:

؎ آمدہ بودم بتوبت در بغل
از در فیضت مسلماں می رَوَم

؎ آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنادیا

؎ نقشِ بُتاں مٹا یا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنادیا

؎ مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

علامہ سید سلیمان ندویؒ جو پہلے تصوف کی طرف التفات بھی نہ کرتے تھے۔ چند روز حکیم الامت تھانویؒ کی مجلس تھانہ بھون کا لطف چکھنے کے بعد یوں بزبانِ حال و بزبان قال گویا ہوئے ؎

جانے کس انداز میں تقریر کی
پھر نہ پیدا شبہ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآن کا
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا

چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ
شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

سید صاحبؒ کے تدریس و درس و مدرسہ کے "چھوڑنے" سے اہل ظاہر کو اشکال نہ ہونا چاہئے کہ ترک سے مراد وہ ترک اکتفار اور قناعت ہے جو اصلاح باطن اور نسبت مع اللہ کے حصول سے غافل رکھے اور اہل اللہ کے پاس جو پندار علم جانے سے اور استفادہ سے مانع بن جائے اس پندار کا ترک مراد ہے۔ اور جب سید صاحبؒ نے ذکر شروع کیا تو وہ لطف آیا کہ بے ساختہ کہہ اُٹھے ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دور جام ہے

اور لطف نماز تہجد کے متعلق فرمایا ؎

وعدہ آنے کا شب آخر میں ہے
صبح سے ہی انتظار شام ہے

حدیث

ما احب عبد عبد اللہ الا اکرم ربہ عز و جل۔ رواہ احمد (مشکوٰۃ)

جو بندہ کسی بندے سے (اس کے اہل اللہ ہونے کے سبب) محبت کرتا ہے صرف اللہ کے لئے تو اس نے حق تعالیٰ کی عظمت اور جلالتِ شان کا اکرام کیا۔ یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ جو اُن کی نسبت ہے اس کا احترام کیا۔

✻

ایک ملفوظ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

از ملفوظات حسن العزیز ص ۱۵۴ (مطبوعہ ملتان)

فرمایا کہ میں نے ہمیشہ اللہ اللہ کرنے والوں کا ادب کیا ہے۔ گو ان سے کچھ لغزشیں بھی ہوتی ہوں حالانکہ میں صاحبِ فتویٰ ہوں مگر اہل اللہ پر فتویٰ کبھی جاری نہیں کیا۔ سب اہل اللہ سے میں نے دعا لی ہے۔

محبت للّٰہی اور فی اللّٰہی کا انعام

حدیث قدسی:

وجبت محبتی للمتحابین فیّ والمتجالسین فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ (مشکوٰۃ ص ۴۲۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ میری محبت ان بندوں کے لئے واجب ہو جاتی ہے جو آپس میں ہمارے لئے محبت رکھتے ہیں اور ہمارے لئے بیٹھتے ہیں اور ہمارے لئے ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اور ہمارے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فیّ سے مراد فی حبّی او سبیلی ہے اور وجبت سے مراد ثبتت او تحققت ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل

کرنے کے لئے بہترین راستہ اہل اللہ سے صرف اللہ کے لئے محبت کرنا ہے۔

سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا کہ اس دور میں اہل علم، علم نبوت تو حاصل کر لیتے ہیں اور نور نبوت اللہ والوں کے سینوں سے ان کی صحبتوں میں رہ کر نہیں حاصل کرتے اسی سبب سے اعمال اور اخلاق میں کوتاہیاں طاری رہتی ہیں اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ والوں کی محبت کا سوال اس طرح فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَ الْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ ۔

اس دعا میں تین محبتوں کا سوال ہے:۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی محبت

(۲) عاشقان حق کی محبت

(۳) اُن اعمال کی محبت جو محبت الٰہیہ سے قریب کرنے والے ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا کہ دنیا میں حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اس سے آسان اور لذیذ تر اور قریب تر راستہ کہ اہل اللہ سے محبت کی جائے میرے نزدیک اس حدیث کی روشنی میں نہیں ہے۔

اس مضمون کی تائید میں ملاحظہ ہو

ملفوظ حضرت حکیم الامت تھانویؒ (کمالات اشرفیہ صفحہ ۵۸ م ۲۵۲)

فرمایا کہ محبت حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں

کے پاس بیٹھنا شروع کردے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد

فی الفور بصورت طلا شد

ترجمہ :۔ جو لوہا کہ پارس پتھر سے مل گیا فی الفور سونا بن جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۷ ص ۲۵ اہل اللہ کی صحبت سے ذکر اللہ کی توفیق ہوجاتی ہے۔ جس طرح تسبیح ہاتھ میں رکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کو دیکھ کر بھی خدا یاد آتا ہے اور ذکر خواہ ناغہ سے ہو، بے لذت ہو اپنا کام دکھاتا ہے ایک دن ایسا اللہ نکلے گا کہ اسی وقت صاحب نسبت ہوجاؤ گے، اور واصل ہوجاؤ گے۔

یہاں تک کی تعبیرات احقر کی طرف سے حضرت والا کے دیگر ملفوظات سے پیش کی گئیں جو کمالات اشرفیہ میں موجود ہیں اب الفاظ وعبارت کی نقل ملاحظہ ہو جو صفحۂ مذکور پر ہے :

فرمایا کہ ذکر بے لذت پر بھی مداومت کرنے سے معیت حق کا انکشاف اور قلب کی صحت حاصل ہوجاتی ہے جس کے سامنے ساری لذتیں گرد ہیں۔

محبت للّٰہی اور فی للّٰہی کا ایک اور انعام

(اس محبت کی برکت سے بہت جلد آدمی دیندار ہو جاتا ہے)

حدیث :۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المرء علیٰ دین خلیلہٖ فلینظر احدکم من یخالل

(مشکوٰۃ ص ۴۲۷)

ترجمہ :۔ ہر شخص اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے پس چاہئے کہ جس کو خلیل بناؤ خوب دیکھ لو کہ کیسا ہے ؟

ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :۔

قولہ علیٰ دین خلیلہ ۔ ای غالبًا والخلۃ الحقیقۃ لا تتصور الا فی الموافقۃ الدینیۃ او الخلۃ الظاھرۃ قد تفضی الیٰ حصول ما غلب علیٰ خلیلہ من الخصلۃ الدینیۃ ۔ وقال الغزالیؒ مجالسۃ الحریص ومخالطتہ تحرک الحرص ومجالسۃ الزاھد ومخالطتہ تزھد فی الدنیا لان الطباع مجبولۃ علی التشبہ والاقتداء بل الطبع یسرق من الطبع من حیث لا یدری والخُلّۃ الصداقۃ والمحبۃ اللتی تخللت القلب فصارت خلالہ ای فی باطنہ ۔

(مرقاۃ ج ۹ ص ۲۵۷)

خلاصۂ ترجمہ حقیقی محبت اور خلہ صرف اہل اللہ میں پائی جاتی ہے ۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حریص دنیا کی صحبت اور میل جول حریصِ دنیا بنادیتی ہے اور دنیا کی محبت سے پاک بندے یعنی زاہدین کی صحبت زاہد بنادیتی ہے کیونکہ انسان کی طبیعت میں فطری طور پر تشبہ اور اقتداء اور نقل کا مادہ ہوتا ہے ۔ پس طبائع غیر شعوری طور پر دوسری طبائع سے اخلاق چرا لیتے ہیں ۔

خلۃ :۔ وہ محبت ہے جو قلب کے باطن میں داخل ہو جاوے ۔

محبّت للّہی اور فی اللّٰہی کا ایک اور انعام

(اس محبت کی برکت سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے)

حدیث: ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلاً زار اخاً لہ فی قریۃ اخریٰ فارسل اللہ لہ علیٰ مدرجتہٖ مَلَکاً قال این ترید قال اریدُ اخاً لی فی ھذہ القریۃ قال ھل لک علیہ من نعمۃ تربھا قال لا غیر انی احببتہٗ فی اللہ قال فانی رسول اللہ الیک بان اللہ قد احبک کما احببتہٗ فیہ ۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص نے ایک شخص کی دوسری بستی میں جا کر ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ نے راستے میں ایک فرشتہ مقرر فرمایا اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا میرا بھائی جو اس بستی میں رہتا ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ کیا وہ آدمی تیرا مملوک ہے یا تیری اولاد ہے یا ایسا شخص ہے جس کا خرچ تجھ پر لازم ہے یا اس پر شفقت تیرے ذمہ ہے؟ کہا نہیں! میں صرف اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت رکھتا ہوں۔ اس فرشتہ نے اس کو خوشخبری سنائی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول یعنی بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنا محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اس بندے سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کی۔

شرح مرقاۃ ج ۹ ص ۲۴۹

ھل لك علیه من نعمة تربھا : ای تقوم باصلاحھا داتما مھا ای ھل ھو مملوکك او ولدك او غیرھما من ھوفی نفقتك وشفقتك لتحسن الیه من رب فلان الضیعة ای اصلحھا واتمھا ۔

حصولِ حلاوۃِ ایمان کیلئے حدیث کا تیسرا جزو

ومن یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منه کما یکرہ ان یلقی فی النار ۔

یعنی جس شخص کو کفر کی طرف لوٹنا اس قدر ناگوار ہو جیسے کہ اس کو اگر آگ میں ڈالا جاوے تو اُسے ناگوار ہو اس آگ میں جانا ، ایسے شخص کو بھی حلاوت ایمان کی عطا ہوگی ۔

ملا علی قاریؒ مرقاۃ ج ۹ ص ۷۶ پر اس حدیث کی شرح کے ذیل میں فرماتے ہیں :۔

وفیه ایماء الی القول السادۃ الصوفیة الحجاب اشد من العذاب ۔

اس جُزء میں اشارہ ہے صوفیائے کرام کے اس قول کی طرف کہ حجاب اشد ہے عذاب سے ۔

اس حدیث کے جزء اول اور جزء ثانی میں فضائل سے تحلّی ہے

اور اس تیسرے جزء میں رذائل سے تخلی ہے۔

حصول حلاوۃ ایمانی کیلئے ایک اور خاص عمل

(بدنظری یعنی بدنگاہی سے بچنے پر بھی اس انعام کا وعدہ ہے)

حدیث قدسی:

عن ابن مسعودؓ اِنّ النظر سہم من سہام ابلیس مسموم من ترکہا مَخَافَتِی اَبْدَلْتُہٗ ایماناً یجد حلاوتہ فی قلبہ (طبرانی - ابن کثیر)

(کنز العمال ص ۳۲۸ ج ۵)

ترجمہ:- نگاہِ بد ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر بجھا ہوا تیر ہے، جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اُسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

حدیث قدسی کی تعریف

حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس کا مفہوم پیغمبر کے دل پر بذریعہ الہام یا خواب یا بواسطۂ فرشتہ القاء کیا جاتا ہے پھر نبی اس کو اپنے الفاظ سے تعبیر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے بیان کرتا ہے اور قرآن پاک کا ہر لفظ معین جبریل علیہ السلام کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:-

الفرق بین الحدیث القدسی والقرآن ان الاول

يكون بالالهام او منام او بواسطة ملك بالمعنى فيعبره بلفظه وينسبه الى ربه والثانى لايكون الا بانزال جبريل باللفظ المعين. (مرقات ج ۱ ص ۹۵)

نگاہ بچانے میں چونکہ مجاہدہ شدید ہوتا ہے اس لئے اس پر اجر اور مشاہدہ بھی عظیم ہے اور یہ مجاہدہ ایک دن کا نہیں تمام عمر کا ہے۔

ہائے جس دل نے پیا خون تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلمان ہونگے

علامہ ابن قیم جوزیؒ نے لکھا ہے کہ جس نے اپنی بصارت کو خدا کے خوف سے حرام جگہوں سے بچایا اس کو اس کے بدلے میں بصیرت (باطنی روشنی) دے دی جاتی ہے۔

حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بدنگاہی کا ارتکاب کرتا ہے اس کو ذکر کی حلاوت سے محروم کر دیا جاتا ہے تاوقتیکہ توبہ نہ کرے

احقر عرض کرتا ہے کہ جب نگاہ کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے، تو نگاہ کی حفاظت نہ کرنے پر حلاوت حاصل شدہ چھین جانے کا خطرہ ظاہر ہے۔

احقر نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ ہم لوگ نگاہ کی حفاظت سے حضرت سلطان ابراہیم بن ادہمؒ کا مقام یعنی حق تعالیٰ کی راہ میں سلطنت بلخ لٹانے کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں اگرچہ ہم سلطان نہیں اور نہ سلطنت لٹانے کے لئے سلطنت کے مالک ہیں۔ ایک صاحب نے دریافت کیا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا اگر اچانک کسی ایسے حسین پر نظر پڑ جاوے جس کو آپ سلطنت بلخ دے کر بھی حاصل کرنا ارزاں سمجھتے ہوں اُس وقت خدا کے خوف سے تعلق نہ قائم کیجئے اور نہ دیکھئے بس آپ نے

گویا سلطنت بلخ کا متبادل خدا کے نام پر لٹا دیا۔

حضرت اصغر گونڈویؒ فرماتے ہیں ؎

ہم نے لیا ہے درد دل کھو کے بہار زندگی
اک گل تر کے واسطے ہم نے چمن لٹا دیا

درحقیقت ان حسینوں کو دیکھنے سے جو عارضی لذت حاصل ہوتی ہے وہ ان کی یاد میں جلنے اور تڑپنے اور نیند حرام ہو جانے نیز صحت جسمانی اور روحانی کے تباہ ہو جانے سے کہیں مہنگی پڑتی ہے۔

ان سے جو اٹھانی پڑی ہے ہم کو مصیبت
ہم جانتے تو ہرگز انہیں پیار نہ کرتے

اس کے بعد جو رسوائیاں اور ذلتوں کے چرچے اس حسن پرستی پر ان کے عاشقوں کو سننے پڑتے ہیں وہ الگ عذاب ہوتا ہے۔

جو پہلے دن ہی سے دل کا نہ ہم کہا کرتے
تو اب یہ لوگوں سے باتیں نہ ہم سنا کرتے

بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ صرف دیکھ لینے یا اُن کا معانقہ کرنے سے یا صرف لبوں سے اُن کا بوسہ لینے سے کیا ہوتا ہے گناہ نہ کریں گے۔ اس نادانی کے متعلق ایسے نادانوں کی خدمت میں صرف اتنا ہی عرض ہے

؎ میرے لب اور ان کے رُخ پر انتہا ہوتی نہیں
بے ہوئے رسوائی ختم مُدعا ہوتی نہیں

یعنی نفس کے یہ ابتدائی منازل کشاں کشاں انتہائی منزل تک ضرور پہنچا دیتے ہیں۔ ایک گناہ سے دوسرے گناہ کی زوردار خواہش اور کشش پیدا ہوتی ہے۔

یہاں پر ــــــــــــــــ

حضرت حکیم الامت تھانوی رح کے چند ارشادات

نقل کرتا ہوں جس سے ہر گناہ سے بچنا آسان ہے اور خاص کر بدنگاہی کے گناہ سے ــــــــــــــــ

ملفوظ ۱ فرمایا کہ شیطان کے گمراہ کرنے کے لئے دوسرا شیطان نہیں آیا تھا بلکہ یہی نفس تھا جس نے اس کو ابلیس بنایا ورنہ اس کا نام عزازیل تھا پس نفس کا مغلوب کرنا کفار کے مغلوب کرنے سے اہم ہے۔ اسی واسطے مجاہدۂ نفس کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۵)

ملفوظ ۲ فرمایا؛ یاد رکھو! خدا کی نافرمانی کے ساتھ مشاہدۂ جمال حق کبھی نہیں ہو سکتا۔ دل اور روح کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب نفس کو شہوت و لذت کی حرام جگہ سے روکا جائے۔ (〃 ص ۴۵)

ملفوظ ۳ فرمایا؛ جس قدر نافرمانی ہوتی جاتی ہے حق سبحانہٗ سے تعلق بندہ کا گھٹتا چلا جاتا ہے اور اس دوسرے ضرر کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر گناہوں پر عقوبت اور سزا کا اندیشہ نہ بھی ہوتا تب بھی گناہ نہ کرنا چاہیئے۔ (〃 ص ۵۳)

ملفوظ ۴ فرمایا؛ معصیت سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ادل ہمت خود کرے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے ہمت طلب کرے اور خاصانِ خدا سے بھی دعا کرائے۔

انشاء اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے کی ضرور ہمت ہوگی۔

صاحبو! کامیابی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ایک اپنی ہمت دوسرے بزرگوں کی دعاء۔ ان دونوں پہیوں سے گاڑی کو چلاؤ۔ ایک پہیہ کافی نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص۵۶)

ملفوظ ۵ فرمایا کہ تقاضائے معصیت پر عمل کر لینے کے بعد جو ایک قسم کا سکون محسوس ہوتا ہے ہرگز قابل قدر نہیں کیونکہ یہ کیفیت ہے عمل نہیں۔ اور کیفیت موجب قرب نہیں بلکہ عمل باعث قرب ہے۔ (؍ ص ۵۷)

ملفوظ ۶ فرمایا کہ طاعات کے ساتھ تقاضائے معصیت موجب قرب ہے اور معصیت کے ساتھ عدمِ تقاضہ موجب قرب نہیں ہوسکتا بلکہ ارتکاب سے پہلے جو اس تقاضہ کی وہ مخالفت کرتا تھا۔ یہ مقاومت (مقابلہ) اور مجاہدہ کی ایک فرد تھی جو موجب قرب ہے۔ (؍ ص ۵۷)

ملفوظ ۷ فرمایا کہ درحقیقت یہ شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ گناہ کر لینے سے تقاضا کم ہوجائے گا۔ کیونکہ ارتکاب معصیت سے فی الحال کچھ دیر کو تقاضا کم ہوجائے گا مگر اس کا اثر یہ ہوگا کہ آئندہ مادۂ معصیت قوی ہوجاوے گا اور ازالہ قدرت سے باہر ہوجائے گا۔ (یعنی گناہ کرنے سے وقتی سکون ہوگا لیکن کچھ دیر بعد پہلے سے بھی شدید تقاضا ہوگا اور بار بار گناہ سے یہ تقاضا روز بروز اتنا بڑھتا جاوے گا کہ گناہ چھوڑنا مشکل ہوجاوے گا)

(؍ ص ۵۷)

ملفوظ ۸۰ فرمایا کہ گناہوں کی آگ خدائی آگ ہے جس کی خاصیت یہ ہے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ ۔ یہ اللہ کی آگ ہے روشن کی ہوئی کہ دلوں تک اپنا اثر داخل کردے گی۔ اس کا اصل محل قلب ہے اور دعوٰی سے کہا جا سکتا ہے کہ گنہگار کا دل بے چین رہتا ہے۔ اس کو راحت وچین نصیب نہیں ہوتا۔ گناہ سے دل ضعیف اور کمزور ہوجاتا ہے جس کا تجربہ نزول حوادث کے وقت (یعنی مصیبتوں کے نزول میں) ہوتا ہے کہ متقی اُس وقت مستقل مزاج ہوتا ہے اور گنہگار حواس باختہ ہوجاتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص۵۵)

احقر عرض کرتا ہے، گنہگار کو نہ موت آتی ہے نہ حیات سُکھ کی پاتا ہے لَا یَمُوْتُ فِیْہَا وَلَا یَحْیٰی کی زندگی جو دوزخیوں کی ہوتی ہے وہی دنیا ہی میں اس کی ہوجاتی ہے۔ اعمال دوزخ سے زندگی کا دوزخی کے مثل بننا اور اعمال جنت سے دنیا ہی میں زندگی کا پُرسکون ہونا یعنی مثل جنتی کے ہونا عقلاً اور تجربۃً مسلم ہے۔

حضرت برتاب گڈھی فرماتے ہیں ؎

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

احقر کا ایک شعر ؎

نہ نکلی نہ اندر رہی جانِ عاشق
عجب کشمکش میں رہی جانِ عاشق

اور نص قطعی سے قرآن میں اس بات کا اعلان فرمادیا گیا ہے کہ

نیک بندوں کو حیٰوۃ طیبۃ (بالطف زندگی) عطا ہوتی ہے اور نافرمانوں کو معیشۃً ضَنکاً (تلخ زندگی) ملتی ہے۔

ملفوظ ۹ فرمایا کہ مسلمان کو گناہ کرتے وقت خدائے تعالیٰ کا خوف ضرور ہوتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ یہ خیال ساری لذت کو مکدر کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان کو گناہ میں پوری لذت نہیں مل سکتی۔

احقر عرض کرتا ہے بالخصوص وہ مسلمان جو نیک صحبتوں میں رہتے ہیں اور اہل اللہ کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں۔ ان کی مجالس میں ان کی روحانی باتیں سنتے ہیں اور کچھ اللہ اللہ کرنے کی توفیق بھی ہو جاتی ہے، جن کو اصطلاح میں سالکین سے تعبیر کیا جاتا ہے، ایسے حضرات سے اگر کبھی گناہ ہو جاتا ہے تو اُن کو بہت ہی بے چینی اور سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ جس گھر میں روشنی پہلے سے ہو پھر اندھیرا اچانک بجلی فیل ہونے سے ہو جاوے تو گھر والے گھبرا جاتے ہیں اور جس گھر میں پہلے ہی سے اندھیرا ہو اُن کو اندھیروں سے کیا گھبراہٹ ہوگی۔ وہ تو مثل چمگادڑ اندھیروں سے مانوس ہو گئے ہیں اور روشنی ہی سے نفور اور دور ہو چکے ہیں۔ مولانا رومیؒ نے اسی کو فرمایا ہے ؎

بر دلے سالک ہزاراں غم بُوَد
گر ز باغ او خلالے کم بُوَد

سالک کے دل پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں اگر اس کے باغِ دل

سے ایک خلال (یعنی تنکا) بھی کم ہوتا ہے اور جن کا دل خدا کی غفلت سے ویران ہے ان کو کیا محسوس ہوگا؟

ملفوظ ۱۰۰ عشق مجازی کے متعلق فرمایا کہ یہ سخت ابتلاء کی چیز ہے۔ اس سے بہت بچنا چاہیئے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں خود مجھ کو اپنا اعتبار نہیں اور چونکہ میں خود کوئی چیز نہیں اس لئے میری حیثیت سے یہ بے اعتمادی کوئی ایسی اہم نہیں۔ لیکن جو شخص مجھ کو بڑا سمجھتا ہے اور مجھ سے عقیدت رکھتا ہے اس کے لئے یہ عبرت کی بات ہے کہ جس کو ہم بڑا سمجھتے ہیں جب اس کی یہ حالت ہے تو بہت ہی احتیاط رکھنا چاہیئے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۱۸۵)

ملفوظ ۱۰۱ فرمایا کہ عشق حسین لڑکوں کا حرام ہے اور اس کی تاریکی عورتوں کے عشق سے بھی شدید ہے۔ گو دونوں حرام ہیں لیکن امردوں (لڑکوں) کا عشق حرام در حرام ہے اور گو در گو ہے۔ کیونکہ حلت کا وہاں گذر ہی نہیں۔ عورتیں تو فی نفسہٖ محل حلت تو ہیں گو عارض کے سبب وہ حلت ثابت نہیں (یعنی عورت کا شوہر مرجاوے تو اس سے نکاح کرلیا جاوے، لیکن امرد سے تو کبھی بھی یہ تعلق جائز نہ ہوگا)

علامہ شامی کی تحقیق ج ۱ ص ۳۰۰

حسین امرد کا حکم مثل عورت کے ہے۔

اَمْرَد :۔ ھوالشاب الذی طرّ شاربہ ولم تنبت لحیتہ قال فی الملتقط اذا بلغ مبلغ الرجل ولم یکن صبیحًا

فحکمه حکم الرجال وان کان صبیحاً فحکمه حکم النساء وهو عورة من قرنه الی قدمه ۔

ترجمہ :۔ وہ لڑکا جس کے ڈاڑھی مونچھ نہ ہو اگرچہ بالغ ہوگیا ہو اور خوبصورت ہو تو اس کا حکم مثل عورت کے ہے یعنی سر سے پیر تک اس کا دیکھنا حرام ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ یہ شہوت سے دیکھنا ہو ۔

اجمعوا علی انه یحرم النظر الی غیر الملتحی بقصد التلذذ بالنظر وتمتع البصر بمحاسنه ۔

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں : لیکن اگر ڈاڑھی تھوڑی تھوڑی ہو اور کسی کو اس کے دیکھنے میں شہوت اور میلان نفس محسوس ہو تو اس کا دیکھنا بھی حرام ہوگا ۔ بلکہ بعض فاسقوں کو ایسے لوگوں کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے ۔

اقول وهذا شامل لمن نبت عذاره بل بعض الفسقة یفضله علی الامرد خالی العذار ۔

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی طرف بدنظری شدید گناہ ہے لیکن اَمْرَدوں کی طرف نظر شہوت اشد گناہ ہے ۔

ان حرمة النظر الیه بشهوة اعظم اثماً لان خشیة الفتنة به اعظم منها ولانه لا یحل بحال بخلاف المرأة (ج ۱ ص ۳۰۰)

لیکن اگر شہوت اور میلان نفس نہ ہو تو خلوت اور نظر میں کوئی مضائقہ نہیں

واما الخلوة والنظر الیه لا عن شهوة لا بأس به ولهذا لم یؤمر بالنقاب

مرقاۃ ج ٦ ص ١٩٦ ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ، مرقاۃ میں فرمایا ہے کہ :۔

وکذلک یحرم النظر الی الامرد اذا کان حسن الصورۃ أمن من الفتنۃ ام لا ھذا ھو المذھب الصحیح المختار ۔

ترجمہ :۔ حسین امرد کو دیکھنا حرام ہے خواہ فتنے سے مامون اور محفوظ ہی کیوں نہ ہو ۔

لانہ فی معنی العورۃ فانہ یشتھی وصورتہ فی الجمال کصورۃ المرأۃ بل ربما کان کثیر منھم احسن صورۃ من کثیر من النساء بل ھم بالتحریم اولی لما یتمکن فی حقھم من طرق الشر مالا یتمکن من مثلہ فی حق المرأۃ اھ

ترجمہ :۔ کیونکہ امرد معنوی طور پر عورت ہے کہ وہ محل شہوت ہے ۔ اور اس کی صورت جمال میں مثل عورت کے ہے بلکہ اکثر امارد حسن میں اکثر عورتوں سے اشد اور احسن ہیں ۔ بلکہ امارد کی حرمت عورتوں کی حرمت سے شدید تر ہے ۔ کیونکہ امارد تک رسائی کے برائے شہوت بہت طریقے ہیں برعکس عورتوں تک رسائی کے کہ وہاں موانع زیادہ ہیں ۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

لیکن فیصلہ جمہور اُمت کا یہ ہے کہ انہ انما یحرم النظر اذا کان علی وجہ الشھوۃ یعنی حسین امارد کو دیکھنے کی حرمت مشروط ہے جبکہ دیکھنا شہوت سے ہو ۔

علامہ نوویؒ شارح مسلم کا ارشاد

ملا علی قاریؒ علامہ نوویؒ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

قال النووی وینبغی ان یحترز عن مصافحۃ الامرد الحسن الوجہ فان النظر الیہ حرام واصحابنا کل من حرم النظر الیہ حرم مسہ اشد فانہ یحل النظر الی الاجنبیۃ اذا اراد ان یتزوجہا وفی حال البیع والشراء ونحو ذلک ولا یجوز مسہا فی شیء من ذلک۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۷۴، باب المصافحۃ)

ترجمہ: حسین امرد سے مصافحہ سے بھی احتراز چاہئے کیونکہ جب اُن کی طرف نظر حرام ہے تو مصافحہ بدرجۂ اولیٰ قابل احتراز ہے۔ (کہ مَس اشد ہے نظر سے)

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ ہر وہ کہ جس کو دیکھنا حرام ہوگا اس کا چھونا اشد حرام ہوگا۔ پس تحقیق کہ اجنبیہ کو بوقت نکاح دیکھنا جائز ہے اور اسی طرح بیع و شرا کے وقت اور مثل اس کے (اور بعض مواقع میں) لیکن مَس یعنی چھونا ان مواقع پر بھی جائز نہیں۔

حکایت ایک صاحب نے کہا کہ ایک صورت سے بڑا مجاہدہ کرنا پڑا تھا لیکن چند دن بعد اُن کی توند نکل آئی اور جسم بے ہنگم ہوگیا اور سارا عشق ٹھنڈا پڑ گیا۔ احقر نے عرض کیا ان فانی محبتوں کا یہی انجام حسرت و ندامت ہوتا ہے اور فی البدیہہ شعر ہوا

اس کو بے ہنگم جو دیکھا سرد تھا ہنگام عشق\
سرنگوں سر در گریباں تھا مرا انجام عشق

حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرماتے تھے کہ جو محبت شہوت اور نفس کے لئے ہوتی ہے اس کا انجام ہمیشہ عداوت اور نفرت ہوتا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ رات دن اس کے تجربات لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں۔ چند ہی دن میں ڈاڑھی مونچھ آجانے پر صورتیں کیسی ہو جاتی ہیں اور عشق کے [illegible] ٹھنڈے ہو جاتے ہیں ؎

آنکھ ہے وہی آنکھ لیک شرمندہ
دل وہی دل ہے لیک نادم ہے

؎ میر اُس دن جنازۂ الفت کا
اپنے ہاتھوں سے دفن کردو گے

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر
باشد ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر

عشق مجازی کے سارے ہنگامے کچھ ہی دن میں صورتوں کے بدل جانے سے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی محبت کا بازار ہمیشہ گرم تر رہتا ہے مرجھانے والے پھولوں سے دل لگانے والوں کو ایک دن ضرور مرجھانا پڑتا ہے اور عاشقانِ حق کا کیا مقام ہے کہ اُن کا عشق روز بروز بڑھتا ہی رہتا ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ

حق تعالیٰ کی ہر دن ایک نئی شان ہوتی ہے اس وجہ سے ان سے

محبت رکھنے والوں کی شان بھی ہر دن ایک نئی شان ہوتی ہے۔ جس کو یقین نہ آئے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کے دیکھ لے اور بدنظری عشق مجازی کے عذاب اور دل کی پریشانی ان کی صحبت سے سکون اور محبت حق سے بدل جائے گی ورنہ سوچ لو

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

حفاظت نظر سے متعلق علامہ آلوسیؒ کا ارشاد

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا جو حکم دیا ہے اس کے متعلق خود فرمایا کہ

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۔ ای اطھر من دنس الریبۃ او انفع من حیث الدین والدنیا فان النظر یرید الزنا وفیہ من المضار الدینیۃ والدنیویۃ مالا یخفیٰ وافعل للمبالغۃ دون التفضیل۔ (روح المعانی پ۱۸ ص ۱۳۹)

تشریح و ترجمہ آنکھوں کی حفاظت کا جو حکم نازل ہوا یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ مومنین کاملین اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ آگے فرمایا وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ای عما لا یحل من الزنا واللواطۃ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اعمال حرام زنا اور لواطت سے۔ اس کے آگے ارشاد ہوا:

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ

یہ عمل پاک رکھنے والا ہے ان کو ان بے حیائی کے کاموں سے

جو شرمگاہ کے متعلق ہیں اور شک وشبہ اور بدگمانی تہمت اور بے چینی بے کلی کی گندگیوں سے بچانے والا ہے اور دین اور دنیا دونوں کے لئے نافع ہے۔ کیونکہ نظر زنا کا ڈاکخانہ (صندوق البرید) ہے اس کے اندر دین اور دنیا کے مصائب اس قدر ہیں جو مخفی نہیں اور صیغہ اَزکیٰ مبالغہ کے لئے ہے تفضیل کے لئے نہیں ہے۔

ارشاد حضرت مجددِ الف ثانیؒ (ج ۲ مکتوب ۴۱)

جاننا چاہیئے کہ دل آنکھ کے تابع ہے تا وقتیکہ آنکھ محرمات سے بند نہیں رکھی جائے گی دل کی حفاظت مشکل ہے۔ جب دل گرفتار ہوتا ہے تو شرمگاہ کی حفاظت سخت دشوار ہوجاتی ہے، پس آنکھ کا محرمات سے بند رکھنا ضروری ہوا تاکہ حفاظت شرمگاہ میسّر آجائے اور خسارت دینی اور دنیوی تک بات نہ پہنچے۔

امردوں کی طرف نظر کرنا اور شہوت کے ساتھ ان کو چھونا حرام ہے۔

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا نامحرم عورتوں کی طرف دیکھنا ہے اور ہاتھوں کا زنا نامحرموں کا ہاتھوں سے پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا نامحرم کی طرف چلنا ہے۔

چند آخری کلمات

آخر میں رسالہ "جزاء الاعمال" مصنفہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علیؒ سے ایک بڑے ہی کام کا ملفوظ نقل کرتا ہوں۔

غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا خواہ اُس کو دیکھنا یا

اس سے دل خوش کرنے کے لئے ہم کلام ہونا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسند طبع کے مطابق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا۔

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطۂ تحریر سے خارج ہیں انشاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں ضمناً اس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا ارادہ ہے۔

(انتہی کلامہٗ)

فائدہ نگاہ بد اور گناہ سے بچنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت، اُن سے دعائیں کرانا اور اُن کے مشورہ سے ذکر اللہ کا اہتمام نہایت اکسیر اور مجرب ہے۔ البتہ جو لوگ ذکر میں لطف نہ آنے سے ذکر چھوڑ دیتے ہیں اُن کے لئے حضرت والا تھانویؒ کا ایک ملفوظ پیش کرتا ہوں۔

ملفوظ ۱۱ ءکمالات اشرفیہ ص ۳۹ فرمایا کہ ذکر بے لذت پر مداومت کرنے سے معیت حق کا انکشاف اور قلب کی صحت حاصل ہو جاتی ہے جس کے سامنے ساری لذتیں گرد ہیں (پس ذکر کو مقصود بنائیے۔ کیفیت جو غیر مقصود ہے اس کا انتظار نہ کریں۔ ورنہ ذکر کی محرومی سے گناہ سے بچنا مشکل ہو جاوے گا)

کتابت : حسین احمد نجیب عفا اللہ عنہ

جادوئے بنگال

احقر کی ایک نظم جو ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ڈھاکہ میں ہوئی جس کو ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے بہت پسند فرمایا۔

کیسی ظالم ہے تقریر ؛ کیسی ظاہر ہے تحریر
یہ ہے نالۂ شبگیر ؛ یہ ہے آہوں کی تاثیر
سب کو مارے ہے بے تیر
میرا خواجہ میرا پیر

لایا سینے میں وہ دل ؛ دل ہے درد کا حامل
درد دل ہے درد دل ؛ اس کو مت کہہ آب و گل
تو بھی جا کے اس سے مل
دیکھو کیسا ہے بسمل

اس کا عشق معتبر ؛ اس کی آہوں میں اثر
بجلی گرتی ہے دل پر ؛ جب وہ ڈالے ہے نظر
یہ ہے برق یا شرر
جو ہے بات پر اثر

سب کو خالق سے آگاہ ؛ اس نے کر دیا ناگاہ
کرتا ہے وہ آہ آہ ؛ میرا خواجہ میرا شاہ
ہے سراپا ، یا اللہ
چلتی پھرتی خانقاہ

کیسی شیریں ہے گفتار ؛ کیسی مست ہے رفتار
سارا شہر ہے بیمار ؛ اس کے درد کا اے یار
میرا خواجۂ ابرار
ہے وہ حامل اسرار

جام و مینا و سبو ؛ اس کا میکدۂ ہو
ہر دم حق کی جستجو ؛ جو بہ جو، کو بہ کو
دیکھو ہر طرف ہر سو
اس کا حق اس کا ہو

اس کا جام ہے لبریز ؛ اس کا شہر ہے تبریز
میرا ساقیا برخیز ؛ مئے معرفت برریز
میرا درد بانگیز
میرا شمس دیں تبریز

تھا جو خار ہے گلریز ؛ ملاّ زاہد ہے مے ریز
زمین سخت شرانگیز ؛ تیری صحبت ہے زرخیز
پلادے جام مئے تیز
رومی آیا ہے تبریز

تجھ سے میری ہے فریاد ؛ میرے دل کو کردے شاد
تیرے بن دلِ ناشاد ؛ کیسے ہو اللہ آباد
آجا میرے اے مراد
دل کو کر مراد آباد

پیش شیخ باکمال ٭ کردو نفس کو پامال
چھوڑو اپنا قیل وقال ٭ بنو اب مرد صاحب حال
مبارک اے زبان حال
تو بھی ہے جادوئے بنگال

نعت شریف

از حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم

جب زبان پر محمد کا نام آگیا
دوستو زندگی کا پیام آگیا
آگیا انبیاء کا امام آگیا
لے کے فیضان دارالسلام آگیا
پاگیا پاگیا حاصلِ زندگی
در پہ آقا کے جب دم غلام آگیا
دور ظلمت ہوئی دل منور ہوا
جب مدینہ میں ماہِ تمام آگیا
آپؐ کی مدح انسان کیا کر سکے
عرش سے جب درود و سلام آگیا
قلب شاداں ہوا روح رقصاں ہوئی
لب پہ احمد کا شیریں کلام آگیا

بیوی کے حقوق



حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی

بیوی کے حقوق

احقر راقم الحروف محمد اختر عرض کرتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے حقوق کا علم نہ ہونے سے اکثر گھرانے پر لطف زندگی سے محروم ہیں۔ اس لئے چند ملفوظات حضرت اقدس مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ پیش کرنے سے قبل عورت کی تخلیق اور فطرت پر چند سطور تحریر کرتا ہوں۔

تاریخ تخلیق عورت

حضرت علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی جز ۴ صفحہ ۲۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

عن ابن مسعود وابن عباس وناس من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان اللہ تعالیٰ لما اخرج ابلیس من الجنة واسکنہا آدم بقی فیہا وحدہٗ وما کان معہ من یستأنس بہ فالقی اللہ تعالیٰ علیہ النوم ثم اخذ ضلعا من جانبہ الایسر وضع مکانہ لحماً وخلق حواءً منہ فلما استیقظ وجدھا عند رأسہ قاعدة فسألہا من انت؟ قالت امرأة قال لما خلقت قالت لتسکن الیّ۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس کو جنت سے نکالا اور آدم علیہ السلام کو جنت میں مقیم فرمایا تو آدم علیہ السلام تنہا رہ گئے اور

کوئی نہ تھا جس سے دل بہلاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری فرادی پھر بائیں طرف کی پسلی نکالی اور اس کی جگہ پر گوشت رکھا اور حوا علیہما السلام کو خلق فرمایا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو دیکھا سرہانے ایک بڑی بی بیٹھی ہیں دریافت فرمایا کون؟ کہا عورت۔ فرمایا کیوں پیدا کی گئی؟ کہا تاکہ آپ مجھ سے سکون اور اُنس حاصل کریں۔

اس کے بعد ملائکہ نے دریافت کیا حضرت آدم علیہ السلام سے آپ کے علم کا اندازہ کرنے کے لئے کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ عورت ہے سوال کیا کہ ان کا نام عورت کیوں ہے؟ فرمایا کیونکہ یہ خلقت من المراء یہ تو جھگڑے اور اعتراض کے مادہ سے پیدا ہوئی ہے۔ پھر دریافت کیا ما اسمہا ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا حوا، قالوا لم سمیت حواء دریافت کیا کیوں ان کا نام حوا ہے؟ فرمایا لانہا خلقت من الحی کیونکہ یہ پیدا کی گئی ہے زندہ سے۔

تفسیر روح المعانی

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (ترجمہ) انسان ضعیف پیدا کیا گیا۔

علامہ آلوسیؒ تفسیر فرماتے ہیں خلق الانسان ضعیفا ای فی امر النساء لا یصبر عنھن (قالہ طاؤس) یعنی عورتوں کے بارے میں انسان کمزور ہے ان کے معاملات میں صبر نہیں کر پاتا۔

حدیث

وفی الخبر لا خیر فی النساء ولا یصبر عنھن یغلبن کریما ویغلبھن لئیم ؎ فاحب ان اکون کریما مغلوبا

؎ اسی نوع کی روایت حاشیہ طحطاوی صہ ۲۰۱ پر ان الفاظ میں ہے۔

یغلبن الکرام ویغلبہن اللئام

ولا أحبُّ ان اكون لئيماً غالبًا۔

(روح المعانی پ۵ ص۱۴)

ترجمہ روایت ہے کہ نہیں ہے خیر عورتوں میں علی الاطلاق (یعنی کچھ نہ کچھ ان میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جن پر مجاہدہ اور صبر کرنا پڑتا ہے) اور نہ اُن سے صبر کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ان کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ غالب ہوجاتی ہیں یہ عورتیں کریم مردوں پر (یعنی شریف اور اچھے اخلاق والے مردوں پر) اور غالب ہوجاتا ہے ان پر مغلوب الغضب بداخلاق اور کمینہ۔ پس میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں اگرچہ مغلوب رہوں اور نہیں محبوب رکھتا اس بات کو کہ اپنے اخلاق کو خراب کرکے اُن پر غالب ہوجاؤں اور لئیم ہوجاؤں۔

(روح المعانی پ۵ ص۱۴)

عورت مثل ٹیڑھی پسلی ہے

بخاری شریف کی حدیث باب المداراة مع النساء ج ۲ ص ۷۷۹

عن ابی هريرةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المرأة كالضلع ان اقمتها كسرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفيها عوج۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے اگر

اس ٹیڑھی پسلی سے نفع اٹھاتے ہو تو اس سے اسی حالت میں نفع اٹھالو اور اگر اس کو سیدھا کردگے ٹوٹ جاوے گی۔ اس کے اندر تو فطری ٹیڑھا پن ہے۔

فائدہ مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی وہ اخلاقی کجی جو ہمارے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اس میں صبر۔ حلم۔ کرم اور عفو سے کام لیں اور نرمی سے سمجھا بھی سکتے ہیں۔ البتہ دین کی مخالفت پر نرمی نہ برتی جائے گی۔ دقتی معاملات اور امور دین کے اندر کس قدر سختی ہو مقامی اہل علم اور فہم دین رکھنے والے بزرگوں سے مشورہ کرلیا جاوے۔

باب المداراۃ مع النساء کی شرح

از فتح الباری ج ۹ صـ ۲۵۲ قوله باب المداراة هو بغير همز بمعنى المجاملة والملاينة

واما بالهمز فمعناه المدافعة وليس مراداً هنا

ترجمہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مدارات مفہوم اہلیہ کے ساتھ سلوک میں جمال اور حسن اخلاق اور نرمی کرنا ہے اور یہ مفہوم مدارات بدون ہمزہ کے ہے ورنہ ہمزہ کے ساتھ مفہوم مدافعت ہے جو یہاں مراد نہیں۔

اور ایک روایت امام مسلم کی تخریج سے بیان فرماتے ہیں:

ان المرأة خلقت من ضلع لن تستقيم لك على طريقة

عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے ہرگز تم اپنی منشا اور مرضی کے مطابق کسی طرح سے بھی سیدھی نہیں کرسکتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے خلقت المرأۃ من ضلع فان تقمہا تکسرہا فدارہا تعش بہا۔

عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے پس اگر تم سیدھی کرو گے توڑ دو گے پس مدارات کرو یعنی حسن سلوک کرو اور زندگی اسی طرح گذار لو۔

دیگر احادیث مُبارکہ

حدیث نمبر ۱ استوصوا بالنساء خیراً فان المرأۃ خلقت من ضلع اعوج الخ (جمع الفوائد صفحہ ۲۰۲)

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو حضرت ابو ہریرۃؓ نے مرفوعاً روایت فرمایا ہے کہ لوگو! وصیت کرو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی پس تحقیق کہ عورت کو پیدا کیا گیا ہے ٹیڑھی پسلی سے اور اسی روایت میں ہے کہ اگر ٹیڑھی پسلی کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے۔

حدیث نمبر ۲ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے پاس تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے تشریف لاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے اور آج ہم لوگوں کا معمول یہ ہے کہ باہر دوستوں میں خوب ہنسیں گے مسکرائیں گے اور گھر میں داخل ہوتے ہی تقدس مآب زنگ بایزید بسطامی بنے ہوئے نہایت متانت اور سنجیدگی کا چہرہ بر نشان لئے ہوئے جیسے کوئی حاکم فوجی اپنے ماتحتوں سے گارڈ آف آنر لینے کو بادقار آرہا ہو۔

حدیث نمبر ۳ عورت سے خدمات بھی اس کی طاقت اور صحت کے انداز سے

سے لینا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۴ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے زبان جانوروں کے بارے میں۔ جب سواری کرو تو ان کی قوت کا اندازہ کر لو اور قبل تھکنے کے ان کو چھوڑ دو۔ اتقوا اللّٰہ فی ھٰذہ البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃ واترکوھا صالحۃ (مشکوٰۃ)

جب جانوروں کو نہ تھکانے کا حکم ہے تو کمزور عورتوں کی طاقت کو بھی دیکھ کر ان سے کام اور خدمت لیا جانا چاہیئے۔ ان کے تھکنے کے متعلق سوال کر لیا جائے اور اپنی سمجھ سے بھی کام لیا جائے کہ مارے شرم کے اور مروت کے شاید نہ بتائیں۔ البتہ ضروری ہے کہ عورتیں بھی شوہر کی خدمت کو اپنی سعادت اور نجات آخرت سمجھیں اور ان کی عزت و احترام میں حق تعالیٰ کی خوشنودی سمجھیں کیونکہ شوہر کی ناراضگی سے ان پر لعنت کی وعید ہے۔

حدیث ۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھ لے اور رمضان شریف کے روزے رکھ لے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا حشر کے دن کہ جنت کے جس دروازے سے تیرا جی چاہے داخل ہو جا۔

عورتوں کے لئے جنت کس قدر آسان ہے لیکن حدیث شریف میں ہے کہ عورتیں شوہر کی نافرمانی اور ناشکری کے وبال سے جہنم میں کثرت سے داخل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلم عورت کو محفوظ فرمائیں شوہر کی نافرمانی اور ناشکری سے۔

حدیث نمبر ۶ جس عورت کا انتقال ہو اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو جنت میں داخل ہوگی۔

(ترمذی، جمع الفوائد صفحہ ۵۹۸)

حکیم الامت حضرت تھانوی رح کے ارشادات

(از کمالات اشرفیہ)

(۱) ملفوظ نمبر ۵۵۶ صفحہ ۱۲۰ فرمایا بی بی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم بھی دو جس کو وہ اپنی مرضی سے خرچ کرے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔ اس کی تعداد اپنی اور بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے مثلاً روپیہ۔ دو روپیہ۔ دس بیس پچاس روپے جیسی گنجائش ہو۔

(۲) ملفوظ نمبر ۵۶۱ صفحہ ۱۲۱ فرمایا کہ مردوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش کی ہے۔ فرماتے ہیں:-

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان
تکرھوا شیأً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلائیاں رکھدی ہوں مثلاً عورت کی بدخلقی پر صبر کرنے سے اجر کثیر کا وعدہ ہے یا مثلاً اس سے کوئی اولاد ہو جائے جو قیامت میں

دستگیری کرے۔

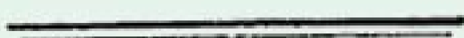
(۳) **ملفوظ نمبر ۵۷ صفحہ ۱۲۴** فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنی چاہیئے دو وجہ سے ایک تو بی بی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔ دوسرے دین کی وجہ سے کیونکہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہیں جیسے تم دین کے کام کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو نہیں معلوم کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے۔ یہ کوئی بات ضروری نہیں کہ عورت مرد سے ہمیشہ گھٹی ہوئی ہو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ پس عورتوں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بے کس اور مجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا بھی عمل قبول فرما لیتے ہیں اور اس کے درجے بڑھا دیتے ہیں۔

(۴) حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک دن خطوط کا جواب لکھنا چاہا مضامین کی آمد بند ہو گئی۔ تفسیر لکھنا چاہا۔ مضامین کی آمد بند تھی دل میں عجیب بے کیفی اور قبض طاری ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کی کہ اے رب! جو کوتاہی ہو گئی ہو اور جس کے سبب دل کا یہ حال ہو رہا ہے اس پر ہم کو تنبیہ اور ہدایت فرما دیجئے تاکہ اس کی تلافی کر لوں۔ دل میں وارد ہوا کہ بڑی پیرانی صاحبہ نے کہا تھا کہ ہم کہیں ضرورت سے جا رہے ہیں، آپ صبح مرغیوں کو کھول کر دانہ پانی دے دیجئے گا اور حضرت والا بھول گئے تھے۔ بس فوراً خانقاہ سے گھر تشریف لے گئے اور ڈربے سے اُن کو کھولا۔ مرغیوں کو ڈربے کے اندر گھٹن ہو رہی تھی، بھوک پیاس

کی تکلیف الگ تھی جیسے اُن کو آزادی ملی اور دانہ پانی ملا اور اُن کی گھٹن دور ہوئی حضرت والا کے قلب سے قبض باطنی اور بے کیفی دُور ہوئی اور مضامین کا فیضان شروع ہو گیا۔ یہ بات احقر نے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحیٔ صاحب دامت برکاتہم سے سُنی ہے۔

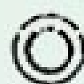
عبرت جب جانوروں کے دل کو گھُٹانے سے یہ حال ہوتا ہے تو جو لوگ مخلوقِ خدا کو یا اپنی بیوی کو یا ماں باپ کو ستاتے ہیں اُن کے دل کا کیا حال ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



الاسترجاع والاستسلام
و
ما علیہما من الانعام

”رضا بہ قضا ، مصائب میں صبر اور مسائل
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے موضوع پر“



حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی

الاسترجاع والاستسلام

وما علیہما من الانعام

"رضا بہ قضا؛ مصائب میں صبر اور مسائل

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کے موضوع پر"

تفسیر بیان القرآن اور تفسیر روح المعانی کی روشنی میں سنت استرجاع کی تفصیل

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا؟

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ترجمہ وتفسیر از بیان القرآن پ صفحہ ۸۹

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجیے جن کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ دل سے سمجھ کر یوں کہتے ہیں کہ ہم تو مع مال اور اولاد حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کے ملک ہیں اور مالک حقیقی کو اپنے ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے اس سے مملوک کو تنگ ہونا کیا معنی اور ہم سب دنیا سے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں سو یہاں کے نقصانوں کا بدلہ وہاں مل جاوے گا اولئك عليهم صلوٰت من ربهم ورحمة

و اولئک ھم المھتدون ۔

یہی وہ لوگ ہیں جن پر خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ حقیقت حال تک رسائی پاگئے کہ حق تعالیٰ کو مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والا سمجھ گئے ۔

ف : نفس صبر پر قدر مشترک ہونے کے رحمت عام ہر صابر پر ہوگی لیکن شان ہر صابر کی اور خصوصیت ہر صابر کے صبر کی جدا ہے اس لیے ان خصوصیات کا صلہ جُدا جُدا خاص عنایتوں سے ہوگا ۔

(انتہیٰ کلامہ)

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

اُس خنجر تسلیم سے یہ جان حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

تعریف مُصیبت

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں :

المصیبۃ تعم ما یصیب الانسان من مکروہ فی نفسہ

مال او اهل قليلا كان المكروه اوكثيرا حتى لدغ الشوكة ولسع البعوضة وانقطاع الشسع وانطفاء المصباح وقد استرجع النبي صلى الله عليه وسلم من ذالك وقال كل ما يوذي المومن فهو مصيبة له واجرٌ

ترجمہ مصیبت عام ہے جو تکلیف بھی انسان کو پہنچے اس کے نفس کو یا مال کو یا اہل وعیال کو قلیل ہو وہ ناگوار بات یا کثیر ہو یہاں تک کہ کانٹا چبھ جانا۔ مچھر کا کاٹنا۔ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جانا۔ چراغ بجھ جانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مواقع پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو جو بھی اذیت اور تکلیف دے وہ مصیبت ہے اور اس کے لئے اجر ہے۔ اذا اصابتھم میں اذا سے اشارہ ہے کہ ان الاجر لمن صبر وقت اصابتہ یعنی اجر اس شخص کے لئے ہے کہ جب تکلیف پہنچے اس وقت صبر کرے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے انما الصبر عند اول مصیبۃ جزیں نیست کہ صبر اول مصیبت کے وقت ہے (گیونکہ دن گذرنے سے تو صبر سب ہی کو آجاتا ہے) اسی لئے علامہ آلوسیؒ نے دوسری جگہ رضا بقضا کی تعریف کی ہے رضا وھو سرور القلب بمرور القضاء دل کا مسرور ہونا قضا کے ورود کے وقت لیکن اس رضا کا نام رضا طبعی ہے جو غلبۂ اُنس اور غلبۂ شوق میں نصیب ہوتی ہے جس کا بندہ مکلف نہیں۔ جس رضا کا درجہ فرض ہے وہ رضا عقلی ہے۔

تعریف رضا عقلی جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بیان فرمائی

ہے وہ قضا پر عدم اعتراض ہے۔ وھو ترک الاعتراض علی القضاء نیز فرمایا کہ رضاءِ عقلی میں احساس الم کا ہوتا ہے اور رضاءِ طبعی میں احساس الم باقی نہیں رہتا۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ صبر صرف زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لینے کا نام نہیں بلکہ صبر زبان سے بھی ہو اور قلب سے بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرے جو اُن سے کہیں زیادہ ہیں جو حق تعالیٰ نے اس سے واپس لی ہیں۔ اس سے صبر کرنا آسان ہوگا اور تسلیم کی شان پیدا ہوگی اور استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا اس اُمت کے لئے خاص انعام ہے۔

استرجاع کا اس اُمت کے لیے خاص انعام ہونے کا ثبوت

عن بن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت امتی شیئاً لم یعطہ احدٌ من الامم ان تقول عند المصیبۃ انا للہ وانا الیہ راجعون ولو اعطیھا قبلھم لاعطیھا یعقوب اذ یقول یا اسفا علی یوسف

(روح صفحہ ۲۳ پ ۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ میری اُمت کو ایک چیز ایسی دی گئی ہے جو کسی امت کو نہیں دی گئی سابقہ اُمتوں سے اور وہ یہ کہ مصیبت کے وقت تم انا للہ وانا الیہ راجعون کہو اور اگر کسی کو یہ استرجاع دیا جاتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیا جاتا جس وقت کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی جدائی میں فرمایا تھا یا اسفا علی یوسف ہائے یوسف افسوس!

سنت استرجاع کی تکمیل

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں ویُسن ان

يقول بعد الاسترجاع اللّٰهم اجرنى فى مصيبتى واخلف لى خيراً منها فقد اخرج مسلم عن ام سلمة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من عبد تصيبه مصيبة فيقول انا لله وانا اليه راجعون اللّٰهم اجرنى .... الخ الا آجره الله فى مصيبة واخلف له خيراً منها قالت فلما توفى ابوسلمة قلت كما امرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخلف الله تعالى لى خيراً منه رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ اور مسنون یہ ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کے بعد یہ کہے اَللّٰهمّ آجرنى فى مصيبتى و اَخلِفُ لى خيراً منها اے اللہ مجھے اجر عطا فرما میری مصیبت میں اور اس سے بہتر کوئی نعمت مجھے عطا فرما۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سُنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی بندے کو مصیبت پہنچے اور وہ یہ کہ دُعا پڑھ لے یعنی انا للہ سے خیراً منہا تک تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کو اجر عطا فرماتے ہیں اور اس سے بہتر نعمت عطا فرماتے ہیں۔ پس جب ابوسلمہ (ان کے شوہر) کی وفات ہوئی تو انہوں نے اس کو پڑھا اور حق تعالیٰ نے ان سے بہتر عطا فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔

؎ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اولئک علیہم صلوٰۃ من ربھم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جملہ اسمیہ سے بیان فرمایا ہے جس میں اشارہ ہے ان نزول ذالك عليهم فى الدنيا والاخرة یعنی دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کی خاص و عام رحمتوں کا صابرین پر نزول ہوتا ہے گا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی اس حدیث سے اس اشارہ کی تائید بھی ہوتی ہے جس کو روح المعانی میں اسی مقام پر درج کیا گیا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً من استرجع عند المصیبۃ جبر اللہ تعالیٰ مصیبتہٗ واحسن عقباہ وجعل لہ خلفاً صالحاً یرضاہ

ترجمہ جس شخص نے مصیبت پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کی مصیبت کے نقصان کی تلافی فرماتے ہیں اور اس کے عقبیٰ کو احسن کردیں گے اور اس کو ایسا نعم البدل فرمائیں گے جس سے وہ خوش ہو جائے گا۔

تکالیف میں مومن کی شان

حدیث اول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجب للمؤمن ان اصابہ خیرٌ حمد اللہ وشکر وان اصابتہ مصیبۃ حمد اللہ وصبر فالمؤمن یوجر فی کل امرہ حتی فی اللقمۃ یرفعھا الیٰ فی امراتہ

(ترجمہ) مومن کی عجب شان ہے اگر اس کو کوئی بھلائی ملتی ہے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کی ہر بات پر اجر و ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث دوم | ان العبد اذا سبقت له من الله منزلة فلم یبلغها بعمله ابتلاه الله فی جسده فی ماله او فی ولده ثم صبره علی ذٰلک حتی یبلغه المنزلة التی سبقت له من الله عز وجل (احمد وابو داؤد)

ترجمہ: ارشاد فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ کسی بندہ کے واسطے خدا کی طرف سے جب کوئی درجہ مقدر ہو چکے اور پھر بندہ اس درجہ کو اپنے عمل سے نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اس پر تکلیف بھیجتا ہے اس کے بدن میں یا اس کے مال میں یا اس کے بچوں میں پھر حق تعالیٰ اس کو صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ اس درجہ تک پہنچا دیتے ہیں جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے۔

حدیث سوم | اول من یدعی الجنة یوم القیامة الذین یحمدون الله فی السراء والضراء (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت کی طرف سب سے پہلے قیامت کے دن جو بلایا جاوے گا وہ لوگ ہوں گے جو فراخی اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں سراء وضراء کی تفسیر میں فرماتے ہیں السراء الحالة اللتی تسر والضراء الحالة اللتی تضر (پ ۴ صفحہ ۵۸)

ترجمہ:۔ سراء ہر وہ حالت ہے جو خوشی پیدا کرے اور ضراء ہر وہ حالت ہے جو ضرر سے غمگین کرے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب | حالت خوشی میں اللہ تعالیٰ کی

حمد سمجھ میں آتی ہے لیکن حالت ابتلاء اور حالت غم میں اللہ تعالیٰ کی حمد کس طرح کی جائے تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تکالیف میں حمد سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر اعتراض نہ ہو اور اپنے مولیٰ سے راضی رہیں۔ عبارت مرقاۃ ملاحظہ ہو :-

فی السراء والضراء ای فی الصحۃ والمرض او الرخاء والشدۃ او الغنی والفقر یعنی الذین یرضون عن مولیٰھم بما اجری علیھم فی الحکم غنا کان او فقرا شدۃ کان او رخاء فالمراد الدوام فھو من اسالیب البدیع الغریبۃ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۱۲)

یعنی راضی رہتے ہیں اپنے مولیٰ سے جملہ ان تصرفات پر جو ان پر قضاء جاری ہوتا ہے۔ غنیٰ ہو یا فقر کلفت ہو یا راحت، مراد دوام رضا ہے جس کو عنوان بدیعہ غریبہ سے بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا جواب ملا علی قاریؒ نے یہ لکھا ہے کہ مومن حالت تکلیف میں خدا تعالیٰ کی حمد اس لئے کرتا ہے بعلمہ بما یثاب علیہ او بما وقع اکثر منھا او اکبر (مرقاۃ) یعنی مومن اجر آخرت کے علم کے سبب خدا کی حمد کرتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ جو بلا آئی ہے شکر ہے کہ اس سے بڑی بلا نہیں آئی یا اس سے کثیر نہیں ہے اکبر باعتبار کیفیت اور اکثر باعتبار کمیت دونوں صورتوں سے حفاظت پر حمد کرتا ہے۔ اسی کو مولانا رومیؒ بیان فرماتے ہیں۔

ے این بلا دفع بلاہائے بزرگ

یہ بلا کسی بڑی بلا کو دور کرنے کے لئے آئی ہے۔

صبر اور غم کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا عجیب ارشاد

(از کمالات اشرفیہ ملفوظ ۴۲ ص ۱۴۹)

فرمایا کہ غم کا علاج یہ ہے کہ سوچو مت۔ خیال مت کرو۔ تذکرہ مت کرو اس صورت میں غم تو ہوگا مگر معتدل غم ہوگا اور وہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ قدرتی طور پر غم میں بھی حکمت اور نفع ہے اگر غم نہ ہو تو تمدن نہ ہو۔ بیان اس کا یہ ہے کہ سائنس اور طب کا مسئلہ ہے کہ جس قوت کا استعمال ہوتا ہے اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے ورنہ وہ قوت کم ہو جاتی ہے پس اگر غم نہ ہوتا تو رحمدلی کا ہیجان کیسے ہوتا اور جب اس کا ہیجان نہ ہوتا تو اس کا مادہ جاتا رہتا اور بدون رحمدلی کے تعاون نہیں ہو سکتا۔ اس لئے غم میں بڑی مصلحت ہے کہ یہ محافظ ہے ترحم کا اور وہ محافظ ہے تعاون و تمدن کا اور غم میں اپنی ذات کے متعلق بھی مصلحت ہے کہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں۔ غرض غم میں انفرادی اور اجتماعی دونوں مصالح ہیں اگر کسی کو غم اور فکر نہ ہو، سارے بے فکر ہی ہوں تو کوئی کسی کا کام نہ کرے۔ سارے تندرست ہی رہیں اور بیمار ہی نہ ہوں تو ڈاکٹر طبیب، عطار سب بیکار ہو جاویں۔ یہ تو دنیاوی نفع ہے اور دین کا نفع یہ ہے کہ اگر کوئی غریب نہ ہو تو زکوٰۃ کس کو دوگے؟ پس اصل میں تو غم مفید چیز ہے مگر کس قدر؟ جس قدر حق تعالیٰ کا دیا ہوا ہے یعنی طبعی ہے باقی آگے جو حواشی ہم نے بڑھائے ہیں وہ بُرے ہیں۔

ملفوظ ۹۴۲ صفحہ ۱۴۹ فرمایا کہ حد سے زیادہ غم کرنا گناہ ہے۔

اور گناہ بھی بے لذت اور علاج کرانا واجب ہوگا چنانچہ اس آیت ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق میں ایسے ہی غم کا علاج بیان ہے اور یہ بیان ایک مقدمہ پر موقوف ہے وہ یہ کہ اگر شئے مرغوب کے جاتے رہنے سے غم لاحق ہو مگر وہ دوسری چیز کا پتہ ہم کو مل جائے اور اس کے ملنے کا یقین ہو جو کہ اس شئے مرغوب سے ہزار ہا درجہ بڑھی ہوئی ہو تو پہلی چیز کا غم نہیں ہونا چاہیئے جیسے کسی کے ہاتھ میں ایک روپیہ ہو اور اس کو چھین کر کوئی سو روپیہ دیدے الخ

تسلیم ورضاء بالقضاء فرض ہے

ہر تکلیف میں مومن کے لئے خیر ہے اور اس میں خیر سمجھنا ایسا ہی فرض ہے جیسے نماز روزہ فرض ہے۔ میرے مرشد حضرت شیخ مولانا شاہ عبدُالغنی صاحب پھولپوریؒ نے احقر سے فرمایا کہ ہمارے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ اخلاص سے اونچا بھی ایک مقام ہے اس کا نام رضاء بالقضآ ہے۔ یہ مقام بہت آخر میں عطا ہوتا ہے جس طرح مرض جاہ کا بہت آخر میں نکلتا ہے آخر ما یخرج من راس الصد یقین حب الجاہ یہ محققین صوفیاء کرام کا قول ہے۔

ہر تکلیف کا مومن کے لئے خیر ہونے پر عقلی دلیل

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ عقلاً بھی ہر مومن کی

تکلیف کا خیر ہونا ثابت کرتا ہوں وہ یہ کہ جو تکلیف مومن کو آتی ہے اس کی صرف چار ہی شکلیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) پہلی شکل یہ کہ بندہ کی تکلیف میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع ہو اور یہ محال ہے کہ حق تعالیٰ بندۂ مومن کو تکلیف دے کر نفع حاصل فرمائیں کیونکہ اس سے احتیاج باریٔ تعالیٰ لازم آتا ہے۔

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا صرف نصف نفع ہو اور بندہ کا بھی آدھا نفع ہو اور یہ بھی محال ہے کیونکہ اس صورت میں بھی احتیاج کا ثبوت لازم آتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں۔

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ اس تکلیف میں نہ بندہ کا نفع ہو نہ اللہ تعالیٰ کا نفع ہو یہ بھی محال ہے کیونکہ بے فائدہ کام کرنا فعل لغو ہے جس سے حق تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

(۴) اب چوتھی شکل باقی رہ گئی کہ حق تعالیٰ شانہ کی بھیجی ہوئی تکلیف میں صرف بندہ ہی کا نفع ہے۔

سبحان اللہ کیا عقلی دلیل فرمائی۔

حکایت ایک بار حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور تھانہ بھون حضرت اقدس حکیم الامتؒ کی خدمت میں بغرض اصلاح حاضر تھے کہ گھر سے گھر والوں کی علالت کا خط آیا جس سے مفتی صاحب بہت پریشان ہو گئے۔ حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت گھر سے خط آیا ہے بیٹی، بیوی اور لڑکا کئی افراد بیمار ہیں طبیعت پریشان ہے ارشاد فرمایا مفتی صاحب جب مومن کا اعتقاد مقدر پر ہے تو پھر اس کو متفکر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

مولانا رومیؒ کا ارشاد

؎ صبر بگزیدند و صدیقیں شدند

صبر سے ایمان کی ترقی اس قدر ہوتی ہے کہ مومن صدیق ہوجاتا ہے اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو مجاہدۂ اختیاریہ سے تو عُجب بھی پیدا ہوسکتا ہے لیکن مجاہدۂ غیر اختیاریہ جو مصائب وغیرہ آجاتے ہیں ان سے تو شکستگی ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے مشائخ کا ارشاد ہے کہ مجاہدۂ اضطراریہ انفع ہے مجاہدۂ اختیاریہ سے۔ البتہ ہم ضعیف ہیں عافیت ہی طلب کرتے رہنا چاہیئے جیسا کہ حدیث میں مصرح ہے کہ بلا نہ مانگو عافیت مانگو اور پھر حق تعالیٰ شانہ کی طرف امور کو تفویض کردے۔

صدیق کا ایمان کتنا قوی ہوتا ہے؟

علامہ آلوسیؒ صدیق کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں۔

(۱) الذی لایتغیر باطنہ من ظاہرہ

جس کا باطن اس کے ظاہری ماحول سے متاثر نہ ہو

(۲) الذی لایخالف قالہ حالہ

جس کا قال اس کے حال کے مخالف نہ ہو

(۳) الذی یبذل الکونین فی رضا محبوبہ

جو دونوں جہاں اپنے محبوب حقیقی پر فدا کردے

(روح المعانی ج۳ ص۸۷)

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے خوب فرمایا ؎

دونوں عالم دے چکا ہوں میکشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

رائے عالی برائے تصانیف حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

از حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

باسمہ تعالیٰ

عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ آپ کی دو کتابیں **معارف مثنوی** اور **دُنیا کی حقیقت** پہنچ کر موجب منت ہوئیں۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کا تعلق اولاً مولانا پھولپوریؒ سے اور آخراً مولانا ابرار الحق صاحب سے ہے اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کو اس ہدیۂ سنیّہ کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ یہ دونوں کتابیں سُن بھی لیں۔ مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں۔ دل پر اثر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔ صدقہ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ معارف شمس تبریز کی طباعت کا بھی جلد از جلد انتظام فرمائے اور لوگوں کو ان معارف سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔ آپ کی دیگر تالیفات کی قبولیت کے لئے دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ذخیرۂ آخرت بنائے اور اپنے وقت پر حُسن خاتمہ کی دولت سے نوازے۔

(حضرت شیخ الحدیث) **محمد زکریا** (دامت برکاتہم)

مدینہ طیبہ ۱۱/۵/۷۶ء

رائے عالی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

وصدر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف معارف مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ فارسی اُردو میں قدرۃ شعر، حسن ذوق، پاکیزگی خیالات و دردِ دل کا بہترین مرقع ہے۔ اب موصوف نے دیوان شمس تبریز جو عارف رومی متکلم کے شیخ ہیں ان کے حقائق و معارف کا انتخاب و تشریح و بیان لکھکر اپنے حُسنِ ذوق، لطافت طبع، سلامت فکر کا ایک اور شاہ کار پیش کیا اللہ تعالیٰ ارباب ذوق کو انکے شگفتہ تالیفات و تحقیقات سے مزید مستفید فرمائے۔ آمین

محمد یوسف بنوری

سہ شنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم

ارشاد نبوی ہے جس نے میرے صحابہ سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے بغض رکھا مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے رکھا۔

تذکرۂ سیدنا

حضرت ابوذر غفاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس میں ان کی زندگی کے اہم پہلو نمایاں کئے گئے ہیں۔ اسلام قبول کرنا، مسلمان بننے پر ڈٹنا، دلیری اور حق گوئی میں یکتا ہونا۔ علم کی حرص کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھ پوچھ کر معلومات آخرت کا فکرمند اور دنیا سے زاہد ہونا، حساب کے خوف سے مال سے بچنا، وغیرہ وغیرہ

آخر میں ان کی وفات کا عجیب واقعہ لکھا ہے

تالیف
حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری مدظلہ

ناشر
کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال ۲، کراچی

تالیف: حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مدظلہ



یہ کتاب عربی کے مبتدی طلبہ کے لئے لکھی گئی ہے، بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہے، زاد الطالبین اور نفحۃ العرب کے درمیان پڑھائی جاتی ہے۔ کتاب بڑی کی ہے، عنوانات و ترجمے اور عبارات حسب محاورہ شیریں ہیں پوری کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں جوامع الکلم اور دوسرے باب میں چالیس قصے جمع کئے گئے ہیں تاکہ مبتدی طلبہ بھی حدیث سے محروم نہ رہیں۔

اکابر علماء حضرات جیسے حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو بے حد پسند فرمایا۔

طلباء بڑی آسانی سے سمجھ لیتے ہیں، عربی ادب کے ساتھ تزکیہ نفوس کا نفع بھی حاصل ہوتا ہے۔

کتابت و طباعت عمدہ کاغذ رنگین سرورق

کتب خانہ مظہری کراچی ۴۷